عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم رواہ الترمذی

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں تو تم انہیں کہو؛ تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو

سلّ السنان فی الذبّ عن معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

اردو ترجمہ

دفاعِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مصنف

شیخ سعد بن ضیدان السبیعی

مترجم

حافظ مفتی محمد حامد حسین القادری الشاذلی

محرک

مولانا عاطف سلیم نقشبندی

پروگریسو بکس لاہور

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا لعنة الله على شركم

حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں

تو تم انہیں کہو، تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو

سَلُّ السِّنَانِ فِي الذَّبِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رضي الله عنه

اُردو ترجمہ

دفاع سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مصنف

شیخ سعد بن ضیدان السبیعی

مترجم

حافظ مفتی محمد حامد حسین القادری الشاذلی

محرک

مولانا عاطف سلیم نقشبندی

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ○ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

سَلُّ السِّنَانِ فِي الذَّبِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رضی اللہ عنہ

اردو ترجمہ

دفاعِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مصنف
شیخ سعد بن ضیدان السبیعی

مترجم
حافظ محمد حامد حسین [illegible] الشاذلی

محرک
مولانا حافظ [illegible] نقشبندی

بار اول .... مارچ 2019
پرنٹرز .... آصف صدیق، پرنٹرز
سرورق .... النافع گرافکس
تعداد .... -/600
ناشر .... چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول
قیمت .... =/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 [illegible]

ملت پبلی کیشنز۔ دوکان نمبر 5۔ مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس لاہور
یوسف مارکیٹ ۔ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۔ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

عنوانات	صفحہ

فصل: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ضعیف قرار دی گئی احادیث کا جواب

فصل: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے گے باطل اقوال کا جائزہ

فصل: حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے فضائل



پیش لفظ

ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کو دل وجان سے تسلیم کرے پھر ان پر اپنی وسعت وطاقت کے مطابق عمل کرے کیونکہ دین اسلام کی بنیاد واساس قرآن وسنت ہیں۔ کسی بھی مسلمان کے لیے ان کے بغیر چارہ نہیں۔

ہم حضور اکرم نبی محتشم ﷺ کے ظاہری دور حیات میں موجود نہ تھے بلکہ صدیوں بعد پیدا ہوئے تو ہم نے حضور ﷺ سے بلاواسطہ نہ تو قرآن سنا اور نہ ہی احادیث! سب سے پہلا واسطہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ذوات ہیں جنہوں نے بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے بلاواسطہ قرآن وسنت کا فیض لیا اور بحسن وخوبی آگے امت تک پہنچایا۔

اب اگر ہم اس پہلے واسطے کو غضب وغصے کی تیز نگاہوں سے دیکھیں اور ان کے عیوب ونقائص تلاش کرنے لگیں اور ان کے فضائل کو یکسر نظر انداز کر کے آنے والی نسلوں کے دلوں میں ان کی دشمنی بھریں اور خود بھی ان کی دشمنی اختیار کریں تو یقیناً اسلام کی عمارت منہدم ہوجائے گی کیونکہ قرآن وسنت صحابہ کرام کے واسطے سے ہم تک پہنچی تو جب سب صحابہ یا اکثر صحابہ عیب دار اور نا قابل اعتبار ٹھہرے تو یقیناً انہوں نے جو احکام وشرائع اور کتاب وسنت آگے پہنچائی وہ بھی نا قابل اعتبار ہوگی، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا؟!۔

یہی وجہ ہے کہ امت کے جلیل القدر ائمہ ومحدثین، صوفیاء وفقہاء نے متنبہ کیا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن وتشنیع کرنا، ان کے خلاف زبان درازی کرنا اور ان کو نا قابل اعتبار ٹھہرانا دین اسلام کی عمارت کو ہی سرے سے گرانا ہے لہذا اس اصول کے پیش نظر ہمیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نفوس وقلوب کا تزکیہ خود آقائے کائنات محبوب پروردگار ﷺ نے فرمایا۔ ان کے دلوں کو نفوس کی شرارتوں سے پاک فرمایا اور وہ اس قابل ٹھہرے کہ رب کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کی بارگاہ ناز سے تربیت پانے والوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا ہے۔

صحابہ کرام ہوں یا اہل بیت پاک! دونوں ایمان کی جان ہیں اور دونوں کی محبت لازم وضروری ہے اس لیے کہ دونوں حضور ﷺ کے پیارے ہیں اور دونوں ہی بارگاہ نبوی کے تربیت یافتہ ہیں۔ ان سے بغض و

دشمنی رکھنا دارین کی رسوائی اور رب تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہے۔لہذا ہر مومن کو چاہیے کہ ہمیشہ ان کی محبت میں کمر بستہ رہے اور ان کی غلامی ومحبت کے سائے تلے ساری زندگی گزارے!۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آپس کے کچھ معاملات ہوئے ،غلط فہمیاں پیدا ہوئیں جن کے نتیجے میں بات جنگوں تک جا پہنچی۔صحابہ کرام کے ان معاملات کو مشاجرات صحابہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ہمارے لیے ان میں خاموشی وسکوت اختیار کرنا لازم واجب ہے کیونکہ وہ بڑوں کے آپس کے معاملات ہیں ہمیں ان میں نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ جو کچھ بھی ہو وہ معصوم نہ تھے اور رب تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی اور ان کے جنتی ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔جب وہ بخشے ہوئے ہیں اور جنتی ہیں تو ان کے عیوب تلاش کرنے اور ان پر طعن وتشنیع کرنے سے ہمیں کیا حاصل ہوگا؟ سوائے رب تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی ناراضگی اور دنیا وآخرت کی رسوائی کے! لہذا عافیت اسی میں ہے کہ ہم مشاجرات میں خاموشی اختیار کریں ان کا معاملہ رب تعالیٰ کے سپرد کریں اور ان سے محبت رکھیں اور کسی کی بے ادبی نہ کریں اور اپنی آخرت سنوارنے کی کوشش کریں۔

زیر نظر کتاب ''سل السنان فی الذب عن سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ''، شیخ سعد بن ضیدان السبیعی کی تالیف ہے جس کا مقصد صحابہ کرام بالخصوص حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کرنا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات وشبہات کو علمی اور سنجیدہ زبان میں دلائل کی روشنی میں جوابات دیئے گئے ہیں جو ہر انصاف پسند آدمی کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اور اس پر شیخ عبداللہ السعد کا ایک جاندار مقدمہ ہے جو سو کے قریب صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔اس مقدمے میں اس موضوع پر جدید مباحث لائے گئے اور عمدہ کلام کیا گیا ہے۔

مجھے میرے استاذ محترم مشفق ومہربان جناب علامہ مولانا عاطف سلیم نقشبندی (اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائے) نے اس کتاب کا ترجمہ کرنے کا حکم دیا اور آپ کا مقصد یہی تھا کہ صحابہ کرام بالخصوص سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں ہمارا حصہ بھی شامل ہوجائے۔آپ کے حکم کی تعمیل میں، میں نے بھی صحابہ کرام بالخصوص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کی نیت سے ترجمہ کا آغاز کیا اور اب الحمد للہ تعالیٰ اس کے تکمیل کی سعادت ملی۔دوران ترجمہ کچھ مقامات کا کسی مصلحت کے پیش نظر ترجمہ چھوڑ دیا گیا غیر ضروری اطناب کی وجہ سے یا پھر کسی اور وجہ سے تاہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کوتائیوں سے درگزر فرمائے اور اہل بیت کرام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے صدقے ہماری، ہمارے والدین، اساتذہ، دوست، احباب اور پوری امت محمدیہ کی مغفرت فرمائے۔آمین بجاہ طہ ویس ﷺ۔

آخر میں انتہائی شکر گزار ہوں جناب محترم المقام میاں جواد رسول صاحب اور ادارہ پروگریسو بکس کی ٹیم کا جو دین اسلام کی نشر واشاعت میں مصروف رہتے ہیں اور ذاتی فائدے پر دین وشریعت کو ترجیح دیتے ہیں اور کسی ملامت کرنے اور رکاوٹ بننے والے افراد کی پرواہ کیے بغیر عزم وہمت کیساتھ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جناب سے بہتر اجر عطا فرمائے اور ادارہ پروگریسو بکس کو مزید عروج وبلندیاں عطا فرمائے! آمین۔

مفتی حامد حسین القادری الشاذلی

26 جنوری 2019ء، 19 جمادی الاول 1440ھ

شب:12 بج کر 54 منٹ



مقدمہ

از شیخ عبداللہ سعد

ان الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا
وسیئات اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ، ومن یضلل فلا ھادی لہ،
واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔

بلاشبہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور ہم اپنے نفوس کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے تو اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد: اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے لیے ہمارے دین کو مکمل فرمایا اور ہم پر نعمت کو تام کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

(المائدۃ:3)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

اسی وجہ سے ہر وہ چیز جس کی ہمیں اپنے دین یا اپنی دنیا میں ضرورت ہے اس کا بیان ہمارے رب عزوجل کی کتاب میں ہے یا ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ (النحل:89)

ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت

مسلمانوں کو۔

بخاری کے کاتب جناب محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے جناب سیدنا محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا: میں ضرورت کی جو بھی چیز جانتا ہوں اس کا بیان کتاب وسنت میں موجود ہے۔

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں: میں نے آپ سے عرض کی: ان تمام اشیاء کی پہچان ہوسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں"۔

امام شاطبی نے کتاب الاعتصام ج 1 ص 64 میں کہا: "شریعت کامل آئی ہے جو زیادتی کا احتمال رکھتی ہے نہ کمی کا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا ہے:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا

(المائدۃ:3)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے:

وعظنا رسول الله صلى الله عليه و سلم موعظة ذرفت منها العيون و وجلت منها القلوب فقلنا يا رسول الله إن هذا لموعظة مودع فماذا تعهد إلينا قال: " قد تركتكم على البيضاء ليلها كنهارها لا يزيغ عنها بعدي إلا هالك و من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بما عرفتم من سنتي و سنة الخلفاء المهديين الراشدين من بعدي..." الحديث.

(مستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم ج 1 ص 175، المعجم الکبیر ج 18 ص 247 رقم: 15329، مسند احمد ج 4 ص 126 رقم: 17182)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا وعظ فرمایا جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور ہمارے دلوں میں (رب تعالیٰ کا) خوف طاری ہوگیا تو ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے ہمیں ایسے وعظ فرمایا جیسے آپ ہمیں رخصت کررہے ہوں تو آپ ہم سے کیا عہد لیتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہیں روشن دین پر چھوڑا جس کی رات دن کی طرح (روشن) ہے، میرے بعد وہی اس سے روگردانی کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے اور جو تم میں سے زندہ رہے گا تو وہ عنقریب بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا لہذا میری سنت اور میری بعد ہدایت یافتہ خلفاء

راشدین کی سنت کو جو تم نے پہچان لیا اسے تم لازم پکڑنا!۔

ثابت ہو گیا کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ ان تمام چیزوں کو بیان نہیں کر دیا جن کی دین و دنیا کے معاملے میں ضرورت ہوتی ہے، اہل سنت کا کوئی آدمی اس کا مخالف نہیں ہے۔

جب معاملہ ایسا ہے تو بدعتی اپنی زبان حال یا زبان قال سے جو کہتا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ شریعت مکمل نہیں ہوئی اس کی کچھ چیزیں باقی رہ گئی ہیں ضروری ہے کہ جو چیزیں باقی رہ گئیں ھیں انہیں تلاش کیا جائے اس لیے کہ اگر وہ شریعت کے ہر وجہ سے کمال وتمام کا اعتقاد رکھنے والا ہوتا تو بدعت نہ گھڑتا اور نہ اس سے غلطی نکالتا، اس بات کا قائل صراط مستقیم سے گمراہ ہے۔

لہٰذا ہر شخص پر لازم ہے کہ جب وہ کسی مسئلے یا کسی فیصلے کی پہچان کا ارادہ کرے تو وہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرے اور انہی میں سے وہ فیصلہ ہے جو حضرت سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ہے اور جو آپ کے بارے میں باتیں کی گئی ہیں۔

یہ مسئلہ عظیم ودقیق ہے اس بارے میں کئی لوگوں نے کلام کیا تو وہ ناصبی ہو گئے اور دوسرے لوگوں نے کلام کیا تو وہ تشیع ورفض میں پڑھ گئے اس سے سلامتی کا یہی طریقہ ہے کہ سنت کی طرف رجوع کیا جائے اس میں حق ونجات کا ارادہ کرنے والے آدمی کے لیے بیان شافی وامر کافی موجود ہے۔

اگر متکلم اس مسئلے میں اس حدیث کی طرف رجوع کرے جسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے صحیح بخاری رقم: 2704 پر ابوموسیٰ اسرائیل کی حدیث کو تخریج کیا وہ حضرت حسن سے وہ حضرت ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین۔

یعنی میرا یہ بیٹا (حضرت امام حسن) سید ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے مابین صلح کرائے۔ یہ حدیث کافی ہے (اس شخص کے لیے جو اس مسئلہ کا فیصلہ سنت سے کرانا چاہے) عنقریب اس مسئلے پر اس حدیث کی دلالت کی وجہ کا بیان آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور یہ بات بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا حال بیان فرمایا جبکہ آپ رضی اللہ عنہ جوان تھے اور اسلام قبول کیے تھوڑا عرصہ گزرا تھا پھر اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ پختہ عمر کو پہنچے پھر بعد میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ کر وفات پائی اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گی۔

میں ابن شیخ سعد بن ضیدان السبیعی کی کتاب پر مطلع ہوا جو حضرت سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے متعلق ہے اور آپ کے دفاع میں ہے جو آپ نے لکھا میں نے اسے عمدہ وفائدہ مند پایا۔ آپ نے ان دلائل کا ذکر کیا جو حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں اور آپ کے دفاع میں اہل علم کا کلام ذکر کیا لہذا اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے اور اس کتاب میں برکت نازل فرمائے۔



فصل: سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب کا بیان:

اس میں مندرجہ ذیل نقاط کا بیان ہوگا:

اول: حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا بیان:

حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اسلام کے بارے میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے ہاں آپ کے قبول اسلام کے وقت میں اختلاف ہے چنانچہ بعض نے کہا: حدیبیہ کے سال آپ نے اسلام قبول کیا اور بقول بعض آپ نے عام القضیہ اور بعض نے کہا آپ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا جبکہ آپ جوان تھے اور آپ کی عمر اٹھارہ سال کے قریب تھی یا اسکے علاوہ تھی۔

میں کہتا ہوں: فضائل کی بنیاد اسلام ہے اور اسی میزان سے انسان کا وزن کیا جاتا ہے جیسا کہ یہ بات مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ (آل عمران:85)

ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ۔ (آل عمران:85)

ترجمہ: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (یونس:58)

ترجمہ: تم فرماؤ! اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام پر اعتراض وجواب:

پس اگر کہنے والا کہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اسلام صحیح نہیں کیونکہ آپ نے حالت نفاق میں اسلام قبول کیا تو میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب تین وجوہ سے ہے:

پہلی وجہ: وہ نصوص ہیں جو نبی کریم ﷺ تک مرفوعاً وارد ہوئی ہیں اور وہ نصوص ہیں جن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان نصوص کی دو قسمیں ہیں:

(1): خاص نصوص (2): عام نصوص

خاص نصوص جن میں سیدنا معاویہ کے اسلام کا بیان ہے:

امام مسلم علیہ الرحمہ نے صحیح مسلم رقم :1480 میں مالک بن عبداللہ بن یزید مولی الاسود بن سفیان کے طریق سے روایت کی وہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے وہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے راوی۔۔۔ پھر اس میں مکمل واقعہ ذکر کیا۔۔۔ اسی میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے کہا:

فلما حللت ذكرت له ﷺ ان معاوية وابا جهم خطباني فقال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم : اما ابوجهم فلا يضع عصاه من عاتقه واما معاوية فصعلوك لا مال له انكحي اسامة بن زيد۔

جب میری عدت پوری ہوئی تو میں نے حضور ﷺ سے ذکر کیا کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان اور حضرت ابوجہم دونوں نے مجھے پیغام نکاح بھیجا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوجہم تو کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے اور معاویہ تو وہ مفلس ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو۔

اس حدیث میں حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضلیت کا بیان ہے اور اس شخص کا رد ہے جس نے آپ رضی اللہ عنہ پر نفاق کی تہمت لگائی وہ ایسے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے صرف اتنی بات ذکر کی کہ ان کے پاس مال نہیں اور اگر آپ کے دین میں کچھ عیب یا طعن کی جگہ ہوتی تو رسول کریم ﷺ، حضرت فاطمہ بنت قیس کے لیے اس کا بھی ذکر فرماتے اور آپ سے یہ بات نہ چھپاتے۔

اس حدیث میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینداری کی تعریف ہے اور یہ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی اور اسلام کے آغاز کی بات ہے۔

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی جوانی کا بیان:

پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ مجاہد وغازی بن کر ملک شام کی طرف روانہ ہوئے یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت کی بات ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ملک شام کی

طرف بعض شہروں کا والی مقرر کیا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے بھائی یزید اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب اس کا بیان آگے آئے گا- کی وفات کے بعد آپ کو والی مقرر کیا اور آپ اسی عہدے پر برقرار رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت عثمان نے آپ کو پورے ملک شام کا والی مقرر کیا اور پھر آپ اسی عہدے پر برقرار رہے حتیٰ کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ شہید کر دیئے گئے۔

یہ حضرت سیدنا معاویہ کے وقت جوانی کے حالات کا بیان ہے۔

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی پختہ عمر کا بیان:

رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا جسے امام بخاری نے صحیح رقم: 2704 میں حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث تخریج کی آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جبکہ حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ ﷺ کے پہلو میں تھے اور نبی ﷺ فرمارہے تھے:

ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔

میرا یہ بیٹا سید ہے، شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیگر مقامات پر بھی اس روایت کی تخریج کی رقم: 3629، 3746، 7109۔

اس حدیث میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بڑی فضلیت کا بیان ہے کہ آپ سید ہیں۔ اور آپ نے اپنی سیادت ہی کی وجہ سے خلافت کو چھوڑ دیا۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کیساتھ جو گروہ تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیساتھ جو گروہ تھا دونوں کو نبی کریم ﷺ نے اسلام کیساتھ موصوف فرمایا۔ اور یہ حدیث حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت وثناء کو شامل ہے اس کا بیان یہ ہے کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے فعل اور آپ کا حضرت امیر معاویہ کے لیے بادشاہت ترک کرنے کی رسول اللہ ﷺ نے مدح بیان فرمائی۔ اگر سیدنا معاویہ بادشاہت کے اہل نہ ہوتے تو رسول اللہ ﷺ اس صلح کی مدح سرائی نہ کرتے جس میں حضرت سیدنا امام حسن نے آپ کے لیے بادشاہت چھوڑ دی۔

سفیان نے کہا: حضور ﷺ کا یہ فرمان: ''مسلمانوں کے دو گروہ'' ہمیں بہت زیادہ پسند ہے۔ امام

ابوبکر بیہقی نے فرمایا: انہیں پسند اس لیے ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں گروہوں کو اکٹھا مسلمان نام دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر حضرت علی کی وفات کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا امر خلافت کو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے حوالے کرنے میں پوری ہوئی۔

حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خطبہ:

حضرت امام حسن نے اپنے خطبے مین فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم سے پہلے ہدایت دی اور تمہارے خون کو ہمارے آخر کے ذریعے بچایا ہے اور بے شک یہ امر جس میں میرا اور حضرت معاویہ کا اختلاف ہوا یہ ایسے آدمی کا حق ہے جو مجھ سے زیادہ حق دار ہے یا یہ میرا حق ہے میں اپنا حق حضرت معاویہ کے لیے چھوڑتا ہوں مسلمانوں کی اصلاح اور ان کے خون کو محفوظ رکھنے کے ارادے سے بلکہ میں جانتا ہوں کہ شاید یہ تمہارے لیے فتنہ اور ایک مدت تک کا سامان ہو۔ (الاعتقاد للبیہقی ص533،535)

امام ابوسلیمان خطابی نے اپنی کتاب معالم السنن ج7 ص37 میں اسی حدیث کی شرح میں لکھا: اس قول کا مصداق اہل عراق اور اہل شام کا اپنے درمیان صلح کر لینے کا اور اہل شام کے لیے امر خلافت چھوڑ دینے کا نکلتا ہے فتنے کے خوف سے اور مسلمانوں کے خون بہانے کو ناپسند کرنے کی وجہ سے۔ اور اس سال کا نام جماعت کا سال رکھا گیا ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک اس فتنے میں کسی قول یا فعل کی وجہ سے ملت اسلام سے خارج نہیں ہوا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسلمان قرار دیا ہے اور ایسے ہی رائے و مذہب کے معاملے میں ہر تاویل کرنے والے کا راستہ ہے جسکی طرف تاویل کرنے والے نے لوگوں کو بلایا کیونکہ اس نے شبہ کی وجہ سے تاویل کی اگرچہ اس میں وہ خطا کرنے والا تھا اور یہ بات معلوم ہوئی کہ دو گروہوں میں سے ایک مصیب تھا اور دوسرا خطا کار۔

ابوالعباس ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی ج35 ص70 میں کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف اس صلح کی وجہ سے فرمائی جو آپ کے ہاتھوں پر ہوئی اور اسی وجہ سے آپ کا نام سید رکھا اس وجہ سے کہ جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کیا اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے راضی ہیں اور ایک دوسرے سے جنگ کرنا جو مسلمانوں کے مابین ہوئی اس کا حکم اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہو ایسی بات نہیں ہے یہ نص صحیح صریح اس کو بیان کرتی ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ جو کیا وہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محمود و پسندیدہ امر تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اس فتنے کے بارے میں کلام نہ کیا جائے اور حضرت امیر معاویہ اور آپ کے ساتھیوں پر طعن نہ کیا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس صلح کی تعریف فرمائی اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی کی کہ یہ صلح آپ کے ہاتھ پر تام ہوئی تو جب حضرت معاویہ اور آپ کے ساتھیوں پر طعن کیا جائے گا تو اس وقت یہ طعن اس صلح کے منافی ہوگا جس کی رسول اللہ ﷺ نے تعریف کی (لہذا زبان طعن نہ کھولی جائے) تاکہ یہ صلح ہمیشہ قائم ودائم رہے لہذا ضروری ہے کہ ایسے اسباب پیدا نہ ہوں جو نزاع تک لے جائیں اسی وجہ سے حضرت سیدنا معاویہ اور آپ کے ساتھیوں کے معاملے میں طعنہ زنی نہ کی جائے اور اتنی بات پر ہی اقتصار کیا جائے جس کے بارے میں نصوص وارد ہوئی ہیں تاکہ اس صلح پر محافظت مکمل رہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن ج 5 ص 211 میں اس حدیث پر یہ باب مقرر کیا: "باب ترك الكلام في الفتن" "فتنہ یعنی مشاجرات صحابہ کے بارے میں کلام ترک کرنے کا باب"۔ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے گویا کہ امام ابوداؤد اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کا بیان گزرا ہے، کچھ شک نہیں ہے یہ آپ رحمہ اللہ کی فقاہت سے ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بڑھاپے کی عمر کا بیان:

رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی اس حالت کا بھی بیان فرمایا یہ اس روایت میں ہے جسے امام بخاری نے اپنی صحیح رقم: 7222-7223 پر اور امام مسلم نے اپنی صحیح رقم: 1821 پر عبدالملک بن عمیر کی حدیث روایت کی وہ حضرت سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لا يزال أمر الناس ماضيا ما وليهم اثنا عشر رجلا ". ثم تكلم النبي -صلى الله عليه وسلم- بكلمة خفيت على فسألت أبي ماذا قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- فقال " كلهم من قريش.

ترجمہ: لوگوں کا امر یعنی خلافت اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ بارہ آدمی اس میں خلیفہ نہ ہو جائیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے آہستہ سے کوئی بات کہی، میں نے اپنے والد سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ میرے والد نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ سارے کے سارے قریش سے ہوں گے۔

یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔آپ نے رقم:821 پر حضرت حصین بن جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت تخریج کی اوراس کے لفظ یہ ہیں:

ان هذا الامر لا ينقضي حتى يمضي فيهم اثنا عشر خليفة.

یہ خلافت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ اس میں بارہ خلیفہ پورے نہ ہوجائیں۔

اسی میں شعبی عن جابر کے طریق سے روایت کے یہ لفظ ہیں:

لا يزال هذا الامر عزيزًا منيعًا الى اثنى عشر خليفة.

بارہ خلیفہ ہونے تک ہمیشہ یہ امر یعنی دین غالب وقوی رہے گا۔

اوراس روایت کی بھی رقم:1822 پر تخریج کی عامر بن سعد بن ابی وقاص کے طریق سے آپ نے کہا:

میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے غلام نافع کے ہاتھ خط لکھا کہ مجھے ایسی بات کی خبر دیجیے جسے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے چنانچہ آپ نے میری طرف لکھا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لا يزال الدين قائما حتى تقوم الساعة. اويكون عليكم اثنا عشر خليفة كلهم من قريش.

ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہوجائے گی یا تم پر بارہ خلفاء ہوں گے جو تمام کے تمام قریش سے ہوں گے۔

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہیں،آپ قریشی بھی ہیں اور بادشاہ بھی بنے اورآپ کے زمانے میں دین غالب وقوی رہاپس یہ حدیث خصوصی طور پرآپ پر منطبق ہوتی ہے۔

شعبی وسماک کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے:

لا يزال هذا الامر -وفي رواية الاسلام- عزيزًا الى اثنى عشر خليفة.

یہ امراورایک روایت میں اسلام بارہ خلفاء ہونے تک ہمیشہ غالب رہے گا۔

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اس غلبہ وقوت کا آغاز رسول اللہ ﷺ کے بعد پہلے خلیفہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا یہاں تک کہ بارہ خلفاء ہوئے پس حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان میں داخل ہوں گے،خاص طور پر جبکہ تمام مسلمانوں کی طرف سے آپ کی بیعت کی گئی اور اس سال کا نام" عام

الجماعۃ" رکھا گیا جیسا کہ یہ بات معلوم ہے۔

لہذا اس حدیث کی بنیاد پر حضرت معاویہ خلیفہ شرعی ہوئے اور آپ کے زمانے میں دین غالب وقوی تھا یہ اس لیے تھا کہ آپ شریعت کے مطابق اور سنت کی تطبیق کے مطابق فیصلہ کرتے ورنہ دین غالب وقوی نہ ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں کون سے صحابہ وتابعین موجود تھے:

امام ابوزرعہ نے کہا: مجھ سے عبدالرحمن بن ابراہیم نے بیان کیا کہا ہم سے ولید نے اوزاعی سے بیان کیا امام اوزاعی نے کہا: میں نے حضرت معاویہ کی خلافت میں رسول اللہ ﷺ کے متعدد صحابہ کرام علیہم الرضوان کو پایا جن میں سے کچھ یہ ہیں: حضرت سیدنا سعد، حضرت سیدنا اسامہ، حضرت سیدنا ابن عمر، حضرت سیدنا زید بن ثابت، حضرت سیدنا مسلمہ بن مخلد، حضرت سیدنا ابوسعید، حضرت سیدنا رافع بن خدیج، حضرت سیدنا ابوامامہ، حضرت انس بن مالک اور جن کے ہم نے نام لیے ان سے کئی گنا زیادہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے، وہ ہدایت کے چراغ اور علم کے برتن تھے، نزول کتاب کے وقت موجود تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کی تفسیر حاصل کی۔ اور اگر اللہ نے چاہا تو احسان کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اتباع کرنے والوں یعنی تابعین میں سے کچھ یہ حضرات تھے: حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت عبدالرحمن بن اسود بن عبدیغوث، حضرت سعید بن مسیب، حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن محیریز اور ان کے ہم مثل لوگ جنہوں نے امت محمد ﷺ کے اجماع سے اپنے ہاتھ نہیں کھینچے۔ (تاریخ ابی زرعہ ص 42، 44)

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 132 پر لکھا: تجھے یہ بات کافی ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک سرحد کا امیر مقرر فرمایا پھر وہ اسی عہدے پر بحال و مکمل طور پر قائم رہے اور لوگ آپ کی سخاوت وحلم سے راضی تھے اگرچہ کچھ لوگوں کو ایک بار آپ سے شکایت ہوئی اور ایسے ہی بادشاہ ہونے چاہیے، اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب آپ سے بہت زیادہ بہتر، افضل اور اصلح موجود تھے، پس اس آدمی نے اپنے کمال عقل، افراط حلم، وسعت نفسی اور دوراندیشی ورائے کی قوت سے عالم کی سیادت وسیاست کی، آپ کے اپنے کچھ خصائل ومعاملات تھے اللہ ہی وعدے کی جگہ حساب لینے والا ہے، آپ اپنی رعایا کے محبوب تھے، شام میں بیس سال نیابت میں کام کیا اور بیس سال خلیفہ بن کر کام کیا۔ آپ کی حکومت میں کسی نے کوئی عیب نہیں لگایا بلکہ امم آپ کی مطیع وفرمانبردار ہوگئیں اور آپ کا حکم عرب وعجم پر چلتا تھا اور آپ کی بادشاہت حرمین شریفین، مصر، شام، عراق، خراسان،

فارس، جزیرہ، یمن اور مغرب وغیرہ تک پھیلی ہوئی تھی۔

عام نصوص کا بیان:

اس مسئلے کی عام نصوص مندرجہ ذیل ہیں:

(1): امام بخاری نے اپنی صحیح رقم: 3608 پر روایت کی:

حدثنا الحکم بن نافع حدثنا شعیب عن الزھری اخبرنی ابوسلمۃ بن عبدالرحمن ان اباھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم: "لاتقوم الساعۃ حتی یقتتل فئتان دعواھما واحدۃ".

"ہم سے حکم بن نافع نے بیان کیا کہا ہم سے شعیب نے بیان کیا وہ زہری سے راوی کہا مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو گروہ آپس میں جنگ نہ کریں اور ان دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا"۔

(2): امام مسلم نے اپنی صحیح رقم: 1065 پر قاسم بن فضل الحدانی کے طریق سے روایت کی:

حدثنا ابو نضرۃ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم: "تمرق مارقۃ عند فرقۃ من المسلمین یقتلھا اولی الطائفتین بالحق".

"ہم سے ابونضرہ نے بیان کیا وہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کی تفریق کے وقت ایک فرقہ جدا ہوگا مسلمانوں کے دو گروہوں میں جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ اس فرقہ کو قتل کرے گا"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ان معاملات کا بیان ہے جو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین ہوئے اور کچھ شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بنسبت حق کے زیادہ قریب تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی جدا ہونے والے فرقے خوارج سے جنگ کرنے والے ہیں۔

اس حدیث میں حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کے صحیح ہونے کا بیان ہے وہ یوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا" اور فرمایا: "دو گروہوں میں سے ایک حق کے زیادہ قریب ہوگا"۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شرح مسلم ج7 ص168 پر فرمایا: اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ دونوں گروہ مومن ہیں وہ اس قتال کے باعث ایمان سے خارج نہیں ہوں گے اور نہ ہی فاسق ہوں گے یہی ہمارا مذہب ہے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج10 ص513 پر لکھا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل شام اور اہل عراق کے دونوں گروہوں پر اسلام کا حکم لگایا جائے گا، ایسے نہیں جیسے فرقہ رافضہ اور جاہل وظالم لوگ اہل شام کی تکفیر کا زعم (باطل گمان) کرتے ہیں۔

ثانی: حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا بیان:

امام بخاری نے اپنی صحیح رقم: 3746 پر روایت تخریج کی:

قال: حدثنا الحسن بن بشر حدثنا المعافی عن عثمان بن الاسود عن ابن ابی ملیکة قال: اوتر معاوية بعد العشاء بركعة وعنده مولى لابن عباس، فاتی ابن عباس فقال: دعه فانه قد صحب رسول الله صلى الله عليه واله وسلم.

"امام بخاری نے فرمایا: ہم سے حسن بن بشر نے بیان کیا کہا ہم سے معافی نے بیان کیا وہ عثمان بن اسود سے وہ ابن ابی ملیکہ سے راوی آپ نے کہا کہ حضرت سیدنا معاویہ نے عشاء کے بعد وتر کی نماز ایک رکعت پڑھی اور آپ کے پاس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا غلام موجود تھا چنانچہ وہ سیدنا ابن عباس کے پاس آیا (اور تمام ماجرا بیان کیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اسے چھوڑ دو! کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں"۔

میں کہتا ہوں: حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہونا مشہور ہے جس کی دلیل یہ اور دیگر روایات ہیں۔ صحابیت کی فضیلت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مقام ومرتبہ کتاب وسنت سے معلوم ہے۔ اس مدعا پر واضح دلائل میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. (الحدید:10)

ترجمہ: تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

یہ آیت تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شامل ہے جس نے فتح مکہ سے قبل اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور جس نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ و جہاد کیا سب سے اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ اپنے مقام حسنیٰ بمعنی جنت کا بیان ہے۔

حضرت سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں جیسا کہ گزر چکا ہے کہ یا تو فتح مکہ سے قبل آپ ایمان لائے یا فتح مکہ کے بعد، لہذا آپ اس آیت میں داخل ہیں۔

ثالث: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے کاتب تھے:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مسند ج1 ص291 پر حدیث تخریج کی:

قال حدثنا عفان ثنا أبو عوانة قال أخبرنا أبو حمزة قال: سمعت ابن عباس رضی الله عنه يقول: كنت غلاما أسعى مع الصبيان قال فالتفت فإذا نبي الله صلى الله عليه وسلم خلفي مقبلا فقلت ما جاء نبي الله صلى الله عليه وسلم الا الى قال فسعيت حتى اختبئ وراء باب دار قال فلم أشعر حتى تناولني قال فأخذ بقفاى فحطأني حطأة قال اذهب فادع لي معاوية وكان كاتبه قال فسعيت فقلت أجب رسول الله صلى الله عليه وسلم فإنه على حاجة.

"امام احمد نے فرمایا: ہم سے عفان نے بیان کیا کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا کہا ہمیں ابوحمزہ نے خبر دی کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک لڑکا تھا، بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ اللہ کے نبی ﷺ میرے پیچھے آرہے ہیں، آپ فرماتے ہیں: میں نے کہا: نبی کریم ﷺ صرف میرے لیے آئے ہیں، آپ کہتے ہیں کہ میں دوڑ کر دروازے کے پیچھے چھپ گیا پھر مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پالیا تو آپ نے مجھے گدی سے پکڑ کر پیار سے زمین پر پچھاڑ دیا اور فرمایا: جاؤ میرے پاس معاویہ کو بلا لاؤ! حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: حضرت معاویہ آپ کے کاتب تھے چنانچہ میں دوڑتا ہوا آپ کے پاس گیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس چلیے! انہیں کوئی کام ہے۔"

امام ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند رقم: 2746 پر اسے روایت کیا، ہشام اور ابوعوانہ، ابوحمزہ القصاب سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کی اصل مسلم شریف

رقم:2604 پر امام مسلم نے شعبہ عن ابی حمزہ عن ابن عباس کے طریق سے روایت کی اور اس میں و کان کاتبہ نہیں ہے اور مسلم کے لفظ زیادہ مکمل ہیں۔

ابوحمزہ وہ عمران القصاب ہیں راجح یہ ہے کہ آپ سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں آپ کے بارے میں امام احمد نے فرمایا: آپ صالح الحدیث ہیں اور امام شعبہ کا آپ سے روایت لینا آپ کو قوی کر دیتا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے آپ کے بارے میں فرمایا: آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھی ہیں۔ یہ ان دلائل میں سے ہے جو آپ کی حضرت ابن عباس سے اتصال کی شہرت پر دلالت کرتی ہے اور اس حدیث میں ابوحمزہ نے آپ سے یہ حدیث سننے کی تصریح کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب ہونا اہل علم کے نزدیک مشہور ہے اور سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی وحی کا کاتب بنانا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بھی کاتب تھے:

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے بھی کتابت کیا کرتے تھے۔ جناب یعقوب بن سفیان نے المعرفۃ والتاریخ ج3 ص373 پر کہا:

ثنا سلیمان ثنا عمر بن علی بن مقدم عن هشام بن عروة عن ابيه قال: دخلت على معاوية فقال لي: مافعل المسلول؛ قال قلت: هو عندي فقال: انا والله خططته بيدي، اقطع ابوبكر الزبير رضي الله عنه ا رضاً فكنت اكتبها قال: فجاء عمر فاخذ ابوبكر-يعني الكتاب- فادخله في ثني الفراش فدخل عمر رضي الله عنه فقال: كانكم على حاجة؛ فقال ابوبكر رضي الله عنه نعم فخرج فاخرج ابوبكر الكتاب فاتممته۔

"ہم سے سلیمان نے بیان کیا کہا ہم سے عمر بن علی بن مقدم نے بیان کیا وہ ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے راوی، کہا: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے فرمایا: مسلول نے کیا کیا؟ کہتے ہیں میں نے کہا: وہ میرے پاس ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے اپنے ہاتھ سے اسے لکھا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو زمین کا حصہ مقرر کیا تو میں لکھ رہا تھا کہ اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر نے

مکتوب لے کر بچھونے کے کنارے میں داخل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے کہا: گویا کہ تم ضروری کام پر ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں تو حضرت عمر چلے گئے تو حضرت ابوبکر نے مکتوب نکالا تو میں نے اس کی تحریر مکمل کی"۔

رابع: صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سیدنا معاویہ کی تعریف کرنا:

(1): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث گزر چکی ہے امام بخاری رقم:3765 نے ابن ابی ملیکہ کے طریق سے ایک روایت کے یہ لفظ ہیں:

قیل لابن عباس: هل لك في امیر المؤمنین معاویة فانه ما اوتر الا بواحدة؛ فقال رضی الله عنه: انه فقیه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: آپ کا امیر المؤمنین معاویہ کے بارے میں کیا خیال ہے کہ وہ صرف ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک وہ فقیہ ہیں۔

(2): امام خلال نے کتاب السنۃ رقم:442،680 پر ہشیم کے طریق سے روایت کی:

عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحیم قال: سمعت ابن عمر یقول: "ما رایت بعد رسول الله صلی الله علیه واله وسلم اسود من معاویة فقیل: ولا ابوك؛ فقال: ابی رحمه الله خیر من معاویة وکان معاویة اسود منه.

عوام بن حوشب نے جبلہ بن سحیم سے روایت کی آپ نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا معاویہ سے زیادہ سخی کوئی نہیں دیکھا، آپ سے کہا گیا اور نہ ہی آپ کے باپ سے زیادہ؟ تو آپ نے فرمایا: میرے باپ رحمہ اللہ سیدنا معاویہ سے بہتر ہیں اور سیدنا معاویہ ان سے زیادہ سخی تھے۔

(3): امام ذہبی نے تاریخ الاسلام ج2 ص544 میں کہا:

بسر بن سعید عن سعد بن ابی وقاص: ما رایت احداً بعد عثمان اقضی بحق من صاحب هذا الباب یعنی معاویة.

"بسر بن سعید، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی شخص حضرت معاویہ سے بہتر حق کیساتھ فیصلہ کرنے والا

نہیں دیکھا"۔

(4): امام ابوزرعہ دمشقی نے اپنی تاریخ ج1 ص572 پر کہا:

اخبرنی عبدالرحمن بن ابراهیم قال حدثنا کعب بن خدیج ابوحارثة -قال ابوزرعة: وقد رایت اباحارثة وجالسته وکان شیخاً صالحاً- قال حدثنا عبدالله بن مصعب بن ثابت عن هشام بن عروة قال: سمعت عبدالله بن زبیر یقول: کان والله - یعنی معاویة- کما قالت ابن رقیقة- یعنی هذه:

الا ابکیه الا ابکیه الا کل الفتی فیه

"مجھے عبدالرحمن بن ابراہیم نے خبر دی کہا ہم سے کعب بن خدیج ابوحارثہ نے بیان کیا: ابوزرعہ نے کہا: میں نے ابوحارثہ کو دیکھا ہے اوران کی مجلس بھی کی ہے وہ شیخ صالح تھے آپ نے کہا: ہم سے عبداللہ بن مصعب بن ثابت نے بیان کیا وہ ہشام بن عروہ سے راوی، آپ نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے جیسے ابن رقیقہ نے کہا یہ کہا:

سنو! میں اس پر روؤں گا، سنو! میں اس پر روؤں گا، آگاہ رہو کہ ساری جوانی اسی میں تھی"۔

(5): امام خلال نے ص438 پر یہ بھی روایت کی:

عن الاعمش عن مجاهد رحمه الله قال: لو رایتم معاویة لقلتم هذا المهدی۔

"امام اعمش نے امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کی آپ نے فرمایا: اگر تم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو یقیناً کہتے: یہ مہدی ہیں"۔

(6): امام احمد نے اپنے مسند ج4 ص93 پر کہا:

حدثنا وکیع حدثنا ابو المعتمر عن ابن سیرین عن معاویة قال: قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم: "لا ترکبوا الخز ولا النمار" قال ابن سیرین: وکان معاویة لا یتهم فی الحدیث عن النبی ﷺ۔

"ہم سے وکیع نے بیان کیا کہا ہم سے ابو معتمر نے بیان کیا وہ ابن سیرین سے وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے راوی آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ریشم یا چیتے کی کھال سواری پر بچھا کر سوار نہ ہونا۔ امام ابن سیرین نے کہا: نبی کریم ﷺ سے حدیث روایت کرنے

میں سیدنا معاویہ متہم نہیں تھے"۔

(7): امام آجری نے الشریعہ ج5 ص2466 رقم:1955 پر روایت کی:

ان رجلاً بمرو قال لابن المبارك :معاوية خير او عمر بن عبد العزيز ؛ قال:فقال ابن المبارك :تراب دخل انف معاويه رضی الله عنه مع رسول الله صلی الله عليه واله وسلم خير- او افضل- من عمر بن عبد العزيز.

"مرو کے ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کہا: سیدنا معاویہ بہتر ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ رہتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ناک میں جو مٹی داخل ہوئی وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے یا کہا افضل ہے"۔

(8): خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج1 ص209 پر رباح بن جراح الموصلی کے طریق سے روایت کی:

قال:سمعت رجلاً يسال المعافي بن عمران فقال: يا ابا مسعود اين عمر بن عبد العزيز من معاوية بن ابی سفيان ؛فغضب من ذلك غضباً شديداً وقال: لا يقاس باصحاب رسول الله صلی الله عليه واله وسلم احد،معاوية صاحبه،وصهره،وكاتبه وامينه على وحی الله عزوجل.

"رباح بن جراح موصلی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت معافی بن عمران سے سوال کرتے ہوئے ایک آدمی کو سنا: اس نے کہا: اے ابو مسعود! حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے مقابلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کہاں ہیں (یعنی ان کا مقام و مرتبہ کتنا ہے؟) پس حضرت معافی بن عمران اس بات سے شدید غضبناک ہوئے اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مقابلے میں کسی کو قیاس نہ کیا جائے۔ سیدنا معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کے بھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی وحی کے امین ہیں"۔

میں کہتا ہوں: پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی یزید کی وفات کے بعد بعض عمال شام پر حاکم مقرر کیا تھا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کو پورے ملک شام کا حکمران مقرر کیا تھا۔ یہ جناب شیخین حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک سیدنا معاویہ رضی اللہ

عنہ کی فضلیت کی دلیل ہے۔
صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف کی ہے بعض صحابہ وتابعین کی کچھ روایات آنے والے عنوان کے تحت آئیں گی۔

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور بعض اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کا بیان:

امام محمد بن نصر نے اپنی کتاب "تعظیم قدر الصلاۃ" ج 2 ص 134 پر کہا کہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ باغیوں کے مقتولین کے والی ہوئے اور آپ نے نبی کریم ﷺ سے ان کے متعلق روایت کی جو روایت کی اور ان کا نام مومن رکھا اور مومنین کے احکام کیساتھ حکم لگایا اور ایسے ہی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کیا۔

حدثنا اسحاق بن ابراهيم انا يحيى بن آدم ثنا مفضل بن مهلهل عن الشيباني عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب قال: كنت عند علي حين فرغ من قتال اهل النهروان فقيل له :امشركون هم ؟!قال :من الشرك فروا فقيل :منافقون؟ قال:المنافقون لايذكرون الله الا قليلاً. قيل :فماهم ؟قال قوم بغوا علينا فقاتلناهم.

''ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا کہا ہمیں یحیی بن آدم نے خبر دی کہا مفضل بن مہلہل نے ہم سے بیان کیا وہ شیبانی سے وہ قیس بن مسلم سے وہ طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں آپ نے کہا: جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اہل نہروان سے جنگ کر کے فارغ ہوئے تو میں آپ رضی اللہ عنہ کیساتھ تھا چنانچہ حضرت علی سے کہا گیا: کیا وہ مشرک ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ شرک سے تو بھاگے ہیں۔ عرض کیا گیا: کیا وہ منافق ہیں؟ آپ نے فرمایا: منافقین اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں، آپ سے کہا گیا: پھر وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس قوم نے ہم پر بغاوت کی تو ہم نے ان سے قتال کیا''۔

حدثنا اسحاق انا وكيع عن مسعر عن عامر بن شقيق عن ابي وائل قال: قال رجل: من دعا الى البغلة الشهباء يوم قتل المشركين. فقال علي: من الشرك فروا (قال: المنافقون) قال: ان المنافقين لا يذكرون الله الا قليلا. قال فما هم ؛ قال قوم بغوا علينا فقاتلناهم فنصرنا عليهم.

''ہم سے اسحاق نے بیان کیا کہا ہمیں وکیع نے خبر دی وہ مسعر سے وہ عامر بن شقیق سے وہ ابووائل سے روایت کرتے آپ نے کہا: ایک آدمی نے کہا: کون ہے جس نے سفید خچر کی طرف مشرکین کے قتل کے دن بلایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ شرک سے تو بھاگے ہیں اس نے کہا: وہ منافق ہیں فرمایا: منافقین اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں، اس نے کہا: وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس قوم نے ہم پر بغاوت کی تو ہم نے ان سے قتال کیا چنانچہ ان کے خلاف ہماری مدد کی گئی''۔

حدثنا وکیع ثنا ابن ابی خالد عن حکیم بن جابر قال: قالوا لعلی حین قتل اهل النهروان: امشرکون هم؟ قال: من الشرك فروا قیل: فمنافقون؟ قال: المنافقون لایذکرون الله الا قلیلا، قیل: فما هم؟ قال: قوم حاربونا فحاربناهم وقاتلونا فقاتلناهم۔

''ہم سے وکیع نے بیان کیا کہا ہم سے ابن ابی خالد نے بیان کیا وہ حکیم بن جابر سے راوی ہیں، کہا: اہل نہروان کے قتل کے دن لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا: کیا وہ مشرک ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ شرک سے بھاگے ہیں، کہا گیا: پھر تو وہ منافق ہیں؟ فرمایا: منافقین بہت تھوڑا ذکر کرتے ہیں، کہا گیا: پھر وہ کون ہیں؟ فرمایا: اس قوم نے ہم سے جنگ کی تو ہم نے بھی ان سے جنگ کی اور انہوں نے ہم سے قتال کیا تو ہم نے بھی ان سے قتال کیا''۔

حدثنا اسحاق انا ابو نعیم ثنا سفیان عن جعفر بن محمد عن ابیه قال: سمع علی یوم الجمل اویوم صفین رجلا یغلو فی القول فقال: لاتقولوا انما هم قوم زعموا ان بغینا علیهم وزعمنا انهم بغوا علینا فقاتلناهم فذکر لابی جعفر انه اخذ منهم السلاح فقال: ما کان اغناه من ذلك۔

''ہم سے اسحاق نے بیان کیا کہا ہمیں ابونعیم نے خبر دی کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا وہ جعفر بن محمد سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل یا جنگ صفین کے دن ایک ایسے آدمی کو سنا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مدمقابل قتال کرنے والوں کے بارے میں غلو کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا: انہیں ایسا نہ کہو بات صرف یہ ہے کہ اس قوم نے یہ گمان کیا کہ ان پر بغاوت کی گئی اور ہم نے یہ گمان کیا کہ ہم پر بغاوت کی گئی جس

کے نتیجے میں ہم نے ایک دوسرے سے جنگ کی۔امام ابوجعفر باقر رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا گیا کہ انہوں نے ہتھیار اٹھالیے تو آپ نے فرمایا: ان کا اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا''۔

حدثنا محمد بن یحیی ثنا احمد بن خالد ثنا محمد بن راشد عن مکحول ان اصحاب علی سالوہ عن من قتل من اصحاب معاویۃ ما ھم؟ قال: ھم المؤمنون۔

''ہم سے محمد بن یحییٰ نے بیان کیا کہا ہم سے احمد بن خالد نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن راشد نے بیان کیا وہ مکحول سے راوی ہیں کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے آپ کے اصحاب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے متعلق پوچھا جو جنگ صفین میں قتل کردیئے گئے وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ مومن ہیں''۔

حدثنا محمد بن یحیی ثنا احمد بن خالد ثنا عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمۃ عن عبدالواحد بن ابی عون قال: مر علی وھو متکئی علی الاشتر علی قتلی صفین فاذا حابس الیمانی مقتول فقال الاشتر: انا للہ وانا الیہ راجعون حابس الیمانی معھم یاامیر المؤمنین! علیہ علامۃ معاویۃ اما واللہ لقد عھدتہ مؤمنا فقال علی: والآن ھو مؤمن قال: وکان حابس رجلاً من اھل الیمن من اھل العبادۃ والاجتھاد۔

''ہم سے محمد بن یحییٰ نے بیان کیا کہا ہم سے احمد بن خالد نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے بیان کیا وہ عبدالواحد بن ابوعون سے راوی ہیں آپ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت اشتر کیساتھ سہارا لگائے ہوئے جنگ صفین کے مقتولین کے پاس سے گزرے تو اچانک حضرت حابس یمانی کو مقتول پایا تو حضرت اشتر نے کہا: اناللہ وانا الیہ راجعون، اے امیرالمؤمنین! حابس یمانی ان کیساتھ تھا اس پر حضرت معاویہ کی علامت ہے، اللہ کی قسم! میں نے تو اس سے عہد لیا تھا کہ وہ مومن رہے گا۔پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب بھی وہ مومن ہے۔راوی کا بیان ہے کہ حضرت حابس یمن کے ایک آدمی تھے جو عبادت و ریاضت کرنے والوں میں سے تھے''۔

حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن عبید ثنا مختار بن نافع عن ابی مطر قال: قال علی: متی ینبعث اشقاھا؟ قیل: من اشقاھا؟ قال: الذی یقتلنی فضربہ ابن ملجم بالسیف فوقع براس علی وھم المسلمون بقتلہ قال: لاتقتلوا الرجل فان برئت

فالجروح قصاص وان مت فاقتلوه فقال: انك ميت قال: وما يدريك ؟ قال: كان سيفي مسموماً۔

''ہم سے محمد بن یحییٰ نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا کہا ہم سے مختار بن نافع نے بیان کیا وہ ابومطر سے راوی آپ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کب اٹھے گا سب سے بڑا بدبخت ؟ کہا گیا: سب سے بڑا بدبخت کون ہے ؟ آپ نے فرمایا: جو مجھے قتل کرے گا چنانچہ ابن ملجم نے آپ کو تلوار ماری جو حضرت علی کے سر پر لگی اور لوگوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: اس آدمی کو قتل نہ کرو! اگر میں ٹھیک ہوگیا تو زخموں کا قصاص ہوگا اور اگر میں وفات پا گیا تو تم اسے قتل کر دینا، ابن ملجم نے کہا: آپ تو وفات پانے والے ہیں، آپ نے فرمایا: تو کیسے جانتا ہے؟ اس نے کہا: میری تلوار زہر آلود تھی''۔

حدثنا محمد بن يحيى ثنا محمد بن عبيد ثنا الحسن - وهو ابن الحكم النخعي - عن رياح بن الحارث قال: انا بوادي الظبي وان ركبتي لتكاد تمس ركبة عمار بن ياسر فاتى رجل فقال: كفر - والله - اهل الشام فقال عمار: لاتقل ذلك قبلتنا واحدة ونبينا واحد ولكنهم قوم مفتونون فحق علينا قتالهم حتى يرجعوا الى الحق۔

''محمد بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا کہا ہمیں محمد بن عبید نے بیان کیا کہا ہم سے حسن ابن الحکم النخعی نے بیان کیا وہ ریاح بن حارث سے راوی ہیں، آپ نے کہا: میں وادی الظبی میں تھا، قریب تھا کہ میرا گھٹنا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے کو مس کرتا، ایک آدمی آیا اس نے کہا: اللہ کی قسم ! اہل شام نے کفر کیا، حضرت عمار نے فرمایا: ایسی بات نہ کہو! ہمارا قبلہ ایک ہے ہمارے نبی ایک ہیں لیکن بات یہ ہے وہ ایسی قوم ہے جو فتنے میں ڈالی گئی تو ہم پر لازم ہوگیا تھا کہ ان کیساتھ جنگ کریں یہاں تک کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں''۔

حدثنا محمد بن يحيى ثنا قبيصة ثنا سفيان عن الحسن بن الحكم عن رياح بن الحارث عن عمار بن ياسر قال: ديننا واحد وقبلتنا واحدة ودعوتنا واحدة ولكن قوم بغوا علينا فقاتلناهم۔

''ہم سے محمد بن یحییٰ نے بیان کیا کہا ہم سے قبیصہ نے بیان کیا کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا وہ

حسن بن حکم سے وہ ریاح بن حارث سے وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہمارا دین ایک ہے، ہمارا قبلہ ایک ہے، ہمارا دعویٰ ایک ہے لیکن اس قوم نے ہم سے بغاوت کی تو ہم نے ان سے قتال کیا"۔

حدثنا ھارون بن عبداللہ ثنا محمد بن عبید ثنا مسعر عن ثابت بن ابی الھذیل قال: سالت ابا جعفر عن اصحاب الجمل؟ فقال: مؤمنون، او قال: لیسوا کفاراً۔

"ہم سے ہارون بن عبداللہ نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا وہ ثابت بن ابوہذیل سے راوی آپ نے کہا: میں نے ابوجعفر (حضرت امام باقر) سے جنگ جمل والوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ مومن ہیں یا آپ نے فرمایا: وہ کافر نہیں ہیں"۔

حدثنا ھارون ثنا یعلی ثنا مسعر عن ثابت بن ابی الھذیل عن ابی جعفر نحوہ۔

"ہم سے ہارون نے بیان کیا کہا ہم سے یعلی نے بیان کیا کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا وہ ثابت بن ابوہذیل سے وہ حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں"۔

حدثنا محمد بن یحیی ثنا یعلی ثنا مسعر عن ثابت بن ابی الھذیل قال: سالت ابا جعفر عن اصحاب الجمل؟ فقال: مؤمنون، ولیسوا کفارا۔

"ہم سے محمد بن یحییٰ نے بیان کیا کہا ہم سے یعلی نے بیان کیا کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا وہ ثابت بن ابوہذیل سے راوی آپ نے فرمایا: میں نے امام ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل والوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ مؤمن ہیں، کافر نہیں ہیں"۔

حضرت امام حسن، امام حسین، دیگر اہل بیت اور باقی صحابہ کرام کا سیدنا معاویہ کی بیعت کرنے کا بیان:

اس فصل کے تحت کئی مسائل بیان ہوں گے:

اول: حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے اختیار سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی نہ کہ مجبور ہو کر، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت امام حسن کے پاس اہل عراق کے کئی لشکر موجود تھے جنہوں نے آپ کے والد سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وفات کے بعد آپ کی بیعت ونصرت کی، آپ کو تو صرف شریر لوگوں کے ایک چھوٹے سے گروہ نے پریشان کیا اور یہ شریر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ایسے مواقع کا فائدہ اٹھاتے

ہوئے کچھ لوگوں کو دوسرے لشکر کیساتھ ملا لیتے ہیں۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس اتنی قوت ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے مجبوراً بیعت نہیں کی بلکہ اپنے اختیار سے بیعت کی کیونکہ آپ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ مسلمانوں کا خون بہے اور ان کے مابین جدائی ہو ورنہ آپ طاقت رکھتے تھے کہ جنگ جاری رکھتے یا کم ازکم آپ خاموشی اختیار فرماتے اور سیدنا معاویہ سے بیعت نہ کرتے، اور کچھ شک نہیں امام حسن رضی اللہ عنہ اپنی وفات تک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر قائم رہے۔

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت امام حسن کیساتھ ان کے بھائی حضرت امام حسین اور باقی اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب نے سیدنا معاویہ کی بیعت کی تو کیا یہ سارے کے سارے بھی مجبور تھے؟! ہاں اتنی بات ہے کہ بعض حضرات نے سیدنا امام حسن کے خلافت سے علیحدہ ہونے کو ناپسند کیا لیکن جب انہوں نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا سیدنا معاویہ کی بیعت کا عزم مصمم دیکھا تو انہوں نے حضرت امام حسن کی اتباع کرتے ہوئے حضرت معاویہ کی بیعت کی۔ سیدنا معاویہ کی بیعت پر لوگوں کے اکٹھے ہونے کی وجہ سے اس سال کا نام "عام الجماعۃ" رکھا گیا۔

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی اس بیعت پر قائم رہے یہاں تک کہ سیدنا معاویہ وفات پا گئے اور یہ بیس سال کی مدت تھی اور آپ یعنی امام حسین نے صرف یزید علیہ ماعلیہ کے دور میں ہی خروج فرمایا کیونکہ آپ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار فرمایا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اختتام تھا اور آپ کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا گیا تو بعض صحابہ بیعت سے رک گئے جن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے اور اپنے اسی فیصلے پر قائم رہے حتی کہ آپ اپنے تھوڑے سے ساتھیوں کیساتھ نکلے جن میں اکثریت آپ کی اہل بیت میں سے تھی، کوفہ کے شیعہ نے آپ کی بیعت ونصرت کا وعدہ کرکے آپ کو دھوکہ دے کر آپ کو پریشان کیا جس کے نتیجے میں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

پس یہ معاملہ سیدنا امام حسن کا سیدنا معاویہ کی بیعت سے کہاں ہوا؟ جب کہ لشکر آپ کے حکم کے ماتحت تھے اور آپ کے سامنے حاضر تھے وہ قتال کرتے اور آپ کا دفاع کرتے۔ اسی وجہ سے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی نہیں کہا نہ اپنے گھر والوں سے نہ ہی دوسرے لوگوں سے کہ آپ نے مجبوراً بیعت کی، یہ بات ہر اس شخص پر ظاہر ہے جس نے ان واقعات کی تاریخ پڑھی ہے۔

ثانی: گذشتہ تقریر میں ان لوگوں کا رد ہے جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں یہاں تک کہ

انہیں کافر قرار دیتے ہیں تو کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ امام حسن اور امام حسین اور ان کے ساتھی ایسے آدمی کی بیعت کریں جو کافر ہو؟ معاذ اللہ! یہ بات کبھی بھی نہیں ہوسکتی۔

ثالث: لوگوں کی بیعت و اتفاق کی وجہ سے حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جب خلافت کے والی ہوئے تو دین اسلام کے متعلقہ معاملات میں لوگوں کے معاملے میں کسی بڑی چیز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، شعائر اسلامیہ ظاہر تھے، دین قائم تھا، اذان بلند ہوتی تھی، نماز قائم کی جاتی تھی، زکوۃ قبول کی جاتی تھی، لوگ روزے رکھتے تھے، شعائرِ حج قائم کیے جاتے تھے، جب سیدنا معاویہ خود حج پر نہ جاتے تو کوئی حج کا امیر مقرر کرتے جس کی قیادت میں لوگ ارکان حج ادا کرتے، بلکہ جہاد بھی جاری تھا اور رومیوں سے جنگ جاری تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کیساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت غزوہ قسطنطنیہ میں شریک ہوئی حتی کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو آپ کی وصیت کے مطابق قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے دفن کیا گیا یہ اس وقت کی بات ہے جب رومیوں سے جنگ جاری تھی۔

اس میں رد بلیغ ہے اس شخص کا جو سیدنا معاویہ کے بارے میں طعنہ زنی کرتا ہے، اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ ان لوگوں کا گمان ہے تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یہ شعائر معطل کر دیتے اور اذان دینے، نماز قائم کرنے اور روزہ رکھنے سے منع کر دیتے اور زکوۃ کو ٹیکس سے بدل دیتے حج قائم نہ کرتے اور نہ ہی جہاد کے لیے لشکروں کو بھیجتے۔

رابع: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اختلاف وقتال کے باوجود رومیوں سے مدد نہیں مانگی اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ان سے تعاون طلب کیا، حضرت سیدنا معاویہ کو اس بات سے کس نے روکا؟ آپ کے دین واسلام نے! پھر وہ مسلمان کے خلاف کافر سے کیسے مدد لے سکتے ہیں؟ ورنہ اس معاملے کے لیے سوائے آپ کی دینداری کے کوئی چیز رومیوں سے مدد لینے سے مانع نہیں تھی؟۔

خامس: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا فقیہ ہونا اور حدیث روایت کرنا:

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہل علم صحابہ کرام میں سے ہیں۔ اس امت کے عالم اور ترجمان قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ فقیہ ہیں۔ جیسا کہ یہ روایت گزر چکی ہے۔

امام خلال نے السنۃ ص438 پر روایت تخریج کی اور کہا:

اخبرنا محمد بن حطین قال: حدثنا محمد بن زنبور قال: قال الفضیل: اوثق عملی فی

نفسی حب ابی بکر و عمر و ابی عبیدۃ بن الجراح وحبی اصحاب محمد علیہم السلام جمیعاً وکان یترحم علی معاویۃ ویقول: کان من العلماء من اصحاب محمد علیہ السلام۔

''ہمیں محمد بن حطین نے خبر دی کہا ہم سے محمد بن زنبور نے بیان کیا کہا فضیل نے کہا: مجھے اپنے جس عمل پر اعتماد ہے وہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت محمد ﷺ کے سب صحابہ کرام سے محبت کرنا ہے۔ حضرت فضیل، حضرت معاویہ کے لیے رحمت کی دعا کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت معاویہ، حضرت محمد ﷺ کے علماء صحابہ میں سے تھے''۔

میں کہتا ہوں: یہ حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ اپنے زمانے کے قابل قدر لوگوں میں سے تھے، آپ زہد وعبادت سے مشہور ہیں اور آپ تبع تابعین کے طبقہ میں سے ہیں۔

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم وفقہ کی دلیل، آپ سے مروی مسائل وفتاوی ہیں جو مشہور ہیں اہل علم کی کتب میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ان شاء اللہ! ان بعض مسائل کا ذکر آگے آئے گا۔

ابن حزم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے اہل فتوی صحابہ کے درجہ متوسطہ کے ضمن میں حضرت معاویہ کو شامل کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ صاحب روایت صحابی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ سے حدیث روایت کیا کرتے تھے۔

حافظ ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''معرفۃ الصحابۃ'' ج5 ص2497 پر ان صحابہ وتابعین کا تذکرہ کیا جنہوں نے حضرت معاویہ سے روایت کی۔

حافظ ابونعیم اصبہانی نے فرمایا: حضرت معاویہ سے درج ذیل صحابہ نے حدیث روایت کی: حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابودرداء، حضرت جریر، حضرت نعمان، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت وائل بن حجر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم۔

آپ سے درج ذیل تابعین نے حدیث روایت کی: حضرت سعید بن مسیب، حضرت علقمہ بن وقاص، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت عیسیٰ بن طلحہ، حضرت حمید بن عبدالرحمن، حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت قاسم بن محمد اور دیگر حضرات تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ابن حزم نے ذکر کیا کہ آپ نے نبی کریم ﷺ سے ایک سو تریسٹھ (163) احادیث روایت کیں جیسا

کہ آپ کے رسالہ "اسماء الصحابۃ الرواۃ وما لکل واحد من العدد" ص 277 میں ہے۔

ابن وزیر الیمانی نے "العواصم والقواصم" میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی احادیث ذکر کر کے ان کے متعلق تفصیلی گفتگو کی جس کا خلاصہ آپ نے اپنی کتاب "الروض الباسم" میں ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کا کلام آگے آئے گا۔

آپ کے علم کے دلائل میں سے وہ روایات ہیں جن میں آپ سے فتاویٰ، دعوت الی اللہ کا قیام اور انکار منکر منقول ہے ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

(1): سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مروی پہلی روایت:

امام بخاری نے رقم: 578 پر محمد بن جعفر کے طریق سے روایت کی:

قال: حدثنا شعبة عن ابی التیاح قال: سمعت حمران بن ابان یحدث عن معاویة رضی اللہ عنه قال: انکم لتصلون صلاۃ لقد صحبنا رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم فما رایناه یصلیها ولقد نهی عنها یعنی الرکعتین بعد العصر۔

''محمد بن جعفر نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا وہ ابو التیاح سے راوی آپ نے کہا میں نے حمران بن ابان سے سنا کہ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے فرمایا: بے شک تم نماز پڑھتے ہو، کچھ شک نہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں تو ہم نے آپ ﷺ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور کچھ شک نہیں کہ آپ ﷺ نے اس نماز یعنی عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے منع فرمایا ہے''۔

(2): دوسری روایت:

امام بخاری نے صحیح بخاری رقم: 5932 پر کہا:

حدثنا إسماعيل قال حدثني مالك عن ابن شهاب عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف: أنه سمع معاوية بن أبي سفيان عام حج وهو على المنبر وهو يقول وتناول قصة من شعر كانت بيد حرسي أين علماؤكم؟ سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم ينهى عن مثل هذه ويقول: إنما هلكت بنو إسرائيل حين اتخذ هذه نساؤهم.

''ہم سے اسماعیل نے بیان کیا کہا مجھ سے مالک نے بیان کیا وہ ابن شہاب سے وہ حمید بن

عبدالرحمن بن عوف سے روایت کرتے ہیں، آپ نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان کو حج کے سال منبر پر فرماتے ہوئے سنا، انہوں نے بالوں کی وگ آگے کی جو ایک سپاہی کے ہاتھ میں تھی اور فرمایا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کی چیزوں سے منع کرتے ہوئے سنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: بنی اسرائیل اس وقت ہلاکت کا شکار ہوئے تھے جب ان کی عورتوں نے انہیں استعمال کرنا شروع کیا تھا''۔

اسے امام مسلم نے بھی اپنی صحیح رقم: 2127 پر روایت کیا ہے۔

(3): تیسری روایت:

امام احمد نے مسند احمد ج 4 ص 96 پر ابن جریج کے طریق سے روایت کی:

قال أخبرني عمر بن عطاء بن أبي الخوار: ان نافع بن جبير أرسله إلى السائب بن يزيد بن أخت نمر يسأله عن شيء رآه منه معاوية في الصلاة فقال نعم صليت معه الجمعة في المقصورة فلما سلم قمت في مقامي فصليت فلما دخل أرسل الي فقال لا تعد لما فعلت إذا صليت الجمعة فلا تصله بصلاة حتى تتكلم أو تخرج فان نبي الله صلى الله عليه وسلم أمر بذلك لا توصل صلاة بصلاة حتى تخرج أو تتكلم۔

''ابن جریج نے کہا: مجھے عمر بن عطاء بن ابی الخوار نے خبر دی کہ حضرت نافع بن جبیر نے مجھے حضرت سائب بن یزید بن اخت نمر کے پاس یہ سوال پوچھنے کی غرض سے بھیجا کہ کیا آپ نے حضرت معاویہ سے نماز کے بارے میں کوئی چیز دیکھی ہے؟ حضرت سائب بن یزید نے فرمایا: ہاں میں نے آپ کیساتھ جمعہ کی نماز مقصورہ میں پڑھی پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ کھڑا ہو کر نماز (یعنی سنتیں) پڑھنے لگا۔ جب حضرت معاویہ اندر چلے گئے تو مجھے بلا کر فرمایا: جو تو نے کیا ہے ایسا دوبارہ نہ کرنا، جب تم جمعہ کی نماز پڑھ چکو تو اس کے ساتھ ہی دوسری نماز نہ پڑھنا یہاں تک کہ تو کوئی بات نہ کر لے یا وہاں سے ہٹ نہ جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے کہ نماز کو نماز کیساتھ نہ ملاؤ حتی کہ تم وہاں سے ہٹ جاؤ یا بات کر لو!''۔

ابن جریج نے کہا مجھے عمر بن عطاء بن ابی الخوار نے خبر دی۔

امام مسلم نے رقم: 883 پر ابن طریق سے روایت کی کہا: مجھے عمرو بن عطاء نے خبر دی۔

(4): چوتھی روایت:

امام احمد نے مسند ج4 ص100 پر روایت کی:
قال: حدثنا مروان بن معاوية الفزاری حدثنا حبیب بن الشهيد عن ابی مجلز قال:خرج معاوية فقاموا له فقال:سمعت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم يقول:"من سره ان يتمثل له الرجال قياما فليتبوا مقعده من النار".
''امام احمد نے فرمایا ہم سے مروان بن معاویہ فزاری نے بیان کیا کہا ہم سے حبیب بن شہید نے بیان کیا وہ ابومجلز سے راوی آپ نے کہا کہ حضرت معاویہ آئے تو لوگ آپ کے لیے کھڑے ہوگئے تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے لیے لوگ کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔
اسے امام ترمذی نے رقم: 2755 پر قبیصہ عن سفیان عن حبیب کے طریق سے روایت کیا اور کہا: یہ حدیث حسن ہے۔
امام احمد نے اپنی مسند ج4 ص93 پر کہا:
حدثنا اسماعيل حدثنا حبيب بن الشهيد عن ابی مجلز ان معاوية دخل بيتا فيه ابن عامر وابن الزبير فقام ابن عامر وجلس ابن الزبير فقال معاوية: اجلس فانی سمعت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم يقول:"من سره ان يمثل له العباد قياما فليتبوا مقعده فی النار".
''ہم سے اسماعیل نے بیان کیا کہا ہم سے حبیب بن شہید نے بیان کیا وہ ابومجلز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ ایک ایسے گھر میں داخل ہوئے جس میں ابن عامر اور ابن زبیر موجود تھے چنانچہ (آپ آئے تو) ابن عامر کھڑے ہوگئے اور ابن زبیر بیٹھے رہے تو حضرت معاویہ نے فرمایا: آپ بیٹھے رہیے! کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے لیے بندے کھڑے ہوکر استقبال کریں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔
اسے ایک اور مقام ج4 ص91 پر محمد بن جعفر عن شعبہ عن حبیب کے طریق سے اسی کی مثل روایت کی۔

(5): پانچویں روایت:

امام ابوداؤد نے اپنی سنن رقم:2074 پر روایت کیا اور کہا:

حدثنا محمد بن يحيى بن فارس حدثنا يعقوب بن إبراهيم حدثنا أبي عن ابن إسحاق حدثني عبد الرحمن بن هرمز الأعرج أن العباس بن عبد الله بن العباس أنكح عبد الرحمن بن الحكم ابنته وأنكحه عبد الرحمن ابنته وكانا جعلا صداقا فكتب معاوية إلى مروان يأمره بالتفريق بينهما وقال فى كتابه هذا الشغار الذى نهى عنه رسول الله-صلى الله عليه وسلم-.

''ہم سے محمد بن یحیٰی بن فارس نے بیان کیا کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا کہا ہم سے میرے باپ نے بیان کیا وہ ابن اسحاق سے راوی ہیں، کہا مجھ سے عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج نے بیان کیا کہ حضرت عباس بن عبداللہ بن عباس نے عبدالرحمن بن حکم کا اپنی بیٹی سے نکاح کرایا اور عبدالرحمن نے اپنی بیٹی کا نکاح عباس بن عبداللہ سے کرایا اور اس تبادلے کو ہی مہر مقرر کیا (جب یہ بات حضرت امیر معاویہ تک پہنچی) تو حضرت معاویہ نے مروان کی طرف خط لکھ کر حکم دیا کہ وہ ان دونوں کے مابین جدائی کرائے اور حضرت معاویہ نے اپنے خط فرمایا: یہ وہی نکاح شغار ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے''۔

اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند ج4 ص94 پر ابراہیم بن سعد کے طریق سے روایت کی۔

(6): چھٹی روایت: شان امام حسن بزبان حضرت معاویہ:

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند ج4 ص93 پر کہا:

ثنا هاشم بن القاسم ثنا جرير عن عبد الرحمن بن عوف الجرشى عن معاوية قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمص لسانه أو قال شفته يعنى الحسن بن على صلوات الله عليه وانه لن يعذب لسان أو شفتان مصهما رسول الله صلى الله عليه وسلم.

''ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا کہا ہم سے جریر نے بیان کیا وہ عبدالرحمن بن عوف الجرشی سے راوی وہ سیدنا معاویہ سے راوی، آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی زبان یا کہا: ہونٹ چوستے تھے۔ اور اس زبان یا ہونٹوں کو ہرگز عذاب نہیں دیا جائے گا جسے اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چوسا ہو"۔

(7): ساتویں روایت:

امام احمد نے اپنی مسند ج 4 ص 94 پر روایت کی:

ثنا علی بن بحر ثنا الولید بن مسلم قال ثنا عبد الله بن العلاء عن أبي الأزهر عن معاوية : انه ذكر لهم وضوء رسول الله صلى الله عليه و سلم وانه مسح رأسه بغرفة من ماء حتى يقطر الماء من رأسه أو كاد يقطر وانه أراهم وضوء رسول الله صلى الله عليه و سلم فلما بلغ مسح رأسه وضع كفيه على مقدم رأسه ثم مر بهما حتى بلغ القفا ثم ردهما حتى بلغ المكان الذي بدأ منه۔

"ہم سے علی بن بحر نے بیان کیا کہا ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا کہا ہم سے عبداللہ بن علاء نے بیان کیا وہ ابوالازہر سے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ نے ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مبارک کرنے کا طریقہ ذکر کیا کہ آپ نے ایک چلو پانی سے اپنے سر کا مسح کیا حتی کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکنے لگے یا قریب تھا کہ قطرے ٹپکتے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کر کے دکھایا پھر جب اپنے سر کا مسح کرنے لگے تو آپ نے اپنی ہتھیلیوں کو اپنے سر کے اگلے حصے پر رکھا پھر انہیں پیچھے گزارا یہاں تک کہ گُدی تک لے گئے پھر دونوں ہاتھوں کو واپس لوٹایا یہاں تک اسی جگہ ہاتھوں کو لے آئے جہاں سے آپ نے ابتداء کی تھی"۔

بعض اہل بیت کرام علیہم الرضوان کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرنا:

اہل بیت کرام علیہم الرضوان کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت لینا آپ کی فضیلت وصداقت کی دلیل ہے اور پیچھے گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت معاویہ سے حدیث روایت کی اور اہل بیت کی آپ سے مروی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند ج 4 ص 97: پر کہا:

حدثني عمرو بن محمد الناقد حدثنا ابو احمد الزبيري حدثنا سفيان عن جعفر بن

محمد عن ابیہ عن ابن عباس عن معاویۃ قال: قصرت عن راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عند المروۃ۔

"مجھ سے عمرو بن محمد ناقد نے بیان کیا کہا ہم سے ابواحمد زبیری نے بیان کیا کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا وہ امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ حضرت عبداللہ بن عباس سے وہ حضرت معاویہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے فرمایا: میں نے مروہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا سر انور قصر کیا"۔

اس حدیث کی اصل امام بخاری نے اپنی صحیح رقم: 1730 پر اس سند سے روایت کی طاؤس عن ابن عباس عن معاویۃ۔

آپ سے روایت کرنے والے اہل بیت میں سے حضرت امام محمد بن علی بن ابی طالب یعنی محمد بن حنفیہ ہیں۔ آپ نے حضرت معاویہ سے احادیث روایت کیں ان میں سے ایک یہ ہے:

امام احمد نے اپنی مسند ج4 ص97 پر کہا:

حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمۃ اخبرنا عبداللہ بن محمد بن عقیل عن محمد بن علی ابن الحنفیۃ عن معاویۃ بن ابی سفیان قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول: "العمری جائزۃ لاھلھا"

"ہم سے عفان نے بیان کیا کہا ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا کہا ہمیں عبداللہ بن محمد بن عقیل نے خبر دی وہ حضرت محمد بن علی ابن الحنفیہ سے وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زمین آباد کرنا وہاں کے رہنے والے کے لیے جائز ہے"۔

سادس: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جہاد کرنا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کیساتھ جہاد کیا۔ آپ بعض غزوات میں حضور ﷺ کیساتھ شریک ہوئے۔

ابن سعد نے طبقات ج7 ص406 پر کہا: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کیساتھ غزوہ حنین اور غزوہ طائف میں شریک ہوئے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت اور اپنی حکومت کے دوران آپ کے

جہادی معاملات:

(1): حضرت معاویہ نے حضرت عثمان غنی سے قبرص کی طرف سمندر میں جنگ کرنے کی اجازت طلب کی اور آپ کو اجازت ملی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر قبرص کو فتح کیا اور یہ وہی غزوہ ہے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

"اول جیش یغزو البحر قد اوجبوا"

''یعنی پہلا لشکر جو سمندر میں جنگ کرے گا اس کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے''۔

امام بخاری نے اپنی صحیح رقم:2934 پر فرمایا:

حدثنی اسحاق بن یزید الدمشقی، حدثنا یحیی بن حمزۃ، ان عمیر بن الاسود حدثه انه اتی عبادۃ بن الصامت رضی الله عنه۔ وهو نازل فی ساحة حمص وهو فی بناء له ومعه ام حرام۔ قال عمیر: فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبی صلی الله علیه واله وسلم یقول:"اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا"قالت ام حرام :قلت یارسول الله انا منهم، قال:"انت منهم"

''مجھ سے اسحاق بن یزید دمشقی نے بیان کیا کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا کہ عمیر بن اسود نے ان سے بیان کیا کہ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جنہوں نے حمص کے ساحل پر پڑاؤ کیا تھا وہ اپنی گھر میں تھے اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر نے کہا: ہم سے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو سمندر میں جنگ کرنے داخل ہوگا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ حضرت ام حرام نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں ان میں ہوں گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تم ان میں ہوگی''۔

بخاری رقم:2799-2800 پر لیث کے طریق سے یوں روایت ہے:

حدثنا یحیی عن محمد بن حیان، عن انس بن مالك عن خالته ام حرام بنت ملحان رضی الله عنها فذکرہ وفیه اول ما رکب المسلمون البحر مع معاویة۔

''ہم سے یحییٰ نے بیان کیا وہ محمد بن حیان سے وہ حضرت انس بن مالک سے وہ اپنی خالہ سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، آگے آپ نے گزشتہ حدیث ذکر کی اور

اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: سب سے پہلا مسلمانوں کا لشکر سمندر میں حضرت معاویہ کیساتھ سوار ہوا"۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج6ص90 پر لکھا: سمندری لشکروں میں سے سب سے پہلے لشکر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شریک ہوئے اور یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں واقعہ ہوا۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس لشکر کے امیر تھے۔

(دیکھیے: تاریخ ابن جریر ج2ص601، تاریخ دمشق لابن عساکر اور البدایہ والنہایہ ج10ص228)

(2): قسطنطنیہ کا پہلا محاصرہ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حکومت میں سنہ 49 ہجری میں ہوا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ لشکر بھیجا تھا جس میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابن زبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوئے۔ (دیکھئے: تاریخ الامم والملوک لابن جریر ج3ص206)

(3): سنہ 54ھ میں قسطنطنیہ کا دوسرا محاصرہ حضرت عبداللہ بن قیس حارثی تحبیبی کی قیادت میں ہوا اور ان کے مددگار حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ تھے اور یہ محاصرہ چھ یا سات سال تک جاری رہا۔

(4): شمالی افریقا کی فتوحات بھی آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سنہ 41ھ میں ہوئیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص والی مصر رضی اللہ عنہ کو شمالی افریقا میں جہاد کرنے کا حکم دیا چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن نافع فہری کی قیادت میں لشکر بھیجا جنہوں نے وہاں کے متعدد شہر فتح کئے جیسے لومیہ، مراقبہ، زناتہ وغیرہم۔

(5): آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی شمالی افریقا میں قیروان شہر کی بنیاد رکھی گئی۔

(6): آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ممالک خراسان وسجستان کے بہت سے شہر فتح ہوئے جیسے بست، خشک اور کابل وغیرہ۔ اس کی ابتداء 42-43ھ میں ہوگئی تھی جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر عبداللہ بن عامر بن کریز نے جناب عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب کو ان علاقوں پر مقرر کیا اور ان علاقوں میں جہاد کا حکم دیا۔

سابع: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا برائیوں سے نفرت کرنا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کتاب وسنت کی پیروی کرنے پر حریص تھے اور کتاب وسنت کی مخالفت کو ناپسند کرتے تھے یہ بات آپ کی مرویات سے واضح وروشن ہوجاتی ہے ان میں سے کچھ احادیث آپ کی فقہ وروایت کے عنوان کے تحت گزر چکی ہیں۔

ثامن: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے صدق وثبت ہونے کا بیان:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی مرویات واخبار میں صادق ہیں اور متہم نہیں ہیں یہ امر آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ومعروف ہے۔

امام خلال نے السنۃ ص 447 پر یہ روایت تخریج کی:

ان الامام احمد سئل عن رجل انتقص معاویة وعمرو بن العاص یقال له: رافضی؟ فقال رحمه الله: انه لم یجترء علیهما الا وله خبیئة سوء۔

''حضرت امام احمد سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی تنقیص کرتا ہے کیا ایسے آدمی کو رافضی کہا جائے؟ تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ ان دونوں بزرگوں پر صرف اس لیے جری ہوا ہے کہ وہ اپنے اندر برائی چھپائے ہوئے ہے''۔

امام نسائی کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ:

حافظ مزی نے تہذیب الکمال ج 1 ص 45 پر ذکر کیا:

ان الحاکم ابو عبدالله قد روی باسناد عن ابی الحسن علی بن محمد القابسی :قال سمعت اباعلی الحسن بن هلال یقول :سئل ابو عبدالرحمن النسائی عن معاوية بن ابی سفیان صاحب رسول الله ﷺ فقال:انما الاسلام کدار لها باب،فباب الاسلام الصحابة،فمن آذی الصحابة انما اراد الاسلام کمن نقر الباب انما یرید دخول الدار ۔قال:فمن اراد معاویة فانما اراد الصحابة۔

''امام ابو عبداللہ حاکم نے اپنی سند سے ابوالحسن علی بن محمد قابسی سے روایت کی کہا میں نے ابوعلی حسن بن ہلال کو کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو عبدالرحمن نسائی سے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اسلام ایک ایسے گھر کی طرح ہے جس کا دروازہ ہو پس اسلام کا دروازہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں لہذا جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تکلیف پہنچائی تو کچھ شک نہیں کہ اس نے اسلام (کی عمارت کو گرانے) کا ارادہ کیا جیسا کہ دروازہ کھٹکھٹانے والا گھر کے اندر داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔آپ نے فرمایا: جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا کچھ شک نہیں کہ اس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا''۔

ابو العباس ابن تیمیہ نے کہا جیسا کہ اس کے جمع کیے ہوئے فتاوی کی ج 35 ص 66 پر ہے:

یہ بات معلوم ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آپس کے جو بھی معاملات ہوئے لیکن حضرت معاویہ کے دوستوں نے نہ ہی آپ سے جنگ کرنے والوں میں سے کسی ایک نے آپ کو نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی تہمت سے متہم نہیں کیا بلکہ تمام صحابہ وتابعین کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ تمام کے تمام رسول اللہ ﷺ پر سچ بولنے والے ہیں اور حضور ﷺ سے روایت کرنے میں مامون ہیں اور منافق، نبی کریم ﷺ پر مامون نہیں بلکہ وہ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے والا اور آپ ﷺ کو جھٹلانے والا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرنے میں حجت وثبت ہیں اس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(1): امام احمد نے اپنی مسند ج 4 ص 99 پر فرمایا:

حدثنا عبد الرحمن بن مهدی عن معاوية بن صالح عن ربيعة بن يزيد عن عبد الله بن عامر اليحصبي قال سمعت معاوية يحدث وهو يقول إياكم وأحاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم الا حديثا كان على عهد عمر وان عمر رضي الله تعالى عنه كان أخاف الناس في الله عز وجل سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: يقول من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين۔

''ہم سے عبدالرحمن بن مہدی نے بیان کیا وہ معاویہ بن صالح سے وہ ربیعہ بن یزید سے وہ عبداللہ بن عامر یحصبی سے راوی، آپ نے کہا میں نے حضرت معاویہ کو بیان کرتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: تم رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنے سے بچو! مگر وہی احادیث بیان کرو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیان کی جاتی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ عزوجل کے معاملے میں لوگوں کو ڈراتے تھے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس کیساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے''۔

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح رقم: 1037 پر روایت کیا۔

(2): امام بخاری نے اپنی صحیح (فتح الباری ج 13 ص 333) میں فرمایا:

قال ابو الیمان: اخبرنا شعیب عن الزهری اخبرنی حمید بن عبد الرحمن سمع معاویة یحدث رهطا من قریش بالمدینة وذکر کعب الاحبار، فقال: ان کان من اصدق هولاء المحدثین الذین یحدثون عن اهل الکتاب، وان کنا مع ذلك لنبلو علیه الکذب۔

''ابوالیمان نے کہا ہمیں شعب نے خبردی وہ زہری سے راوی کہا مجھے حمید بن عبدالرحمن نے خبردی کہ آپ نے حضرت معاویہ کو مدینہ منورہ میں قریش کے ایک گروہ کیساتھ باتیں کرتے ہوئے سنا کہ آپ نے حضرت کعب احبار کا ذکر کیا چنانچہ ان کے بارے میں حضرت معاویہ نے فرمایا: جو لوگ اہل کتاب کے حوالے سے باتیں بیان کرتے ہیں حضرت کعب ان میں سے سب سے زیادہ سچی بات بیان کرنے والے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم نے ان سے غلط بیانیاں بھی سنی ہیں''۔

امام عثمان بن سعید دارمی نے اپنی کتاب ''رد علی المریسی'' (364) پر کہا:

مخالف نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اس نے ابوالصلت کو یہ بات ذکر کرتے ہوئے سنا کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان کا ایک گھر تھا جس کا نام'' بیت الحکمت'' تھا چنانچہ آپ جو بھی حدیث پاتے اس میں ڈال دیتے پھر بعد میں احادیث روایت کی گئیں۔امام دارمی کہتے ہیں: اس حکایت کو نہ تو ہم نے جانا اور نہ ہی ہم نے اسے روایات میں پایا پس ہم نہیں جانتے کہ ابوالصلت نے کس شخص سے یہ روایت کی ہے کیونکہ وہ ثقہ سے روایت نہیں لاتے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے قلیل روایت کرنے والوں میں سے مشہور ہیں اگر آپ چاہتے تو زیادہ روایات بیان کرسکتے تھے مگر آپ اس سے بچتے تھے اور لوگوں کی طرف آگے بڑھ کر انہیں رسول اللہ ﷺ پر بہت زیادہ باتیں بیان کرنے سے روکتے تھے حتیٰ کہ آپ فرمایا کرتے تھے: رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے روایات کرنے سے بچو! مگر جن کا تذکرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا ہو کیونکہ حضرت عمر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے معاملے میں خوف دلاتے تھے۔

ابن صالح نے اس روایت کو ہم سے بیان کیا وہ معاویہ بن صالح سے راوی ہیں اور آپ نے اسی سند سے روایت بیان کی۔

معارض کی طرف سے یہ اعتراض بہت زیادہ ہوا کہ کہ لوگ غیر ثبت آدمی سے بھی احادیث جمع کیا کرتے تھے پھر انہیں رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بیان کرتے تھے، اگر حضرت معاویہ اس مذہب کو حلال سمجھتے

تو اپنی طرف سے باتیں بنا کر رسول اللہ ﷺ کی جانب جھوٹ منسوب کر سکتے تھے چنانچہ یہ روایات آپ سے قبول بھی کر لی جاتیں کیونکہ لوگ جانتے تھے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں اور لوگ یہ خیال کر کے آپ کی روایات قبول کر لیتے کہ آپ عوام الناس میں سے کسی دوسرے کے قول کو رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹا منسوب نہیں کریں گے (حضرت معاویہ اگر معاذ اللہ برے آدمی ہوتے تو ایسا کر سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا جو آپ رضی اللہ عنہ کے عادل ہونے کی واضح دلیل ہے۔)

جو تو نے ابو الصلت کے حوالے سے بیان کیا اس کی تکذیب کی یہ دلیل ہے کہ حضرت معاویہ نبی کریم ﷺ کے کاتب ہونے کے باوجود قلیل روایت کرتے ہیں۔امام دارمی کا کلام ختم ہوا۔

علامہ ابن الوزیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ آپ ان احادیث کی روایت میں منفرد نہیں ہیں چنانچہ آپ نے العواصم والقواصم ج 3 ص 163 پر لکھتے ہیں:

ان قواعد کے بعد میں تیرے لیے وہ باتیں ذکر کرتا ہوں جو آپ رضی اللہ عنہ کی صداقت کو واضح کریں گی کتب ستہ کے حوالے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کا بیان ہوگا تا کہ اس سے تین چیزیں پہچان لی جائیں:

(1): حضرت معاویہ اپنی مرویات میں منفرد نہیں ہیں۔

(2): آپ قلیل الروایت ہیں۔

(3): آپ کی مرویات میں نکارت نہیں پائی جاتی۔

پھر آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی احادیث ذکر کیں اور آپ کی مرویات کی متابعت میں دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مرویات کو بیان کیا پھر ج 3 ص 207 پر کہا: میری معرفت کے مطابق حضرت معاویہ کی یہ وہ تمام روایات ہیں جو کتب ستہ اور مسند احمد میں موجود ہیں جن کا مجموعہ ساٹھ احادیث جو آپ سے صحیح سند سے مروی ہیں اور جو صحیح سند سے مروی نہیں۔آپ سے مروی چار صحیح احادیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔یہاں تک کہ آپ نے کہا: آپ کی طویل مدت اور کثرت مخالطت کو دیکھا جائے تو آپ بہت ہی کم روایت کرنے والے ہیں اور آپ سے صحیح طور پر مرویات میں کوئی ایسی چیز نہیں جو شک و تہمت کو ثابت کرے۔

آپ نے "الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ﷺ" ج 2 ص 523-543 پر لکھا:

تیسرا گروہ: حضرت معاویہ، حضرت مغیرہ، حضرت عمرو بن عاص اور وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اوہام میں

گزر چکا ہے کیونکہ بہت سے شیعہ نے ان تین حضرات پر ایسے قرائن کا اظہار کیا ہے جو تاویل پر دلالت کرتے ہیں اور شیعہ نے ان حضرات کی صحیح قرار دی گئی احادیث پر اعتراض کیا جو کتب صحاح میں موجود ہیں جیسے بخاری و مسلم۔

اور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ یہ حضرات اہل تاویل واجتہاد وصدق میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے محتمل امور کی تاویل کا اظہار کیا اور باطن کا علم تمام لوگوں سے محجوب ہے اور فریقین نے اس میں بیان کیا جس کی یہ مختصر گنجائش نہیں رکھتی اور ہمارا ارادہ محض حدیث صحیح کی تصحیح کا ہے اور دونوں مذہب والوں کے باہمی معاملات کے حوالے سے نہ حضرت معاویہ کا دفاع ہے نہ ہی دوسروں کا، اور میں نے اس کتاب میں کوشش کی ہے ایسی حدیث کی نصرت میں جو ایسی طریق سے صحیح ہے جن کی صحت پر فریقین متفق ہیں یا پھر ایسے قواعد پر متفق ہیں جو ان احادیث کی صحت کو مستلزم ہے جیسا کہ یہ بات وہ آدمی پہچان لے گا جو اس ساری کتاب میں غور وفکر کرے گا۔اس مقام پر، میں نے ایک طریق کے علاوہ کوئی ایسا طریق نہیں پایا جو قریباً اجماعی ہو: وہ یہ ہے کہ ان مذکورہ کی اپنی مرویات میں صداقت کو ایسی گواہی سے واضح کیا جائے یعنی ایسے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی گواہی سے جن پر شیعہ نے بھی جرح نہ کی ہو ہر حدیث میں صحتِ روایت کی وجہ سے بالخصوص احادیث احکام میں حلال وحرام کی معرفت میں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

لہٰذا حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص وغیرہم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ نہیں کی نہ ہی آپ کو برا بھلا کہا ہے لہٰذا معترض نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا اس کا جواب ابھی ہو گیا۔رہا معاملہ مذکورہ تین حضرات کا تو ان کا میں یہاں پر ایسی باتوں کا تذکرہ کرتا ہوں جو ان کی صحتِ حدیث پر دلالت کرتی ہیں اور اختصار کے پیش نظر میں صرف احکام کے متعلق روایات پر اکتفاء کروں گا اور یہ بات ان کی احکام کے متعلق احادیث اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ان کی احادیث کے شواہدات کے تذکرہ سے مکمل ہوگی۔ہم حدیث کے تھوڑے سے حصے کی طرف اشارہ کریں گے جو مختصر اور مفید ہوگا۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔پس ہم کہتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے احکام کے متعلق کتب ستہ میں تیس احادیث ہیں:

پہلی حدیث:

عورتوں کے بالوں میں وِگ لگانے کے حرام ہونے کی حدیث ہے۔اسے امام بخاری، امام مسلم وغیرہما نے حضرت معاویہ سے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

اس روایت کی صحت کے شواہد حضرت اسماء، حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں۔

حدیث اسماء کو امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا۔

حدیثِ عائشہ کو بھی امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا۔

اور حدیث جابر کو صرف امام مسلم نے روایت کیا۔

دوسری حدیث:

لاتزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق.

''یعنی میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا''۔الخ

اس حدیث کو حضرت معاویہ سے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1): اس روایت کو امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(2): امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(3): امام ترمذی نے حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا۔

(4): امام ابوداؤد نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

تیسری حدیث:

عصر کے بعد دو رکعت نوافل پڑھنے کی ممانعت کی حدیث۔ اسے امام بخاری نے آپ سے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1): امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

(2): امام مسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جو ایسا کرتا تھا اسے حضرت عمر مارا کرتے تھے اور آپ کے فعل پر کسی نے انکار نہیں کیا تو یہ اجماع کے قائم مقام ہو گیا اور یہ بہت سے اہل علم کی جماعتوں کا قول ہے۔

چوتھی حدیث:

گڑگڑا کر مانگنے کی ممانعت کی حدیث۔ اسے امام مسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1): اسے امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

(2): امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے اسے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(3): امام نسائی نے اسے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(4): امام بخاری نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(5): امام بخاری، امام مسلم، امام مالک نے مؤطا میں، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا۔

(6): امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(7): امام مالک نے مؤطا میں حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(10): امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(11): امام ابوداؤد اور امام نسائی نے ابن الفراسی عن ابیہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

پانچویں حدیث:

بے شک یہ امر خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گا۔ اس کو امام بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1): امام بخاری اور امام مسلم نے اسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(2): امام مسلم نے اسی کی مثل حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(3): امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا۔

چھٹی حدیث:

شراب پینے والے کو کوڑے لگانے اور چوتھی بار میں قتل کرنے کی حدیث۔ اس کو حضرت امیر معاویہ سے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے شواہد:

شرابی کو کوڑے لگانے کا حکم ضروریاتِ دین سے معلوم ہے اور اس کے متعلق بہت سے احادیث روایت کی گئی ہیں اور رہا معاملہ شرابی کو چوتھی بار قتل کرنے کا تو:

(1): اسے امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2): امام الہادی یحییٰ بن حسین نے "کتاب الاحکام" میں روایت کیا ہے لیکن بہت سے اہل علم کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے۔

ساتویں حدیث:

ریشم، سونے اور درندوں کی کھالیں پہننے کی ممانعت کی حدیث: اسے امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کیا اور امام ترمذی کے دیگر الفاظ سے اس کا بعض حصہ روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے شواہد:

ریشم اور سونا پہننے کی حرمت کے شواہد بہت مشہور ہیں لہذا تذکرہ کی حاجت نہیں اور درندوں کی کھال پہننے کی ممانعت کا ایک شاہد حضرت ابوالملیح رضی اللہ عنہ مروی ہے جسے امام ترمذی، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

آٹھویں حدیث:

امت کا ستر سے زیادہ فرقوں میں تقسیم ہوجانے کی حدیث: اسے حضرت معاویہ سے امام ابوداؤد نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1): امام ترمذی نے اسی کی مثل حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(2): امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے اسی کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

نویں حدیث:

رکوع وسجود میں امام سے سبقت کرنے کی ممانعت کی حدیث: اسے آپ رضی اللہ عنہ سے امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1): امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

عنہ سے روایت کیا اور امام مالک نے مؤطا میں بھی ان سے روایت کیا۔

(2): امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا۔

دسویں حدیث:

نکاح شغار کی ممانعت۔ اسے امام ابوداؤد نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

اسے امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور یہ بات مشہور اور متعدد صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے۔ ایک قول کے تقاضے کے مطابق صحابہ کا اس پر اجماع ہے۔

گیارہویں حدیث:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی طرح وضو کر کے لوگوں کو دکھایا۔ اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

اس میں ایسی کوئی بات نہیں جو شاہد کی محتاج ہو سوائے اس اضافے کے کہ آپ نے پیشانی اور چہرے پر پائی انڈیلا اور اسے امام ابوداؤد نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا۔

بارویں حدیث:

نوحہ کرنے کی ممانعت۔ اسے امام ابن ماجہ نے آپ سے روایت کیا۔ یہ بات مشہور ہے اس کے شواہد ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

تیرہویں حدیث:

قیام تعظیمی پر خوش ہونے کی ممانعت۔ اسے آپ سے امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

اس کے کئی شواہد ہیں۔ (1): امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا۔

(2): سنن ابی داؤد میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا۔

(3): امام نووی کی کتاب الترخیص فی القیام میں ان دونوں سے اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔

چودہویں حدیث:

خوشامد کی ممانعت۔اسے آپ سے امام ابن ماجہ نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1):امام بخاری،امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(2):امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا۔

(3):امام مسلم،امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے عبداللہ بن سخیرہ سے وہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے راوی۔

(4):امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

پندرہویں حدیث:

ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔اسے امام ابن ماجہ نے آپ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1):امام ابن ماجہ کے علاوہ ایک جماعت نے اسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

(2):امام مسلم اور امام نسائی نے اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(3):امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام نسائی نے بھی آپ سے روایت کیا۔

سولہویں حدیث:

جو نماز میں بھول جائے اس کا حکم۔اسے امام نسائی نے آپ سے روایت کیا۔

حدیث مذکور کا شاہد:

اس کا ایک شاہد سنن ابی داؤد میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

سترہویں حدیث:

حج وعمرہ کو ملانے کی ممانعت۔اسے آپ سے امام ابوداؤد نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1):اس کا ایک شاہد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے جسے امام مالک نے مؤطا میں مرفوعاً روایت کیا۔

(3،2): حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مروی ہے جسے امام مسلم نے موقوفا روایت کیا۔

اٹھارہویں حدیث:

حضرت معاویہ نے نبی کریم ﷺ کے عمرہ اور حج کرنے کے بعد قینچی سے حضور ﷺ کے سر انور کا قصر کیا۔ اسے آپ سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1): اس کا ایک شاہد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا۔

(2): ایک شاہد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کو بھی امام مسلم نے روایت کیا۔

(3) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جسے امام مالک نے موطا میں، اور امام نسائی وترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(4): امام نسائی نے عن ابن عباس عن عمر کے طریق سے روایت کیا رضی اللہ عنہم۔

(5): امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(6): امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کی: جب حضرت معاویہ نے یہ حدیث روایت کی تو حضرت ابن عباس نے کہا: یہ معاملہ حضرت معاویہ پر ہی ہے کیونکہ آپ متعہ سے منع کرتے تھے۔

انیسویں حدیث:

آپ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جو آپ اپنی ہمشیرہ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس کپڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے جس میں ان کیساتھ مجامعت کرتے تھے جب تک کہ اس کپڑے میں کوئی ناپاکی نہ دیکھتے۔ اسے امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

اس معنی کی بہت سے احادیث شاہد ہیں:

(1): رسول اللہ ﷺ اپنی نعلین میں نماز پڑھا کرتے تھے جب تک کہ اس میں کوئی گندگی نہ دیکھتے۔ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام ابوداؤد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(2): اس کی شاہد یہ حدیث بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز تم میں سے کوئی نماز سے نہ پھرے یہاں تک کہ وہ ہوا پائے یا آواز سنے۔ اس حدیث کی صحت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ اسی کی مثل بہت سی احادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سابقہ حکم کو برقرار رکھتے ہیں دلیل پکڑنا جائز ہے۔ شعبان کے آخری دین یوم شک کے روزہ نہ رکھنے اور رمضان کے آخر میں یوم شک کا روزہ رکھنے کے متعلق اسی قاعدے پر علماء کا عمل ہے۔

بیسویں حدیث:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آتے وقت پیاز یا لہسن کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو حضرت امیر معاویہ اپنے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث مذکور کے شواہد:

اس کے بہت سے شواہد ہیں:

(1): امام بخاری، امام مسلم اور امام مالک نے مؤطا میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اسے روایت کیا ہے۔

(2): امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(3): امام مسلم اور امام مالک نے مؤطا میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(5،4): امام ابوداؤد نے حضرت حذیفہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

(6): امام نسائی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا۔

(7): امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

دخول مسجد کیساتھ مقید کیے بغیر مطلقاً ان دونوں درختوں سے کھانے کی ممانعت کو امام بخاری و امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت مولا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اکیسویں حدیث:

یہ عاشوراء کا دن ہے تم پر اس دن کا روزہ فرض نہیں کیا گیا۔ اس روایت کو امام بخاری، امام مسلم، امام مالک اور امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کا شاہد:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی جو اس مضمون کی صحت کا شاہد ہے اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے جو اس مضمون کی طرف اشارہ کرنے والا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے یہود سے عاشوراء کے روزے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا زیادہ حق رکھتے ہیں" اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان "ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم میں عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں"۔

بائیسویں حدیث:

حدیث: ہجرت ختم نہیں ہوگی۔ اسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے امام ابوداؤد نے روایت کیا لیکن حضرت معاویہ سے مروی یہ صحیح نہیں ہے۔ امام خطابی نے فرمایا: اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کا شاہد:

اس کا ایک شاہد ہے جسے امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تیئیسویں حدیث:

سونا پہننے کی ممانعت ماسوا ٹکڑے ٹکڑے۔ کے الحدیث۔ اسے آپ سے امام ابوداؤد نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کا شاہد:

اس کا ایک شاہد ہے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے جسے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

چوبیسویں حدیث:

مغلوطات سے ممانعت کی حدیث۔ امام خطابی نے الاغلوطات کہا ہے۔

آپ سے مروی یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے باوجود یہ کہ ابوالسعادات ابن اثیر نے جامع الاصول میں اس کا ایک شاہد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں تکلف سے منع کیا گیا۔ حدیث مذکور کے مضمون کا یہ شاہد ہے۔

پچیسویں حدیث:

فرض جمعہ اور سنن ونوافل جمعہ کے مابین کلام یا اس جگہ سے علیحدہ ہونے کے ذریعے فاصلہ کرنے کی

حدیث۔آپ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1): اس کا ایک شاہد بخاری و مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا فعل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

(2): امام ابوداؤد نے حضرت ابومسعود الزرقی رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل امام کے حق میں روایت کیا ہے۔

ستائیسویں حدیث:

قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو بخش دے سوائے اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرنے اور مؤمن کو قتل کرنے کے۔اسے آپ رضی اللہ عنہ سے امام نسائی نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1): اس کا ایک شاہد حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے امام ابوداؤد نے روایت کیا۔

(2): اس کا ایک شاہد قرآن پاک میں موجود ہے۔

اٹھائیسویں حدیث:

اشفعوا توجروا۔اسے امام ابوداؤد نے آپ سے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1): یہ مشہور حدیث ہے اسے امام بخاری و مسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(2): اسی مضمون کا شاہد قرآن میں موجود ہے۔اس کے مقتضیٰ پر اجماع ہے۔

انتیسویں حدیث:

لوگوں کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑنے کی کراہت۔اسے آپ سے امام ابوداؤد نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

اس کے کئی شواہد ہیں۔

(1): ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(2، 3، 4): سنن ابوداؤد میں حضرت ابو برزہ اسلمی، حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت زید بن وہب رضی

اللہ عنہم سے روایت ہے۔

(5): صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تیسویں حدیث:

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ الحدیث۔ اسے آپ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری نے روایت کیا۔

حدیث مذکور کے شواہد:

(1، 2): اس حدیث کے دو شاہد ہیں جو حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں ان کو امام ترمذی نے جامع الترمذی میں ذکر کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی احادیث ہیں جو احکام میں صریح ہیں یا ان سے کوئی حکم مستنبط ہوتا ہے اور یہ شیعہ اور فقہاء کے مذہب کے موافق ہیں اس میں کوئی حکم نہیں جو جمہور علماء کا مذہب نہ ہو سوائے چوتھی مرتبہ شراب پینے والے کو قتل کرنے کے مسئلہ کے، یہ منسوخ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس کو زیدیہ کے امام نے بھی روایت کیا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویات میں ثقات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے موافقت کی ہے۔ لہٰذا انتہائی تعجب ہوتا ہے اس آدمی پر جو اہل صحاح پر ان احادیث کی روایت کرنے اور اپنی اپنی صحیح میں درج کرنے کی وجہ سے اعتراض کرتا ہے!!۔

ان کے علاوہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کچھ مشہور احادیث ہیں۔ ان احادیث کو اور ان کے شواہدات کو ہم نے اختصار کے پیش نظر ترک کر دیا ہے۔ یہاں پر ہم ایک لطیف اشارہ ان احادیث کی طرف کرتے ہیں تاکہ وہ معلوم ہو جائیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویات کا بیان:

آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث میں درج ذیل چیزوں کا بیان ہے:

اذان دینے والوں کی فضیلت، اذان کا جواب دینے والوں کی فضیلت، حلقہ ذکر کی فضیلت، شب قدر رمضان کی ستائیسویں شب ہوتی ہے کا بیان، انصار کی محبت کا فضیلت، حضرت طلحہ کی فضیلت اور رسول اللہ ﷺ کی تاریخ وفات کہ اس وقت حضور ﷺ کی عمر تریسٹھ سال تھی کا بیان۔

حدیث: اے اللہ! جسے تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اسے کوئی عطا

کرنے والا نہیں۔ اس کو امام مسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور حدیث: خیر عادت ہے اور شر لجاجت ہے۔

اور حدیث: دنیا میں صرف آزمائش اور فتنہ ہی باقی بچا ہے۔

اور یہ حدیث: اعمال برتن کی طرح ہیں جب ان کا نچلا حصہ اچھا ہوتا ہے تو اوپر والا حصہ بھی اچھا ہوتا ہے۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ..الٰہ (التوبۃ:34)

یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئے اس کا بیان۔ اور آپ سے دو اثر موقوفاً مروی ہیں حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے ذکر میں اور تمام ارکان کعبہ کو بوسہ دینے کے متعلق حدیث مروی ہیں۔

یہ وہ تمام احادیث ہیں جو صحاح ستہ میں موجود ہیں مجھ سے ان کتب میں مروی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی حدیث نہیں چھوٹی مگر وہی جس سے بشر محفوظ نہیں یعنی اگر کوئی حدیث رہ گئی ہو تو وہ سہواً رہ گئی ہو گی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کسی حدیث میں کچھ بھی نکارت نہیں پائی جاتی ہاں یہ بات ہے کہ ان میں کچھ وہ ہیں جو آپ سے مروی صحیح نہیں ہیں یا آپ سے مروی حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔

آپ سے فضائل واحکام میں مروی بالاتفاق صحیح روایات تیرہ ہیں۔ چار احادیث پر بخاری ومسلم کا اتفاق ہے اور چار روایات میں امام بخاری منفرد ہیں اور پانچ روایات میں امام مسلم منفرد ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس زمانے والوں کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ سچے ہیں اور محدثین کرام نے آپ کو کذاب لوگوں (خذلھم اللہ تعالیٰ) کے مرتبے کی طرف نہیں گرایا۔

اگر یہ بات نہ بھی ہوتی تو آپ کے صدق کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذمت میں کبھی کوئی روایت نہیں کی اور نہ ہی ان کیساتھ جنگ کرنے کی حلت کے متعلق کوئی روایت کی ہے اور نہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کوئی حدیث روایت کی اور نہ ان لوگوں کی مذمت میں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اتنی لمبی مدت میں اس بارے میں کوئی روایت نہیں ہے نہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زندگی میں نہ ہی آپ کی وفات کے بعد، نہ ہی آپ نے کوئی ایسی روایت کی جو اسلام کے مخالف ہو اور قواعد اسلام کو منہدم کرنے والی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعدد جلیل القدر صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کی ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو سعید خدری، حضرت عبداللہ بن زبیر،

حضرت سعید بن مسیب، حضرت ابو صالح السمان، حضرت ابو ادریس خولانی، حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت محمد بن سیرین اور بہت سے لوگوں نے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شیعہ اور معتزلہ نے اپنی اصول کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے کم تر روایات کو بھی قبول کیا ہے یعنی ثقہ راوی کی مرسل روایات، کیونکہ ان کے نزدیک علی الاطلاق ثقہ کی مرسل روایت مقبول ہے پس اس اصول کے مطابق انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کو بھی قبول کرلیا اور انہیں اس بات کا شعور بھی نہیں، بلکہ انہوں نے بہت زیادہ موضوعات کو بھی قبول کرلیا جنہیں بعض ثقہ راویوں نے اپنے سینے کی سلامتی کی وجہ سے بعض ایسے اشخاص سے روایات کی ہیں جو معروف نہیں ہیں مجہول ہونے کی وجہ سے یا مجروحین کے طبقات میں ہونے کی وجہ سے۔

جو علی الاطلاق ثقہ کی مرسل روایات کو قبول کرلیتا ہے اس کے پاس موضوع روایات بھی آجاتی ہیں جن کا اسے پتہ ہی نہیں ہوتا کیونکہ بعض ثقہ راوی، مجہول راویوں کی روایات قبول کرلیتے ہیں۔ ان میں کچھ وہ ہیں جو جمہور معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک تاویل کی وجہ سے کافر ہیں اور کچھ وہ ہیں جو فاسق معلن کی روایات قبول کرلیتے ہیں جو وہ صدق اور اجتناب کذب سے معروف ہوں۔ یہ بات امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے جیسا کہ میں نے پہلے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اس صفت پر مرسل کو قبول کرلینا بہت بڑی خرابی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کو قبول کرلینا ہے لہٰذا عقلمند کو چاہیے کہ وہ قریب اور صدیق کے عیب میں غور کرے جیسے وہ اپنے مدمقابل اور دور کے عیب میں غور وفکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم اس کی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ آمین آمین۔



فصل: صحیح حدیث کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا اس میں اور دیگر نصوص کے درمیان تطبیق:

امام بخاری نے اپنی صحیح ج ۳ ص ۱۰۳ رقم: ۲۶۵۷ پر کہا:

حدثنا ابراهيم بن موسىٰ اخبرنا عبدالوهاب حدثنا خالد عن عكرمة ان ابن عباس قال له ولعلي بن عبدالله: ائتيا ابا سعيد فاسمعا من حديثه. فاتيناه وهو واخوه في حائط لهما يستقيانه فلما رآنا جاء فاحتبى وجلس، فقال: كنا ننقل لبن المسجد لبنة لبنة وكان عمار ينقل لبنتين لبنتين، فمر به النبي صلى الله عليه واله وسلم، ومسح عن راسه الغبار وقال: ويح عمار تقتله الفئة الباغية! عمار يدعوهم الى، ويدعونه الى النار!.

''ہم سے ابراہیم نے بیان کیا کہا ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی کہا ہم سے خالد نے بیان کیا وہ عکرمہ سے راوی کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے ان کو اور علی بن عبداللہ کو فرمایا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ ان سے حدیث سنو! چنانچہ ہم ان کے پاس آگئے جبکہ وہ ان کے بھائی اپنی دیوار کیساتھ بیٹھے تھے جب آپ نے ہمیں دیکھا تو آپ اکڑوں بیٹھ گئے پھر فرمایا: ہم مسجد کا ایک ایک پتھر اٹھا کر لے جا رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو پتھر لے جاتے تھے تو ان کے پاس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر سے غبار پونچھا اور فرمایا: افسوس! عمار کو باغی گروہ شہید کر دے گا، عمار انہیں اللہ کی طرف بلائیں گے اور وہ انہیں دوزخ کی طرف دعوت دیں گے''۔

امام مسلم نے رقم: ۲۹۱۵ پر ابو مسلمہ کے طریق سے روایت تخریج کی، وہ ابونضرہ سے وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ مجھے اس نے بتایا جو مجھ سے افضل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر کو پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ بوس ابن سمیہ (جناب عمار بن یاسر) کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

امام مسلم نے ۲۹۱۶ پر روایت کی کہا: مجھ سے محمد بن عمرو بن جبلہ نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا ایسے ہی ہم سے عقبہ بن مکرم العمی اور ابوبکر بن نافع نے بیان کیا عقبہ نے کہا ہم سے بیان کیا اور ابوبکر نے کہا ہمیں خبر دی غندر نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا آپ نے کہا: میں نے خالد کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ وہ جناب سعید بن ابی الحسن سے روایت کرتے ہیں وہ اپنی ماں سے وہ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت عمار سے فرمایا: تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح ہے بلکہ متواتر ہے جیسا کہ متعدد اہل علم نے یہ بات ذکر کی ہے۔

(دیکھو: الاستیعاب مع الاصابہ ج ۲ ص ۴۸۱، اعلام النصر المبین فی المفاضلۃ بین اھلی صفین لابن دحیہ ص ۸۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۲۱)

یہ حدیث واضح ہے جو تشریح کی محتاج نہیں۔ وہ یہ بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی حق کے زیادہ قریب تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ نے قتل کیا جیسا کہ مضمون حدیث ہے۔ یہ حضور ﷺ کے غیبی خبروں میں سے ہے اور آپ ﷺ کی نبوت کے نشانات میں سے ہے اور یہ معاملہ ایسا ہی واقع ہوا جیسے حضور ﷺ نے فرمایا تھا جیسا کہ یہ بات معلوم ہے لیکن اس باب میں اس نص کو ان دوسری نصوص کیساتھ ملانا ضروری ہے جن سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام، صحبت اور فضیلت کی صحت واضح ہوتی ہے۔ جن میں سے کچھ کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ (الحجرات:۹)

ترجمہ: ''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ''۔

امام بخاری نے رقم: ۲۹۲۴ پر خالد بن معدان کے طریق سے روایت کی کہ عمیر بن الاسود نے ان سے بیان کیا

انه اتى عبادة بن الصامت رضى الله عنه - وهو نازل فى ساحة حمص وهو فى بناء له ومعه ام حرام - قال عمير: فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبى صلى الله عليه واله وسلم يقول: "اول جيش من امتى يغزون البحر قد اوجبوا" قالت ام حرام: قلت يارسول الله انا منهم، قال: "انت منهم"

''وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جنہوں نے حمص کے ساحل پر پڑاؤ کیا

تھا وہ اپنی گھر میں تھے اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر نے کہا: ہم سے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو سمندر میں جنگ کرنے داخل ہوگا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ حضرت ام حرام نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں ان میں ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تم ان میں ہوگی"۔

بخاری رقم: ۲۷۹۹، ۲۸۰۰ پر لیث کے طریق سے روایت آئی ہے کہ آپ نے کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا وہ محمد بن حیان سے وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے خالہ سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں پھر انہوں نے یہ حدیث ذکر جس میں یہ ہے: پہلے مسلمان سمندر پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیساتھ سوار ہوئے۔

ابوالفضل ابن حجر نے فتح الباری ج ٦ ص ٨٠ پر کہا: ۲۸ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ واقعہ پیش آیا۔

اور ج ٦ ص ۷۷ پر کہا: ابن وہب نے اپنے موطا میں روایت کی کہ ابن لہیعہ نے اس شخص سے روایت کیا جس نے سنا، کہا: حضرت معاویہ جہاد کے لیے سب سے پہلے سمندر پر سوار ہوئے اور یہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں واقعہ پیش آیا۔

وقال عبدالرزاق فی مصنفه 9262عن معمر عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار ان امراة حذيفة قالت: نام رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ثم استيقظ وهو يضحك، فقلت: تضحك مني يارسول الله! ؟قال: لا، ولكن من قوم من امتي يخرجون غزاة في البحر مثلهم كمثل الملوك على الاسرة. ثم نام، ثم استيقظ ايضاً فضحك، فقلت: تضحك مني يارسول الله ؟! فقال: لا، ولكن من قوم يخرجون من امتي غزاة في البحر، فيرجعون قلية غنائمهم، مغفوراً لهم. قلت: ادع الله ان يجعلني منهم. قال: فدعا لها.

"امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف رقم: 9629 پر معمر سے روایت کیا وہ زید بن اسلم وہ عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ جناب حذیفہ کی بیوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ سوئے ہوئے تھے، پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ میری وجہ سے

مسکرا رہے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، وجہ یہ ہے کہ میری امت کی ایک جماعت ہے جو سمندر پر جہاد کرنے کے لیے ایسے نکلیں گے جیسے بادشاہ تختوں پر ہوتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ سو گئے، پھر حضور ﷺ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ میری وجہ سے مسکرا رہے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، لیکن وجہ یہ ہے کہ میری امت کی ایک جماعت سمندر میں جہاد کے لیے نکلے گی تو مالِ غنیمت تھوڑا لے کر اور اپنی بخشش لے کر لوٹے گی۔ میں نے عرض کی: دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمادے! راوی کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی''۔

راوی کا بیان ہے کہ ہمیں حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ میں نے انہیں روم کی زمین پر ایک جنگ میں دیکھا جس کے امیر منذر بن زبیر تھے اور وہ ہمارے ساتھ تھیں پھر روم کی زمین پر انہوں نے وفات پائیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس سند کے راوی ثقہ ہیں، کچھ شک نہیں کہ صحیح کی روایت زیادہ صحیح ہے اگر چہ یہ بھی اسی کے ہم معنی ہے اور ابن حجر نے صحیح کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا ہے لیکن دونوں واقعات میں فرق بیان کیا ہے اور اس مین طویل گفتگو کی ہے۔ دیکھئے: فتح الباری تحت رقم: 6243۔ یہی صحت کے قریب بات یہی ہے کہ یہ ایک ہی قصہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بعض نصوص کو بعض دیگر نصوص کیساتھ ملانے سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا اور بعض اہل علم نے اس فیصلے پر کلام بھی کیا ہے۔

1:۔یعقوب بن شیبہ نے اپنی مسند میں مسند مکیین کے تحت مسند حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ میں جب حضرت عمار کی اخبار ذکر کیں تو کہا: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا جبکہ کہ آپ سے نبی کریم ﷺ کی حضرت عمار کے متعلق اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا کہ حضور ﷺ نے حضرت عمار سے فرمایا: تجھے باغی گروہ قتل کرے گا تو امام احمد نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ نے ہی قتل کیا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا اور کہا: اس بارے میں نبی کریم ﷺ مروی حدیث کے علاوہ میں ہے اور اس سے زیادہ کلام کرنے کو آپ ناپسند کرتے تھے۔

یہ کلام منہاج السنۃ النبویۃ ج4 ص414 سے لیا گیا۔

2: ابو محمد ابن حزم نے الفصل ج4 ص124 پر کہا:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ ان کے برخلاف ہے اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان سے جنگ بیعت نہ کرنے کی وجہ سے نہیں کی تھی کیونکہ ان کے لیے اس میں ایسے ہی گنجائش تھی جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کے لیے تھی لیکن مولا علی نے ان سے جنگ اس وجہ سے کی تھی کہ تمام سرزمین شام میں مولا علی کے احکامات کو نافذ کرنے میں وہ رکاوٹ بن گئے تھے اور وہ مولا علی امام برحق تھے، ان کی اطاعت کرنا واجب تھا پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بارے میں مصیب تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور استحقاق خلافت کا انکار نہیں کیا لیکن ان کے اجتہاد نے انہیں اس رائے کی طرف پہنچایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص لینا بیعت سے مقدم ہے اور آپ نے خون حضرت عثمان کا مطالبہ کرنے کے لیے اپنے آپ کو زیادہ حقدار سمجھا، اس میں حضرت عثمان کی اولاد اور حکم بن ابی العاص کی اولاد سے کلام کیا بڑی عمر ہونے کی وجہ سے اور اس مطالبے پر قوت رکھنے کی وجہ سے اپنے آپ کو مقدم سمجھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب عبدالرحمن بن سہل کو حکم دیا جو عبداللہ بن سہل کے بھائی تھے جو کہ خیبر میں خاموشی سے قتل کردیئے گئے تھے اور وہ مقتول کے بھائی تھے ان کے لیے حضور ﷺ نے فرمایا: بڑا آدمی بات کرتے، بڑا آدمی بات کرتے! چنانچہ جناب عبدالرحمن خاموش ہوگئے اور مسعود کے دو بیٹوں محیصہ اور حویصہ نے اس کے متعلق کلام کیا اور وہ مقتول کے چچا زاد بھائی تھے کیونکہ وہ دونوں ان کے سگے بھائی سے عمر میں بڑے تھے پس حضرت معاویہ نے ان سے خون عثمان کا مطالبہ کا مطالبہ صرف اس لیے کیا کہ آپ اس مطالبے کا حق رکھتے تھے۔ ہماری مذکورہ روایت کو ہی آپ نے دلیل بنائی لیکن بات یہ ہے کہ آپ کی غلطی صرف یہی ہے کہ آپ نے خون عثمان کے مطالبے کو بیعت مولا علی پر مقدم کیا۔ پس اس میں اجتہاد کی وجہ سے انہیں ایک اجر ملے گا اور درست فیصلے سے محروم رہنے کی وجہ سے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ تمام اجتہاد میں خطا کرنے والے مجتہدین کا معاملہ ہے کہ جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ خطا کار مجتہد کے لیے ایک اجر ہے اور مصیب مجتہد کے لیے دو اجر ہیں۔

اس میں تعجب کی بات نہیں اس سے زیادہ تعجب خیز بات ان مجتہدین کی ہے جو خون، فروج، ابشار، اموال اور خدائے تعالیٰ کے احکامات میں اجتہاد کرتے ہیں تو ان کی حرمت وحلت اور واجب ہونے کو بیان کرتے ہیں اور اس میں خطا کرجانے والے مجتہدین معذور ہیں۔ امام لیث، امام ابوحنیفہ، امام ثوری، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام داؤد، امام اسحاق، امام ابوثور اور ان کے علاوہ جیسے امام زفر، امام ابویوسف، امام محمد بن

حسن، امام حسن بن زیاد، امام ابن القاسم، امام اشہب، امام ابن الماجشون اور امام مزنی وغیرہم کی رائے میں یہ امر مباح ہے۔

پس ان مجتہدین میں سے کوئی ایک انسان کے خون کو مباح قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے حرام قرار دیتا ہے جیسے وہ آدمی جس نے جنگ کی اور قتل نہ ہوا یا جس نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جیسا عمل کیا اور اس کے علاوہ بہت سی مثالیں ہیں۔

ان میں سے کوئی ایک فرج کو مباح قرار دیتا ہے اور ان میں سے کوئی حرام! جیسے باکرہ عاقلہ، بالغہ عورت کی اجازت کے بغیر اور اس کی رضا کے بغیر اس کے والد نے اس کا نکاح کہیں کر دیا (بعض مجتہدین کے نزدیک نکاح ہو گیا اور وہ مرد پر حلال ہو گئی اور بعض کے نزدیک نکاح نہیں ہوا اور وہ مرد پر حرام ہے) اس کے علاوہ بہت سی مثالیں ہیں۔

ایسا ہی معاملہ احکام، اموال وابشار میں ہے۔

معتزلہ نے اپنے شیوخ جیسے واصل بن عطا، عمرو اور تمام شیوخ وفقہا سے ایسا ہی معاملہ کیا ہے اور خوارج نے بھی اپنے فقہا ومفتیان کیساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے۔

پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ یہ وسعت ان حضرات پر تنگ کر دیتے ہیں جن کی صحابیت، فضیلت، علم، برتری اور اجتہاد ثابت ہے جیسے حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن عاص اور ان دونوں کے ساتھی دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان۔ کچھ شک نہیں کہ انہوں نے خون کے مسائل میں اجتہاد کیا جیسا کہ ان مسائل میں مفتی حضرات اجتہاد کرتے ہیں۔ کچھ مفتی جادوگر کو قتل کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں اور کچھ کی رائے ایسی نہیں ہوتی۔ کچھ آزاد کو غلام کے قصاص میں قتل کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں اور ان میں کچھ ایسے حضرات بھی ہوتے ہیں جن کی یہ رائے نہیں ہوتی، کچھ کی رائے ہے کہ کافر کے قصاص میں مومن کو قتل کیا جائے گا اور کچھ کی یہ رائے نہیں ہے۔

پس ان اجتہادات اور حضرت معاویہ وحضرت عمرو وغیرہما کے اجتہادات میں یہ تفریق کیوں؟ (کہ یہ مجتہدین اجتہاد کریں اور خطا کر جائیں تو ایک اجر اور گناہگار نہیں لیکن سیدنا معاویہ وسیدنا عمرو جو صحابی ہیں وہ اجتہاد کریں اور خطا کر جائیں تو قابل ملامت وقابل اعتراض ہیں! بڑے تعجب کی بات ہے! آخر یہ دوہرا معیار کیوں؟) یہ جہالت، اندھا پن اور بغیر علم کے اندھا پن ہے۔

ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ جس پر حق لازم وواجب ہو اور وہ ادا کرنے سے رک جائے اور قاتل اس کے

علاوہ ہو پس امام پر واجب ہے وہ اس سے قتال کرے اگر چہ وہ تاویل کرنے والا ہو اور یہ بات اس کی عدالت وفضیلت میں موثر نہیں ہوگی اور نہ ہی ان کے فسق کا موجب ہے! بلکہ وہ اپنی اجتہاد اور طلب خیر کی نیت کی وجہ سے اجر کا مستحق ہوگا پس اسی وجہ سے ہم یقینی طور پر کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد درستگی پر تھے اور ان کی خلافت صحیح ہے اور آپ ہی صاحب حق ہیں اور ان کو دو اجر ملیں گے ایک اجتہاد کا اجر اور دوسرا درست اجتہاد کا اجر، اور ہم یقینی طور پر کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی خطا پر تھے اور انہیں ایک اجر ملے گا۔

اور یہ بات بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی صحیح حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میری امت کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ خارج ہوگا اور وہ اس گروہ سے جنگ کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا پس حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں میں سے خوارج جدا ہوئے اور انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے ساتھیوں کیساتھ جنگ کی پس صحیح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ دو گروہوں میں سے حق کے زیادہ قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

ابو محمد نے کہا: مخطی مجتہد جب جنگ کرے اور وہ اپنی رائے کے مطابق اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے اور وہ اپنی نیت سے رضائے خداوندی کا ارادہ کرنے والا ہے لیکن وہ جانتا نہیں کہ وہ اس اجتہاد میں خطا پر ہے تو وہ باغی گروہ ہوگا اگر چہ وہ اس پر اجر کا مستحق ہوگا اور جب وہ جنگ ترک کردے تو نہ اس پر حد جاری ہوگی اور نہ ہی قصاص۔ لیکن جب وہ جنگ کرے اور وہ جانتا ہو کہ وہ خطا کار ہے پس اس کی یہ جنگ، جنگ کی حدود اور قصاص کو لازم ہوگی اور یہ فاسق ہوگا اور خروج کرنے والے ہوگا مجتہد مخطی نہیں ہوگا اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ ۔ (الحجرات:9،10)

ترجمہ: ''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر

پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کر دو اور عدل کرو بیشک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں (ف ۱۵) تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو"۔

پس یہ ہمارے قول کی دلیل ہے بغیر کسی تکلف وتاویل کے، اس آیت کے ظاہر کے موجب سے ہٹنا نہیں ہے اور جنگ کرنے کے دوران بھی اللہ تعالیٰ نے ان باغیوں کو مومن اور ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور اہل عدل جن پر بغاوت کی گئی ہو اور جنہیں آپس میں صلح کرانے کا حکم دیا گیا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کی وجہ سے نہ تو فاسق قرار دیا ہے اور نہ ہی ان کے ایمان کی کمی وکوتاہی کا ذکر کیا ہے وہ تو صرف خطاکار ہیں بغاوت کرنے والے ہیں، ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ابوالعادیہ یسار ان سبع السلمی نے قتل کیا تھا جو بیعت رضوان میں حاضر تھے چنانچہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ باری تعالیٰ جانتا ہے جو ان کے دل میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینہ نازل کیا ہے اور ان سے راضی ہے۔ پس ابوالعادیہ رضی اللہ عنہ تاویل کرنے والے مجتہد تھے اس بارے میں خطا کرنے والے ان پر بغاوت کرنے والے تھے لیکن انہیں ایک اجر عطا کیا جائے گا۔ ان کا معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین جیسا معاملہ نہیں ہے کیونکہ ان کے لیے حضرت عثمان کو شہید کرنے میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں تھی کیونکہ آپ نے نہ تو کسی کو قتل کیا تھا نہ کسی سے جنگ کی تھی، نہ قاتل تھے اور نہ ہی دافع، نہ ہی شادی کے بعد زنا کیا اور نہ ہی مرتد ہوئے کہ ان کی جنگ کی کوئی تاویل نکل سکے بلکہ وہ فاسق تھے، جنگ کرنے والے، جان بوجھ کر بغیر کسی تاویل کے ظلم وزیادتی کرکے حرام خون بہانے والے تھے لہٰذا وہ فاسق لعنتی ہیں۔

پس جب یہ امر باطل ہو گیا اور یہ امر صحیح ثابت ہو گیا کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی حق والے ہیں پس وہ احادیث جن میں گھروں کو لازم پکڑنے اور جنگ ترک کرنے کا بیان ہے ان میں تو بغیر کسی شک کے یقینی حق کا اشارہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور ایسے ہی ہم کہتے ہیں، جب حق واضح ہو گیا پس باغی گروہ سے جنگ کرنا نص قرآنی کی وجہ سے فرض تھا۔ ایسے ہی اگر دونوں باغی ہوں تو ان دونوں کا قتال واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا کلام اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے مخالف نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ سارے کا سارا اللہ عزوجل کی طرف سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۔ (النجم:4،3)

ترجمہ: "اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ (النساء:82)

ترجمہ: ''اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے''۔

پس یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی وحی سے ارشاد فرمایا، جب معاملہ ایسا ہے کہ تو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اب بات ان وجوہ پر رہ گئی ہے جن کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنگ کرنے کی رائے پر اعتراض کیا گیا تو ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتے ہیں:

ان کا یہ کہنا کہ قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے والوں جو زمین میں فساد پھیلانے والے تھے، حرمتِ اسلام، حرم، امامت، ہجرت، خلافت، صحبت اور سبقتِ اسلام کی ہتک کرنے والوں کو پکڑنا اور ان سے بدلہ لینا تو یہ بات درست ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کبھی بھی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی آپ نے اس عہدے سے براءت کا اظہار کیا لیکن بات یہ ہے کہ قاتلین حضرت عثمان کی بہت بڑی جماعت تھی جن سے لڑنے کی حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے پاس طاقت نہیں تھی پس حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وہ بات ساقط ہوئی جس کی آپ کے پاس طاقت نہیں تھی جیسے آپ سے اور اور ہر مسلمان سے عجز کے وقت نماز، روزہ اور حج قائم کرنا ساقط ہو جاتا ہے اس میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرۃ:286)

ترجمہ: ''اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر''۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا امرتکم بشیء فاتوا منہ ما استطعتم

''جب میں تمہیں کسی چیز کی حکم ارشاد کروں تو تم اپنی طاقت کے مطابق اسے بجالاؤ''۔

اگر حضرت معاویہ، حضرت علی سے بیعت کر لیتے تو قاتلین حضرت عثمان سے حق لینا حضرت علی کے لیے یقیناً قوت کا باعث بنتا پس ثابت ہوا کہ اختلاف یہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں حق کا نفاذ کمزور ہو گیا تھا اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ یقیناً ان پر حق نافذ کرتے جیسا کہ جب آپ نے جناب عبداللہ بن

خباب کے قاتلین سے قصاص کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے ان پر ان سے قصاص لیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد مخطی و ماجور تھے، کبھی صاحب علم پر صواب مخفی رہ جاتا ہے احکام دین مین سے اس سے زیادہ واضح حکم مین پھر بسا اوقات جب ان پر خطا ظاہر ہوجاتی ہے تو وہ اس سے رجوع کر لیتا ہے اور بسا اوقات اس پر حقیقت ظاہر نہیں ہوتی تو وہ اسی خطا پر اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔ ہمیں توفیق تو اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے ہی ملتی ہے اسی سے عصمت و ہدایت کا سوال کیا جاتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا حق طلب کیا جس کی وجہ سے ان سے جنگ کی اور وہ مسلمانوں کے کلمہ کو اکٹھا رکھنے کے لیے قتال ترک بھی کر سکتے تھے جیسا کہ آپ نے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کیا (لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے قتال کو زیادہ مناسب سمجھا اور وہ اس مسئلے میں یقیناً حق پر تھے) تو ان کے لیے اس کے ذریعے فضل عظیم حاصل ہوتا۔ اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ڈرایا بھی تھا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

میرا یہ بیٹا (حسن) سید ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے میری امت کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ پس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فعل کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا اور جس نے اپنے حق کو مسلمانون کے خونوں کی حفاظت کی وجہ سے چھوڑ دیا تو یقیناً اس ایسی فضیلت پائی جو اس کے بعد کسی نے نہیں پائی اور جس نے قتال کیا تو یہ مطالبہ اسکا حق ہے اس پر کوئی ملامت نہیں ہے بلکہ وہ اس میں مصیب ہے۔ اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔

امام ابوعبداللہ ذہبی نے المنتقیٰ من منہاج الاعتدال فی نقض کلام اهل الرفض والاعتزال ج1 ص249، 253 پر کہا: مخالف نے کہا: انہوں نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جنگ کی اور حضرت علی ان کے نزدیک چوتھے خلیفہ تھے اور امام برحق تھے اور ہر وہ آدمی جو امام برحق سے جنگ کرے وہ باغی اور ظالم ہوتا ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں: ہم یا بات درست ہے لیکن باغی کبھی تاویل کرنے والا ہوتا ہے اور اس کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور کبھی بغاوت تاویل، شہرت اور شبہے کی بناء پر ہوتی ہے اور یہی اکثر ہوتی ہے: دونوں صورتوں مین اسے رد نہیں کیا جاسکتا اور ہم اس آدمی کو گناہوں سے منزہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی ان کو جو ان سے افضل تھے اور جناب مسور بن مخرمہ سے مروی مشہور حکایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں علیحدگی میں بلایا اور جناب معاویہ نے ان سے پوچھا کہ ان پر غصہ ہونے کی وجہ بتائیں تو جناب مسور نے کئی امور ذکر کیے تو آپ نے کہا: اے مسور! کیا تیرے گناہ ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: کیا تجھے

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں تو پھر تو مجھے اللہ کی رحمت کا امیدوار کیوں نہیں رہنے دیتا! اللہ کی قسم! جب بھی مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے علاوہ معاملے میں اختیار دیا گیا تو میں نے ماسوا پر اللہ تعالیٰ کو اختیار کیا اور اللہ کی قسم! جب مجھے جہاد، حدود قائم کرنے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا والی بنایا گیا تو وہ تیرے عمل سے افضل ہے اور میں ایسے دین پر ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس دین والوں کی نیکیاں قبول کرتا ہے اور ان کے سیئات سے تجاوز فرماتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ: یہ باغی ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

جواباً ہم کہیں گے: یہ حدیث صحیح ہے۔ بعض حضرات نے اس میں کلام کیا ہے اور بعض نے اس کی یہ تاویل کی کہے کہ باغی کا مطلب ہے کہ طالب یعنی خون حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرنے والا۔ یہ تاویل کوئی چیز نہیں ہے۔

لیکن سلف صالحین جیسے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ باغی گروہ سے جنگ کرنے کی شرط نہیں پائی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بتداء جنگ کرنے کا حکم ارشاد نہیں فرمایا ہے بلکہ حکم دیا کہ جب دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے مابین صلح کرائی جائے پھر اگر ان میں سے کوئی ایک بغاوت کرے تو اس سے جنگ کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد اور امام مالک نے نزدیک یہ قتال فتنہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ باغیوں سے جنگ کرنا جائز نہیں جب تک کہ وہ خود امام سے جنگ کرنے کی ابتدا نہ کریں اور ان لوگوں نے ابتداء نہیں کی تھی۔ پھر اہل سنت کہتے ہیں کہ امام حق معصوم نہیں تھے اور انسان پر واجب نہیں ہے کہ ہر اس آدمی سے جنگ کرے جو اس کی طاعت سے نکلے اور نہ ہی یہ واجب ہے کہ آدمی اسے اپنا مطیع بنائے جس میں وہ جانتا ہے کہ یہ کام معصیت ہے اور اس کا ترک اولیٰ ہے۔

اسی وجہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی معیت میں اہل شام سے جنگ نہیں کی اور جنہوں نے مولا علی سے جنگ کی یا تو وہ گناہگار ہیں، یا خطا کرنے والے مجتہدین ہیں یا مجتہد مصیب تھے۔ بہر تقدیر یہ امر ان کے ایمان میں اعتراض کا باعث نہیں اور نہ ہی انہیں جنت سے روکنے والا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ:

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ

وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ. (الحجرات:10،9)

ترجمہ: ''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کردو اور عدل کرو بیشک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں، مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہیں بھائی بھائی قرار دیا ہے''۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج3 ص218 پر کہا:

یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے وہ یوں کہ حضور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق خبر دی کہ ان کو باغی گروہ قتل کرے گا اور جنگ صفین میں حضرت عمار کو اہل شام نے قتل کیا ہے اور حضرت عمار حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل عراق کیساتھ تھے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بنسبت خلافت کے زیادہ حقدار تھے اور حضرت معاویہ کے ساتھیوں کو باغی نام رکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کافر ہو گئے ہیں جیسا کہ شیعہ وغیرہ جاہل گمراہ فرقہ والے کہتے ہیں کیونکہ اگرچہ وہ نفس الامر میں باغی تھے لیکن وہ اپنی جنگ کے معاملے میں مجتہد تھے اور ہر مجتہد مصیب نہیں ہوتا بلکہ مصیب کے لیے دو اجر ہوتے ہیں اور مخطی مجتہد کے لیے ایک اجر ہوتا ہے اور جس نے اس حدیث: ''اے عمار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا'' پر یہ اضافہ کیا: ''اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن میری شفاعت عطا نہ فرمائے'' پس اس نے یہ اضافہ رسول اللہ ﷺ پر اپنی طرف سے گڑھا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسی بات نہیں فرمائی کیونکہ یہ روایت کسی ایسے طریق سے نہیں آئی جسے قبول کیا جا سکے۔ واللہ اعلم۔

رہا حضور ﷺ کا یہ فرمان: ''حضرت عمار انہیں جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ ان کو جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے'' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمار اور ان کے ساتھی اہل شام کو الفت اور کلمہ پر اکٹھے ہونے کی دعوت دے رہے تھے اور اہل شام یہ چاہتے تھے کہ امر خلافت اسے دیا جائے جو اس کے زیادہ حقدار نہیں تھے اور لوگ بالکل ہی اپنے امام کے علاقے میں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے تھے۔ اور یہ افتراق کلمہ اور اختلاف امت کی طرف پہنچانے والا امر ہے پس یہ بات ان کے مذہب سے لازم آتی ہے اور ان کے مسلک سے پیدا ہوتی ہے اگرچہ وہ اس کا ارادہ نہیں کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

فصل: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث:
ان ابنی ھذا سید تخریج کا بیان:

امام ابوعبداللہ البخاری نے اپنی صحیح رقم:2704 پر کہا:

حدثنا عبدالله بن محمد حدثنا سفيان عن ابی موسیٰ قال: سمعت الحسن يقول: استقبل والله الحسن بن علی معاوية بكتائب امثال الجبال، فقال عمرو بن العاص: انی لاری كتائب لاتولی حتی تقتل اقرانها فقال له معاوية - وكان والله خير الرجلين - ای عمرو، ان قتل هؤلاء هؤلاء، وهولاء وهؤلاء، من لی بأمور الناس؟! من لی بنسائهم؟! من لی بضيعتهم؟! فبعث اليه رجلين من قريش من بنی عبدشمس - عبدالرحمن بن سمرة وعبدالله بن عامر بن كريز - فقال: اذهبا الی هذا الرجل فاعرضا عليه، وقولا له، واطلبا اليه، فاتياه، فدخلا عليه، فتكلما، وقالا له، وطلباله، فقال لهما الحسن بن علی: انا بنو عبدالمطلب قد اصبنا من هذا المال، وان هذه الامت قد عاثت فی دمائها. قالا: فانه يعرض عليك كذا و كذا، ويطلب اليك ويسالك. قال فمن لی بهذا؟ قالا: نحن لك به. فما سالهما شيئاً الا قالا: نحن لك به، فصالحه. فقال الحسن: ولقد سمعت ابا بكرة يقول: رايت رسول الله صلی الله عليه واله وسلم علی المنبر - والحسن بن علی الی جنبه وهو يقبل علی الناس مرة وعليه اخری، ويقول: "ان ابنی هذا سيد، ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين". قال لی علی بن عبدالله: انما ثبت لنا سماع الحسن من ابی بكرة بهذا الحديث.

"ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا وہ ابوموسیٰ سے راوی ہیں کہا میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ سے مقابلہ کے لیے پہاڑوں جیسے لشکر لے کر آئے۔ حضرت عمرو بن عاص

نے کہا: میں ایسے لشکر دیکھتا ہوں جنہیں واپس نہیں لوٹایا جا سکتا حتی کہ اپنے ہم عصروں کو قتل کر دیں گے۔ جناب معاویہ (جو دو آدمیوں میں سے بہتر آدمی تھے) نے حضرت عمرو بن عاص سے کہا: اے عمرو! اگر یہ لوگ ایک دوسرے کو قتل کریں گے تو امور کا والی کون ہوگا؟ اور ان کی عورتوں کا سرپرست کون ہوگا؟ اور ان کے بچوں کی دیکھ بھال کون کرے گا۔ پس حضرت معاویہ نے قریش میں سے دو شخص عبدالرحمن بن سمرہ اور حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز کو جو بنی عبدالشمس میں سے تھے امام حسن کی طرف بھیجا۔ حضرت معاویہ نے کہا: ان کے پاس جاؤ! اور پیش کش کرو! ان سے بات چیت کرو اور ان کے مطالبات پوچھو! چنانچہ وہ دونوں حضرت امام حسن کے پاس آئے اور ان سے بات چیت کی اور مطالبات پوچھے۔ حضرت امام حسن نے فرمایا: ہم بنو عبدالمطلب ہیں، ہم نے اپنے دور خلافت میں بہت سا مال پایا اور متعلقین پر خرچ کرنا ہماری عادت بن چکی ہے یہ مال کے بغیر خونریزی سے نہیں رکیں گے۔ ان دونوں نے کہا: معاویہ کو یہ پیشکش کریں گے وہ آپ سے مطالبات پوچھتے ہیں۔ حضرت امام حسن نے فرمایا: اس کا میرے لیے کون ضامن ہوگا۔ ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے ضامن ہیں۔ آپ نے ان سے جو بھی مطالبہ کیا انہوں نے کہا: ہم اس کے ضامن ہیں۔ حضرت امام حسن نے ان سے صلح کر لی اور حضرت امام حسن بصری نے فرمایا: میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا جبکہ امام حسن حضور ﷺ کے پہلو میں تھے حضور ﷺ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی امام حسن کی طرف! آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔

امام ابوعبداللہ نے کہا: مجھ سے امام علی بن مدینی نے کہا: ہمارے نزدیک امام حسن بصری کا حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سماع اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام حسن بصری نے راویت کیا۔ پس اس روایت میں اختلاف کیا گیا چنانچہ بعض نے اس کو حسن بصری سے روایت کیا وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے راوی اور بعض نے اس کو امام حسن بصری سے روایت کیا اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ اور بعض نے حضرت حسن بصری سے روایت کی اور وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں اور بعض نے آپ سے مرسلاً

روایت کیا۔

پس جس نے اس روایت کو امام حسن بصری عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا تو یہ کئی طرق سے آئی ہے:

پہلا طریق:

اسے اسرائیل ابوموسیٰ بصری نے امام حسن بصری سے روایت کیا تو آپ نے کہا: میں نے حضرت ابوبکرہ سے سنا:

ایسے ہی علی بن مدینی نے روایت کیا جیسا کہ بخاری رقم: 7109 اور عبداللہ بن محمد نے روایت کیا جیسا کہ یہ بھی بخاری رقم: 2704 پر ہے۔ صدقہ ابن الفضل المروزی نے بھی اسے روایت کیا جیسا کہ بخاری رقم: 3746 پر ہے۔ امام احمد نے اپنی مسند ج 5 ص 37، 38 اور فضائل الصحابہ رقم: 1354 پر روایت کیا۔ محمد بن منصور نے بھی روایت کیا جیسا کہ السنن الکبریٰ للنسائی رقم: 1718، 10081 پر اور سنن الصغریٰ ج 3 ص 107 پر روایت کیا۔ اور محمد بن عباد نے بھی اسے روایت کیا جیسا کہ بیہقی ج 6 ص 165 پر ہے اور حمیدی نے بھی اسے روایت کیا اور یہ مسند حمیدی ج 2 ص 348 پر ہے اور سعید بن منصور نے بھی روایت کیا جیسا کہ بیہقی ج 8 ص 173 پر روایت کیا اور ابراہیم بن بشار الرمادی نے بھی اسے روایت کیا جیسا کہ امام طبرانی کی المعجم الکبیر ج 3 ص 33 پر ہے ان سب حضرات نے سفیان بن عیینہ سے وہ اسرائیل سے وہ ابوموسیٰ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: میں نے حسن بصری کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اور یہ حدیث ذکر کی۔

اور اس کو عبداللہ بن سعید نے بھی روایت کیا جیسا کہ امام نسائی نے سنن الکبری رقم: 8156 پر ہے اور خلف بن خلیفہ نے روایت کیا جیسا کہ مسند بزار ج 9 ص 109 پر اور ابوخیثمہ نے بھی اسے روایت کیا جیسا کہ بیہقی ج 7 ص 63 پر ہے۔ ان سب نے ابن عیینہ سے وہ ابوموسیٰ سے وہ حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں لیکن انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

امام بزار نے کہا: ہم نہیں جانتے کہ اسرائیل ابوموسیٰ سے اس حدیث کو ابن عیینہ کے علاوہ کسی نے نہیں روایت کیا۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج 13 ص 63 پر امام بزار کا یہ کلام نقل کرنے کے بعد کہا: امام مغلطائی نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ بخاری نے اسے علامات نبوت میں حسین بن علی جعفی کے طریق سے روایت کیا وہ

ابوموسیٰ، انہی اسرائیل سے یہ عمدہ تعاقب ہے لیکن میں نے اس میں یہ قصہ نہیں دیکھا اور انہوں نے اس میں صرف مرفوع حدیث تخریج کی۔

اوراس کو عبداللہ بن محمد نے بھی روایت کیا جیسا کہ امام بخاری نے رقم: 3629 پر یحییٰ بن آدم سے وہ حسین الجعفی سے وہ ابوموسیٰ سے وہ حضرت حسن سے وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے لفظ عن سے روایت کرتے ہیں۔

اوراس کو ابن ابی شیبہ نے ج 6 ص 376 پر حسین بن علی سے وہ ابوموسیٰ سے وہ حسن بصری سے مرسلا راوی ہیں۔

دوسرا طریق:

مبارک بن فضالہ نے اس کو حضرت حسن بصری سے روایت کیا اس نے کہا: مجھے حضرت ابوبکرہ نے خبر دی۔

اسے امام احمد نے اپنی مسند ج 5 ص 44 پر روایت کیا، آپ نے کہا: ہم سے ہاشم نے بیان کیا کہا ہم سے المبارک نے بیان کیا کہا ہم سے حسن بصری نے بیان کیا کہا ہم سے حضرت ابوبکرہ نے بیان کیا: پھر یہی حدیث بیان کی۔

امام بزار نے اپنی مسند ج 9 ص 109 پر احمد بن منصور الرمادی سے روایت کیا وہ ابوداؤد سے وہ ابوفضالہ سے روایت کرتے ہیں اور ابوفضالہ وہ مبارک بن فضالہ ہیں اور وہ حضرت حسن بصری سے راوی ہیں، آپ نے فرمایا: مجھ سے حضرت ابوبکرہ نے بیان کیا۔

امام بزار نے اس کے بعد کہا: یہ حدیث حضرت جابر اور حضرت ابوبکرہ سے روایت کی جاتی ہے اور حدیث ابی بکرہ زیادہ مشہور اور سند کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہے اور حدیث جابر زیادہ غریب ہے پس ہم نے اس روایت کو حضرت ابوبکرہ سے روایت کیا۔

پھر اس کو بھی روایت کیا ج 9 ص 111 پر احمد بن منصور سے اور ابن حبان نے اسے اپنی صحیح رقم: 6964 پر ابوخلیفہ الفضل بن الحباب سے روایت کیا ان دونوں نے ابوالولید الطیالسی سے وہ جناب حسن بصری سے سماع کی تصریح کیساتھ روایت کرتے ہیں۔

اور امام طبرانی نے الکبیر ج 3 ص 34 پر ابوخلیفہ اور محمد بن محمد التمار سے وہ ابوالولید الطیالسی سے وہ جناب حسن بصری سے راوی ہیں لیکن آپ نے یہی روایت عن کیساتھ ذکر کی ہے۔ اس کے بعد بزار نے کہا: یہ

حدیث حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی اور مبارک بن فضالہ کی حدیث میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان سے بہت زیادہ اہل علم لوگوں نے روایت کیا۔

تیسرا طریق:

اسے اشعث بن عبدالملک نے حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اسے محمد بن عبداللہ انصاری نے آپ سے یہ روایت کی جیسا کہ امام ابوداؤد نے رقم: 4629 پر امام ترمذی نے رقم: 3773 پر طبرانی نے کبیر ج 3 ص 34 پر اور حاکم نے ج 3 ص 174 پر روایت کیا اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

چوتھا طریق:

اسے علی بن زید بن جدعان نے حسن بصری سے روایت کیا وہ جناب ابوبکرہ سے راوی ہیں۔

اسے مسدد نے روایت کیا جیسا کہ امام ابوداؤد نے رقم: 4629 پر، مسلم بن ابراہیم نے بھی روایت کیا جیسا کہ ابوداؤد رقم: 4629 پر ہے اور امام طبرانی نے معجم الکبیر ج 3 ص 33 پر روایت کیا اور عارم نے اسے روایت کیا جیسا کہ امام طبرانی نے الکبیر ج 3 ص 33 پر روایت کیا اور یحییٰ بن حبیب بن عربی نے اسے روایت کیا جیسا کہ مسند بزار ج 9 ص 109 پر ہے اور عفان بن مسلم اور سلیمان بن حرب نے روایت کیا جیسا کہ مستدرک حاکم ج 3 ص 174 پر ہے۔ ان سب نے حماد بن زید سے وہ علی بن زید سے یہی روایت کرتے ہیں۔

اس کے بعد امام بزار نے کہا: علی بن زید کی حسن بصری سے روایت وہ جناب ابوبکرہ سے راوی، ہم نہیں جانتے کہ اسے حماد بن زید کے علاوہ کسی نے جناب علی بن زید سے روایت کیا ہو۔

پانچواں طریق:

اسے اسماعیل بن مسلم نے حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ سے راوی۔ طبرانی نے الکبیر ج 3 ص 34 پر عبدالرحمن بن سلم سے وہ سہل بن عثمان سے وہ ابومعاویہ سے وہ اسماعیل سے یہی روایت کرتے ہیں۔

اسماعیل بن مسلم مکی ہیں وہ اگرچہ اہل علم میں سے ہیں لیکن متروک ہیں۔

چھٹا طریق:

ابوالاشہب جعفر بن حیان نے اسے حضرت حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں۔

امام طبرانی نے اسے الاوسط ج 2 ص 147 پر اور کبیر ج 3 ص 35 پر احمد بن محمد بن صدقہ نے روایت کیا

کہا ہمیں عبیداللہ بن یوسف الجبیری نے خبر دی وہ محمد بن عبداللہ انصاری سے راوی وہ اشہب سے یہی روایت کرتے ہیں۔

ساتواں طریق:

داؤد بن ابی ہند نے اسے حسن سے وہ حضرت ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں۔

اسے طبرانی نے الاوسط ج 3 ص 245 پر اسلم بن سہل الواسطی سے وہ عبدالرحمن بن علی شیبانی سے وہ عبدالحکم بن منصور سے وہ داؤد سے یہی روایت کرتے ہیں۔ اور کہا: داؤد سے صرف عبدالحکم بن منصور نے اسے روایت کیا ہے۔

آٹھواں طریق:

یونس بن عبید اور منصور بن زاذان نے حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ سے راوی ہیں۔

اسے طبرانی نے صغیر رقم: 766 پر کبیر ج 3 ص 34 پر ربیع بن سلیمان سے وہ عبدالرحمن بن شیبہ الجدی سے وہ ہشیم سے یہی روایت کرتے اور کہا: یونس سے صرف ہشیم ہی روایت کرتے ہیں اور ان سے صرف ابن شیبہ ہی روایت کرتے ہیں اس میں ربیع اکیلے ہیں۔

عبدالرحمن بن شیبہ کے متعلق امام ابوحاتم نے کہا: میں انہیں نہیں پہچانتا اور ان کی حدیث صالح ہیں اور نباتی نے ذیل الضعفاء میں اسے ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں النباتی کا ذکر عدم شہرت کی وجہ سے کیا ہے واللہ اعلم۔

نواں طریق:

اسے معمر نے روایت کیا کہا: مجھے اس نے خبر دی جس نے حسن بصری سے سنا وہ حضرت ابوبکرہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

یہ روایت معمر کی جامع ج 11 ص 452 پر عبدالرزاق کے طریق سے ہے اور اس طریق سے امام احمد نے اپنی مسند ج 5 ص 47 پر روایت کی۔

اس وجہ سے حسن بصری کی عن ابی بکرۃ کی حدیث نو طرق سے روایت کی گئی ہے اور حضرت حسن بصری کی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح پہلے دو طریق میں واقع ہوئی ہے لیکن بقیہ طرق میں عنعنہ روایت بیان ہوئی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مذکور روایت کرنے والے رُواۃ کا بیان:

امام نسائی نے السنن الکبری ج ۵ ص ۴۹ پر کہا:

ہمیں اسماعیل بن مسعود نے خبر دی کہا ہمیں خالد بن الحارث نے خبر دی وہ اشعث سے وہ حسن بصری سے وہ بعض اصحاب نبی ﷺ سے یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راویت کرتے ،آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جبکہ امام حسن آپ کی ران پر تھے، جو آپ ﷺ کے لیے ظاہر تھا وہ کلام فرماتے پھر امام حسن کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ بھی حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوتے تو حضور ﷺ کہتے: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما! کہتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے: مجھے امید ہے کہ اس کے ذریعے میری امت کے دو گروہوں کے مابین صلح کرائی جائے گی۔

اور جلد ۵ ص ۴۹ پر یہ بھی کہا:

ہمیں محمد بن عبد الاعلی نے خبر دی کہا ہمیں خالد نے خبر دی کہا ہم سے اشعث نے بیان کیا وہ امام حسن بصری سے وہ بعض اصحابِ نبی ﷺ سے کہا: یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ میں داخل ہوا یا کہا: بسا اوقات میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا جبکہ امام حسن اور امام حسین حضور ﷺ کے بطن مبارک سے چمٹے ہوئے ہوتے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ حضور ﷺ فرماتے: اس امت کے میرے یہ دو پھول ہیں۔ اور اس کو خصائص علی رضی اللہ عنہ ص ۱۴۴ پر بھی روایت کیا۔

اور عمل الیوم واللیلۃ ص ۲۵۳ پر کہا:

ہمیں محمد بن عبد الاعلی نے ہمیں خبر دی کہا ہم سے خالد نے بیان کیا کہا ہم سے اشعث نے بیان کیا وہ حضرت حسن بصری سے وہ بعض اصحاب نبی ﷺ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: میں نے رسول کریم ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا جبکہ امام حسن آپ کے پہلو میں تھے اور حضور ﷺ فرمارہے تھے کہ مجھے امید ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے میری امت کے دو گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔

امام بزار نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا جیسا کہ کشف الاستار رقم: ۲۶۳۴ پر یحیی بن حبیب کے طریق سے روایت ہے وہ خالد بن الحارث سے وہ اشعث سے جناب حسن بصری سے، آپ نے کہا، میرا خیال ہے حسن بصری نے حضرت انس سے مرفوعا روایت کی، پھر یہی حدیث بیان کی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مذکور روایت کرنے والے راویوں کا بیان:

اس روایت پر میں مطلع نہیں ہوا لیکن مزی نے تحفۃ الاشراف ج۹ ص۳۹ پر اس روایت کو ذکر کیا اور کہا: جناب حسن بصری حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حدیث مذکور روایت کی گئی۔

حضرت حسن بصری سے حدیث مذکور مرسلاً روایت کرنے والوں کا بیان:

نعیم بن حماد نے الفتن رقم: ۴۲۳ پر ہشیم سے روایت کی وہ یونس سے وہ حضرت حسن بصری سے مرسلاً روایت کی۔

پیچھے گزر چکا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اسے اپنی مصنف ج۶ ص۳۷۶ پر حسین بن علی سے روایت کی وہ ابوموسیٰ اسرائیل سے وہ جناب حسن بصری سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔

اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند ج۴ ص۱۳۱ پر بھی اسے ابن مہدی کے طریق سے روایت کیا وہ سہل بن ابی الصلت سے وہ حضرت حسن بصری سے بطور مرسل روایت کرتے ہیں۔

ابوعبدالرحمن النسائی نے اس حدیث کو علی بن زید بن جدعان کے طریق سے اور ابوموسیٰ اسرائیل کے طریق سے اور اشعث کے طریق سے ذکر کرنے کے بعد کہا: عوف، داود اور ہشام نے اسے مرسل روایت کیا۔

ہمیں محمد بن عبدالاعلیٰ نے خبر دی کہا ہم سے خالد نے بیان کیا کہا ہم سے عوف نے بیان کیا وہ جناب حسن بصری سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے اسی کی مثل فرمایا۔ یہ مرسل روایت ہے۔

ہمیں احمد بن سلیمان نے خبر دی کہا ہم سے ابوداود الحفری نے بیان کیا وہ سفیان سے وہ داود سے وہ جناب حسن بصری سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے امام حسن کے لیے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے۔۔۔۔ اسی کی مثل روایت کیا۔

ہمیں محمد بن العلا ابوکریب نے خبر دی کہا: ہم سے ابن ادریس نے بیان کیا وہ ہشام (ابن حسان) سے وہ جناب حسن بصری سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔

فصل: اس حدیث پر کلام کا بیان

حضرت حسن بصری سے اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ آپ سے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے ان جناب حسن بصری سے روایت کرنے میں چار وجوہ پر اختلاف کیا ہے جیسا کہ تخریج میں پیچھے گزر چکا ہے۔

اول: حسن بصری، حضرت ابوبکرہ سے راوی ہیں۔

دوئم: جناب حسن بصری، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

سوئم: جناب حسن بصری حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

چہارم: جناب حسن بصری سے مرسلاً روایت ہے۔

وجہ دوئم کے متعلق کلام:

ظاہر یہ ہوتا ہے کہ دوسری وجہ میں خطا ہے۔ یعنی حضرت انس کے الفاظ خالد بن حارث کے ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اشعث کی جناب حسن بصری کی روایت اور ان کی بعض اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ پس ظاہر یہ ہوتا ہے کہ یعنی حضرت انس کے الفاظ خالد نے ہی کہے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ محمد بن عبداللہ انصاری نے ان سے روایت کیا تو کہا ان سے وہ حسن بصری سے وہ جناب ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

یا پھر یہ قول خود اشعث کا ہوگا کہ انہوں نے اس صحابی کی تعیین میں اجتہاد کیا پس وہ بھول گئے کہ اس کو حسن بصری نے حضرت ابوبکرہ کے حوالے سے بیان کیا تھا کیونکہ ایک جماعت نے اسے جناب حسن بصری سے روایت کیا وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

حافظ ابن حجر نے مختصر زوائد مسند البزار رقم: ۱۹۷۶ پر کہا: اس میں اشعث نے خطا کی، یہ تو روایت حسن بصری سے ہے وہ جناب ابوبکرہ سے راوی ہیں۔

وجہ سوئم کا بیان:

میں اس کی سند پر مطلع نہیں ہوا۔ یہ وہم ہو سکتا ہے کیونکہ امام ابن راہویہ کے جیسا کہ گزر چکا ہے کہ اس حدیث کو اپنی مسند میں مسند سیدہ ام سلمہ کے تحت روایت کیا ہے لیکن جناب حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

وجہ اول اور وجہ چہارم کا بیان:

وجہ اول اور وجہ چہارم باقی رہ گئیں۔ وجہ اول ہی راجح ہے دو امور کی وجہ سے:

امر اول:

ایک جماعت نے جناب حسن بصری سے ایسی ہی روایت کیا اور وہ درج ذیل حضرات ہیں:

۱:۔ اسرائیل بن موسیٰ، ابوموسیٰ البصری یہ وہ ہیں جنہوں نے بعض جلیل القدر تابعین: جناب حسن

بصری، جناب ابوحازم اشجعی اور جناب محمد بن سیرین سے سے روایت کیا۔ کہا گیا ہے کہ جناب وہب بن منبہ سے بھی آپ نے روایت کیا اور ازدی نے اس کا رد کیا اور کہا: وہ ان کے علاوہ ہیں۔ اور ان سے بعض اجلہ محدثین نے روایت کیا۔ ان میں سے ابن عیینہ اور قطان ہیں۔ یہ زیادہ روایات بیان نہیں کرتے۔ راجح قول کے مطابق ثقہ ہیں۔

ابن معین اور ابوحاتم نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور ابوحاتم نے یہ اضافہ بھی کیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن حبان نے ان کو الثقات میں ذکر کیا ہے اور صرف ازدی نے کہا کہ اس میں ضعف ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ جرح قابل التفات نہیں ہے کیونکہ ازدی کا کلام جب ائمہ کے مخالف ہو تو وہ معتبر نہیں ہے جیسا کہ یہاں پر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تشدد میں مبالغہ کرتے ہیں اور خود ازدی میں بھی کلام کیا گیا ہے۔

اسرائیل کے ثقہ وقوی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے ان سے احتجاج کیا ہے اور قطان نے اس سے روایت کیا ہے۔

۲:۔ مبارک بن فضالہ۔ ان کے متعلق اختلاف ہے لیکن راجح یہی ہے کہ اس سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

۳:۔ اشعث بن عبدالملک الحمرانی۔ ان میں اختلاف کیا گیا۔

یحیی بن معین نے کہا: حفص بن غیاث، عبادان کی طرف نکلے تو بصرہ کے لوگ ان کے پاس اکٹھے ہوئے تو انہوں نے آپ سے کہا: تین آدمیوں کے حوالے سے آپ ہمیں حدیث نہ سنائیں: اشعث بن عبدالملک، عمرو بن عبید اور جعفر بن محمد تو آپ نے کہا: اشعث کا معاملہ تمہارے لیے ہے اور میں اس کو تمہارے لیے چھوڑ رہا ہوں۔

یحیی القطان نے کہا: میرے نزدیک وہ ثقہ و مامون ہے۔

امام بخاری نے کہا: یحیی بن سعید اور بشر بن مفضل، اشعث الحمرانی کو ثبت مانتے ہیں۔

امام احمد نے کہا: وہ حدیث میں اشعث بن سوار سے زیادہ قابل تعریف ہیں۔ ان سے شعبہ نے روایت کی۔ یحیی بن سعید انہیں ان سے راضی نہیں تھے، جناب حسن بصری کے مسائل کے عالم تھے اگر کہا جائے کہ: کیا یونس سے انہوں نے روایت کی؟ تو اسے جواباً کہا جائے گا کہ ہم جناب حسن بصری سے ان کو ثبت قرار دیتے ہیں انہوں نے تو اسے اشعث بن عبدالملک سے روایت کیا۔

ابن معین اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔

ابوزرعہ نے کہا: یہ صالح ہیں۔

ابوحاتم نے کہا: ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ الحدانی سے زیادہ ثقہ ہے اور ابن سوار سے زیادہ صالح ہے۔

ابن عدی نے کہا: ان کی عام احادیث درست ہیں اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی احادیث لکھی جاتی ہیں اور دلیل پکڑی جاتی ہے اور وہ تمام اہل صدق میں سے ہیں اور اشعث بن سوار سے بہت زیادہ بہتر ہیں۔

اس کو قوی قرار دینے والی باتوں میں سے یہ ہے کہ امام شعبہ اور امام قطان نے اس سے روایت کی ہے۔ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے۔

امام یحیی بن معین کے ذکر کردہ واقعہ کا جواب:

یحیی بن معین نے حفص بن غیاث سے جو واقعہ ذکر کیا اس کا تین وجوہ سے جواب ہے:

1:۔ بصرہ کے ان لوگوں کو ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہیں؟ کیا وہ حفاظ الحدیث ہیں یا عام راوی ہیں؟ (مجہول لوگوں کا بات کیسے معتبر ہوگی)۔

2:۔ بصرہ کے لوگوں کا قول، کبار حفاظ الحدیث کے قول کے مخالف ہے بالخصوص جو یحیی بن سعید نے کہا اور آپ اپنے زمانے میں اہل بصرہ کے سردار تھے۔

3:۔ ان کا اشعث سے اعراض کرنے میں تصریح نہیں ہے کہ ان سے اعراض ان کی حدیث کی وجہ سے ہے یا کسی اور وجہ سے بلکہ کبھی یہ بات بھی ہوتی ہے کہ اس کا سبب یہ ہو کہ وہ ان کے شہر کا آدمی ہے اور ان کے نزدیک معروف ہے تو اہل بصرہ چاہتے ہوں کہ ان کے علاوہ ایسے لوگوں کی روایت بیان کریں جو ان کے شہر کے نہ ہوں!۔

امام حسن بصری اور امام ابن سیرین کے متعلق جناب اشعث کو تقدم حاصل ہے۔

قطان نے کہا: میں نے کسی ایسی آدمی ۔سے ملاقات نہیں کی جو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث بیان کرتا ہو اور وہ اشعث سے زیادہ ثبت ہو۔ اور یہ بھی کہا: میں نے اپنے اصحاب میں ان سے زیادہ ثبت نہیں پایا اور نہ ہی میں نے ابن سیرین کے اصحاب میں ابن عون کے بعد اس سے زیادہ ثبت کسی کو پایا۔

امام احمد نے فرمایا: امام حسن بصری کے کے مسائل کا وہ عالم ہے۔

4:۔اورابوالاشہب جعفر بن حیان نے روایت کیا۔یہ ثقہ راوی ہے ایک جماعت نے اس سے روایت کیا۔ان کی روایت طبرانی کے ہاں ہے جوگزرچکی ہے کہ احمد بن محمد بن صدقہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں وہ عبیداللہ بن یوسف الجبیری سے راویت کرتے ہیں اورعبداللہ بن یوسف الجبیری البصری جبیر بن حیہ کی اولاد سے ہیں ابن حبان نے ان کوثقات میں ذکرکیااورکہا: ہم سے ان کے بیٹے احمد نے بیان کیا۔

(ان کے بیٹے احمد کودارقطنی نے ثقہ قراردیا ہے۔)

میں کہتاہوں کہ ان کے قوی ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ حفاظِ حدیث کی ایک جماعت نے ان سے روایت کی جیسے ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن ابی داؤد، ابوعروبہ، ابن صاعد، حرب بن اسماعیل اوردیگر حضرات۔میرے لیے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ وہ کثیرالروایت ہیں کیونکہ انہوں نے ایک بڑی جماعت سے روایت کی اوران سے بھی ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام ابن حجر نے ان کے بارے میں تقریب میں کہاہے کہ یہ صدوق ہے۔

میں کہتاہوں کہ کہ ظاہر یہ ہے کہ یاتووہ ثقہ ہے یا صدوق، جیسا کہ پیچھے گزرچکا ہے۔

5:۔علی بن زید بن جدعان۔یہ اہل علم میں سے ہیں لیکن ان میں ضعف پایا جاتا ہے اوران تک سند صحیح ہے۔

6:۔اسماعیل بن مسلم۔لیکن یہ متروک ہے۔

7:نام ذکر کیے بغیر ایک آدمی نے جناب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا جیسا کہ معمر کی روایت میں ہے۔

امرثانی:

یہ اضافہ ہے اوراضافہ جب قابل اعتماد ثقہ راوی سے ہوتو اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قبول کیا جائے گا کیونکہ جاننے والا نہ جاننے والے پر حجت ہوتا ہے۔اس اضافہ کوایک جماعت نے روایت کیا جیسا کہ پیچھے گزرچکا ہے۔اوران میں کچھ ثقہ وصدوق ہیں جن سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں اورکچھ میں ضعف پایا جاتا ہے۔



فصل: امام حسن بصری کا حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کا بیان:

حضرت ابوبکرہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے سماع میں دو قولوں اختلاف کیا گیا ہے:

پہلا قول:

جناب حسن بصری نے جناب ابوبکرہ سے حدیث سماعت نہیں کی۔ یہ قول یحیی بن معین اور دارقطنی اور دیگر لوگوں کا ہے۔

دوسرا قول:

جناب حسن بصری نے جناب ابوبکرہ سے حدیث سماعت کی ہے۔ یہی قول بہز بن اسد العمی البصری، علی بن مدینی، بخاری اور بزار کا ہے۔ شاید امام ترمذی کا بھی یہی قول ہے کیونکہ امام ترمذی نے ایسی دو حدیثوں کو صحیح قرار دیا جن کو جناب حسن بصری نے جناب ابوبکرہ سے روایت کیا ہے۔

پھر یہ تمام دو قسموں میں تقسیم ہوتے ہیں:

پہلی قسم: جس نے سماع کا اطلاق کیا تو کہا: انہوں نے سنا اور کسی چیز کیساتھ مقید نہیں کیا۔

دوسری قسم: ان کا سماع ثابت کیا لیکن اس بات کیساتھ مقید کیا ہے کہ کچھ سنا۔

اور صحیح دوسرا قول ہے اس پر کئی امور دلالت کرتے ہیں:

امر اول:

متعدد احادیث میں تصریح ہے کہ جناب حسن بصری نے جناب ابوبکرہ سے سماع کی ہے جیسا کہ درج ذیل حضرات کی روایت میں ہے:

1:۔ اسرائیل بن موسیٰ البصری۔ یہ ثقہ راوی ہیں، امام بخاری وغیرہ نے اس سے روایت لی ہے۔ ان کی روایت کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔

2:۔ زیاد بن حسان الاعلم الباہلی البصری۔ ان کے بارے امام احمد نے کہا: یہ ثقہ ہیں ثقہ ہیں۔ ابوحاتم

نے کہا: یہ جناب حسن بصری کے قدیم اصحاب میں سے ہیں۔

امام ابوداؤد نے رقم: 683 پر ان کی روایت کی یہ ابن داسہ اور الرملی کی روایت سے ابوداؤد کے نسخہ میں ہے۔اور نسائی نے ج2 ص118 پر روایت کی، دونوں نے حمید بن مسعدہ کے طریق سے روایت کی وہ یزید بن زریع سے وہ سعید بن ابی عروبہ سے وہ زیاد الاعلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: ہم سے حسن بصری نے بیان کیا نہ حضرت ابوبکرہ نے ان سے بیان کیا کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے جبکہ نبی کریم ﷺ رکوع میں تھے تو حضرت ابوبکرہ نے صف سے پیچھے رکوع کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے (نیکیوں کے) حرص میں اضافہ فرمائے اور دوبارہ ایسا نہ کرنا!۔

3:۔مبارک بن فضالہ البصری۔

امام بخاری نے رقم:1-48 پر ان کی روایت معلق ذکر کی ہے چنانچہ کہا: ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہا: ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا وہ یونس سے وہ حسن بصری سے وہ جناب ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورج اور چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں۔کسی کی موت کی وجہ سے انہیں گرہن نہیں لگتا لیکن ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔

ان کی متابع جناب اشعث نے جناب حسن کی روایت سے کی۔ان کی متابعت موسیٰ نے بھی کی وہ مبارک سے وہ حضرت حسن بصری سے راوی ہیں آپ نے فرمایا: مجھے حضرت ابوبکرہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ان دونوں سورج و چاند کے ذریعے اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔

امام احمد نے اپنی مسند ج5 ص37 پر خلف بن الولید سے طریق سے روایت کی وہ مبارک سے وہ حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرہ نے ان سے بیان کیا۔

ہماری حدیث ان ابنی ھذا سید جو مسند احمد و بزار میں ہے اس میں سماع کی تصریح کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔

امام احمد نے ج5 ص41،42 پر یہ بھی کہا: ہم سے ابوالنضر اور عفان نے بیان کیا دونوں نے کہا: ہم سے مبارک نے بیان کیا وہ حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ سے راوی ہیں۔اور عفان نے اپنی حدیث میں کہا: ہم سے مبارک نے بیان کیا کہا: میں نے حسن بصری کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ کو حضرت ابوبکرہ نے خبر دی، کہا: رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے پاس آئے جنہوں نے تلواریں میان سے باہر نکالی ہوئی تھیں، تو

حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا کیا اس پر لعنت ہو کیا میں نے اس سے منع نہیں کیا تھا؟ پھر فرمایا: پھر تم میں سے کوئی اپنی تلوار کھینچے تو اسے دیکھے پھر اگر اپنے بھائی کو دینا چاہے تو پہلے اسے میان میں ڈالے پھر اسے دے!۔

4:۔ہشام بن حسان بصری۔

ابوبکر بن ابی خیثمہ نے کہا جیسا کہ تہذیب الکمال للمزی ج30 ص7 پر ہے: ہم سے ہوذہ بن خلیفہ نے بیان کیا کہا ہم سے ہشام بن حسان نے بیان کیا وہ حضرت حسن بصری سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: میرے پاس سے حضرت انس بن مالک گزرے، ان کو زیاد نے حضرت ابوبکرہ پر عتاب کرنے کے لیے بھیجا تھا تو میں بھی ان کیساتھ چل پڑا چنانچہ ہم شیخ (ابوبکرہ) کے پاس آئے جبکہ وہ بیمار تھے تو زیادہ کی بات ان تک پہنچائی تو حضرت انس نے کہا: وہ کہتا ہے کہ کیا میں نے عبیداللہ کو فارس کا عامل نہیں بنایا؟ کیا میں نے رواد کو دارالرزق عامل نہیں بنایا؟ کیا میں نے عبدالرحمن کو دیوان اور بیت المال کا عامل نہیں بنایا تو حضرت ابوبکرہ نے فرمایا: کیا اس نے انہیں جہنم میں داخل کرنے پر اضافہ کیا؟ حضرت انس نے کہا: میں تو اسے صرف مجتہد جانتا ہوں، شیخ نے کہا: مجھے بٹھاؤ! تم کہتے ہو کہ میں اسے صرف مجتہد جانتا ہوں تو حروریوں (خوارج) نے بھی تو اجتہاد کیا تھا تو کیا انہوں نے درست اجتہاد کیا تھا یا غلطی کی تھی؟ جناب حسن بصری نے فرمایا: پس ہم مغلوب ہو کر لوٹے۔

اس روایت کو صالح بن احمد نے اپنی مسائل رقم: 1107 پر اپنے باپ عن ہوذہ سے روایت کیا ہے۔

امر دوم:

یہ بصرہ کے حفاظ کی ایک جماعت کا قول ہے اور وہ جناب حسن بصری کے شہر کے لوگ ہیں لہذا وہ ان کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں۔ پس حضرت ابوبکرہ ثقفی بصرہ تشریف لائے اور یہیں پر وفات پائی ایسے ہی امام حسن بصری کا معاملہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو عنقریب اس کا بیان آئے گا اور اہل بصرہ نے ان دونوں کی حدیث روایت کی۔ پس بصرہ والے حضرت ابوبکرہ اور حضرت حسن بصری کو اور ان کے احادیث کو دیگر لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں اور یہ بھی زیادہ جانتے ہیں کہ کن لوگوں نے ان سے سنا اور کن لوگوں نے نہیں سنا پس اس قرینہ کی وجہ سے ان کا قول دوسروں سے اولیٰ ہوگا۔ میں اہل بصرہ کے کسی ایک آدمی کو بھی نہیں جانتا جو ابن المدینی وغیرہ کے معاصرین میں سے کسی نے ان بصریوں کی اس بات میں مخالفت کی کہ کہ وہ حضرت حسن بصری کا حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت کرتے ہیں اور جن حضرات نے ان کی مخالفت کی وہ اہل

بصرہ میں سے نہیں ہیں۔

امر سوم:

بہز بن اسد بصری، حسن بصری کے بعض اصحاب کے تلامذہ میں سے ہیں چنانچہ انہوں نے آپ کے بعض اصحاب سے روایت کی ہے اور پیچھے گزر چکا ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ جناب حسن بصری نے حضرت ابوبکرہ سے کچھ سنا ہے لہذا اس مقام پر ان کا قول دوسروں پر راجح ہوگا کیونکہ وہ اپنے مابعد آنے والوں سے اس بات کو زیادہ جانتے تھے پس یہ وجہ بھی اسی بات کو ترجیح دیتی ہے کہ حضرت حسن بصری نے حضرت ابوبکرہ سے سماعت کی ہے۔

بہز بن اسد مشہور ثقہ راویوں میں سے ہیں حتی کہ امام احمد نے ان کے متعلق کہا: ثبت ان پر ختم ہوجاتا ہے۔

امر چہارم:

جنگ صفین کے دنوں میں حضرت حسن بصری بصرہ تشریف لائے اور وفات تک یہاں ہی رہے اور حضرت ابوبکرہ بصرہ تشریف لائے اور 51ھ یا 52ھ میں آپ نے وصال فرمایا پس ان کی معاصرت کی مدت طویل تھی اس شہر میں پندرہ سال کے قریب معاصرت پائی اور یہ بات معلوم ہے کہ اس زمانے میں صرف ایک ہی جمعہ کی نماز ایک ہی جگہ ہوتی تھی اور عید کی نماز بھی ایک ہی جگہ ہوتی تھی، پس گذشتہ امور کیساتھ ساتھ یہ امر بھی اسی بات کو قوت دیتا ہے کہ حضرت حسن بصری نے حضرت ابوبکرہ سے سماع کیا ہے۔

امر پنجم:

جناب حسن بصری نے بعض ایسی احادیث سے احتجاج کیا ہے جن کو وہ جناب ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں اور آپ کا ان احادیث سے احتجاج اس کی دلیل ہے کہ وہ احادیث آپ کے نزدیک قوی ہیں۔آپ نے جن احادیث سے احتجاج کیا ان میں سے ہماری یہ حدیث بھی ہے۔

1:۔امام احمد نے اپنی مسند ج5 ص44 پر کہا:

ہم سے ہاشم نے بیان کیا کہا ہم سے مبارک نے بیان کیا کہا ہم سے حسن بصری نے بیان کیا کہا ہم سے حضرت ابوبکرہ نے بیان کیا آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کی پیٹھ مبارک پر بیٹھ جاتے۔امام حسن نے کئی مرتبہ ایسا کیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا: واللہ! آپ ان کیساتھ جو شفقت فرماتے ہیں ہم نے کسی کیساتھ ایسی شفقت نہیں

دیکھی؟ راوی حدیث جناب مبارک نے کہا: پھر آپ نے کچھ ذکر کیا اور فرمایا: کچھ شک نہیں کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔ جناب حسن بصری نے فرمایا: اللہ کی قسم اللہ کی قسم! جب امام حسن خلیفہ بنے تو آپ کی خلافت میں ایک سینگی (فاسد خون نکالنے کا آلہ) بھر کر بھی کسی کا خون نہیں بہا۔

امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند ج4 ص131 پر کہا:

ہمیں عبدالرحمن بن مہدی نے خبر دی کہا ہمیں سہل بن ابی الصلت نے خبر دی کہا میں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے یعنی امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے معاملہ ایسا ہی پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائی ہے۔

2:۔ اسی سے وہ روایت بھی ہے جسے امام ابوداؤد نے اپنی سنن رقم: 1242 پر روایت کیا اور کہا:

ہم سے عبیداللہ بن معاذ نے بیان کیا کہا ہم سے میرے باپ نے بیان کیا وہ اشعث سے وہ حسن بصری سے وہ جناب ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز خوف ادا فرمائی چنانچہ بعض صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی اور بعض دشمن کے مقابلے میں کھڑے رہے پس انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیر دیا تو جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز پڑھی تھی وہ چلے اور دیگر اصحاب کی جگہ دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہوئے پھر وہ دوسرے صحابہ جو رہ گئے تھے وہ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے انہوں نے نماز پڑھ پس رسول اللہ علیہ السلام نے انہیں دو رکعتیں پڑھائیں اور پھر سلام پھیر دیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار ہوئیں اور صحابہ کی دو دو ہوئیں۔ حضرت حسن بصری یہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔

امر ششم:

امام حسن بصری کی روایت درست ہے اس میں کوئی نکارت نہیں پائی جاتی۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے آپ کی بعض مرویات میں متابعت بھی کی گئی ہے اور آپ کی بعض مرویات کے شاہد بھی ہیں لیکن آپ کی بعض روایات میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن میں غرابت پائی جاتی ہے اور ان کی توجیہ بھی ہو سکتی ہے:

حدیث اول:

امام احمد نے ج5 ص41 پر کہا:

ہم سے یزید نے بیان کیا کہا ہمیں حماد بن سلمہ نے خبر دی وہ زیاد الاعلم سے وہ حسن بصری سے وہ جناب ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز شروع تو تکبیر کہی پھر صحابہ کو اشارہ سے کہا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو پھر حضور ﷺ گھر چلے گئے پھر باہر تشریف لائے تو آپ کے سر مبارک سے قطرے ٹپک رہے تھے تو حضور ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی پھر جب حضور ﷺ نے نماز پوری کی تو فرمایا: میں بھی تو ایک انسان ہوں اور میں جنبی تھا۔

امام احمد نے ج5 ص41 پر یہ بھی روایت کیا اور کہا:

ہم سے ابو کامل نے بیان کیا کہا ہم سے حماد نے بیان کیا وہ زیاد الاعلم سے وہ حضرت حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز فجر میں داخل ہوئے تو صحابہ کرام کو اپنی جگہوں پر رکنے کا اشارہ کیا۔۔۔اسی کی مثل روایت بیان کی۔

ج5 ص45 پر یہ بھی روایت کی کہا:

ہم سے عفان نے بیان کیا کہا ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا کہا ہم سے زیاد الاعلم نے بیان کیا وہ حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر میں داخل ہوئے تو اپنے صحابہ کو اشارہ کیا۔۔۔الخ۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے رقم:236 پر موسیٰ بن اسماعیل اور یزید کے طریق سے روایت کیا اور ابن خزیمہ نے رقم:1629 پر عفان، یحیی بن عباد اور یزید کے طریق سے روایت کیا، ان سب نے حماد بن سلمہ سے یہی روایت کی۔

یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس میں یہ الفاظ غریب ہیں: "پھر تکبیر کہی پھر اشارہ کیا" پس یہ الفاظ اس حدیث کے مخالف ہیں جو صحیحین میں جناب زہری کی حدیث سے آئی ہے وہ ابوسلمہ سے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے جبکہ نماز کے لیے اقامت کہی گئی تھی اور صفیں برابر کر دی گئیں تھیں یہاں تک کہ جب حضور ﷺ اپنی مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے تو ہم تکبیر کہنے کا انتظار کرنے لگے کہ آپ ﷺ وہاں سے ہٹ گئے اور فرمایا: اپنی جگہ ٹھہرے رہو! چنانچہ ہم اپنی حالت پر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے سر سے پانی جھاڑتے ہوئے ہماری طرف تشریف لائے اور آپ نے غسل فرمایا تھا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اپنے مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے تکبیر کہنے

سے پہلے وہاں سے ہٹ گئے اور ہم سے فرمایا: اپنی جگہ ٹھہرے رہو!۔

حدیث اول کا جواب دو وجوہ سے:

اس کو دو وجوہ سے جواب دیا جاتا ہے:

وجہ اول: روایت کے اعتبار سے:

وہ یوں کہ اس میں احادیث کا اختلاف ہے اور حضرت ابوبکرہ کی حدیث کا شاہد بھی آیا ہے۔

پس امام احمد نے ج 1 ص 88 پر ابن لہیعہ کی حدیث نقل کی وہ حارث بن یزید سے وہ عبداللہ بن زریر الغافقی سے وہ حضرت مولا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کہ اچانک حضور ﷺ نماز سے پھر گئے اور ہم کھڑے رہے پھر حضور ﷺ تشریف لائے جبکہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے پھر حضور ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔۔الحدیث

اور امام احمد نے ج 2 ص 448 پر وکیع سے روایت کی وہ اسامہ بن زید سے وہ عبداللہ بن یزید، اسود بن سفیان کے آزاد کردہ غلام سے وہ وہ ابن ثوبان سے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز کے لیے تشریف لائے پھر جب تکبیر کہی تو نماز سے پھر گئے اور صحابہ کو اشارہ کیا کہ جیسے تم ہو ویسے ہی رہو! پھر نبی ﷺ نکلے تو آپ نے غسل کیا پھر آئے اور آپ ﷺ کے سر سے قطرے بہہ رہے تھے پھر حضور ﷺ نے صحابہ کو نماز پڑھائی۔۔۔۔الحدیث

امام ابن ماجہ نے بھی رقم: 1210 پر اسے روایت کیا۔

امام طحاوی نے مشکل الآثار ج 3 ص 88 پر اور امام دارقطنی نے ج 1 ص 362 پر عبید اللہ بن معاذ العنبری کی حدیث روایت کی وہ اپنے باپ سے وہ سعید سے وہ قتادہ سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نماز میں داخل ہوئے تو تکبیر کہی اور ہم نے بھی آپ ﷺ کی معیت میں تکبیر کہی پھر صحابہ کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ کیا جیسے تم ہو ویسے ہی رہو! ہم کھڑے رہے حتی کہ حضور ﷺ ہمارے پاس غسل فرما کے تشریف لائے اور آپ ﷺ کے سر مبارک سے قطرے بہہ رہے تھے۔

امام دارقطنی نے اس کے بعد کہا: عبدالوہاب الخفاف نے اس کی مخالفت کی پھر دارقطنی نے عبدالوہاب بن عطاء کی حدیث روایت کی وہ سعید سے وہ قتادہ سے بکر بن عبداللہ المزنی سے مرسلاً روایت کی اور اس کے

بعد کہا: عبدالوہاب نے کہا: اسی سے ہم دلیل پکڑتے ہیں۔

امام مالک نے اپنے موطا ج 1 ص 48 پر اسماعیل بن ابو حکیم کی حدیث روایت کی کہ عطاء بن یسار نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی نماز میں تکبیر کہی پھر اپنے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ ٹھہرے رہو! پھر حضور ﷺ چلے گئے پھر واپس تشریف لائے جبکہ آپ ﷺ کی جلد پر پانی کا اثر تھا۔

امام ابوداؤد نے اپنی سنن ج 1 ص 263 پر کہا:

اسے ایوب، ابن عون اور ہشام نے روایت کیا وہ محمد (ابن سیرین) سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے کہا: کہ پھر حضور ﷺ نے تکبیر کہی پھر قوم کی طرف اشارے سے کہا کہ بیٹھ جاؤ اور حضور ﷺ چلے اور غسل فرمایا۔

ایسے ہی امام مالک نے اسماعیل بن ابی حکیم سے وہ عطاء بن یسار سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں تکبیر کہی۔

امام ابوداؤد نے کہا: ایسے ہی ہم سے یہ حدیث مسلم بن ابراہیم نے بیان کی کہا کہ ہم سے ابان نے بیان کیا وہ یحیی سے وہ ربیع بن محمد سے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی کہ حضور ﷺ نے تکبیر کہی۔

وجہِ ثانی: درایت کے اعتبار سے:

اس بارے میں علماء کے دو مسلک ہیں:

مسلک اول: ایک مذہب یہ ہے کہ یہ متعدد واقعات کا بیان ہے۔ ابن حبان اور نووی کا یہی مذہب ہے۔

مسلک ثانی: ایک مذہب یہ ہے کہ نماز میں داخل ہونے اور تکبیر کہنے سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ نماز میں داخل ہونے کے قریب تھے۔ یہ طحاوی کا مذہب ہے۔

اس حدیث میں ان الفاظ کا یہی جواب دیا جاتا ہے اگرچہ وہ خطا ہے کیونکہ جو صحیحین میں ہے وہ زیادہ صحیح ہے پس معاملہ قریب قریب ہے۔

حدیث ثانی:

امام نسائی نے السنن الصغریٰ ج 3 ص 152 پر کہا:

ہمیں عمرو بن علی نے خبر دی کہا ہم سے یزید ابن زریع نے بیان کیا کہا ہم سے یونس نے بیان کیا وہ حضرت حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے کہ سورج گرہن ہوا تو حضور ﷺ جلدی سے مسجد کی طرف چادر کھینچے ہوئے

تشریف لے گئے تو لوگ بھی آپ ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے انہیں ایسی دو رکعتیں پڑھائیں جیسے وہ پڑھتے تھے پھر جب سورج روشن ہو گیا تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: سورج اور چاند دو نشانیاں ہیں۔۔الحدیث

اسے بزار نے رقم:3662 پر ابن خزیمہ نے رقم:1374 پر طحاوی نے ج1 ص330 پر بغوی نے الجعدیات رقم:1385 پر بیہقی نے ج3 ص331 پر اور ان کے علاوہ نے یزید بن زریع سے روایت کیا۔

اسماعیل بن علیہ نے ان کی متابعت کی:

ابن حبان نے اپنی صحیح رقم:2835 پر کہا:

ہمیں ابو یعلی نے خبر دی کہا ہم سے ابو خیثمہ نے بیان کیا کہا ہم سے اسماعیل بن ابراہی نے بیان کیا وہ یونس سے وہ عبید سے وہ حسن بصری سے وہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ سورج گرہن ہوا تو نبی ﷺ جلدی سے مسجد کی طرف تشریف لائے پس آپ ﷺ نے اپنے ازار یا کپڑے کو کھینچا اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے جلدی پہنچے تو حضور ﷺ نے ایسے ہی دو رکعتیں پڑھائیں جیسے تم پڑھتے ہو۔۔۔الحدیث

ابن علیہ کی روایت کو بغوی نے الجعدیات رقم:1385 پر بھی روایت کیا جو یزید بن زریع کی روایت کیساتھ ملی ہوئی ہے۔

اشعث بن عبدالملک نے بھی ان دونوں کی متابعت کی جیسا کہ نسائی رقم:1492 پر اسماعیل بن مسعود کی روایت سے ہے وہ خالد سے وہ ان سے یہی روایت کرتے ہیں اور ابن حبان کے ہاں رقم:2837 پر اسحاق بن ابراہیم التاجر کی روایت ہے وہ عبدالکریم بن عبداللہ السکری سے وہ نضر بن شمیل سے وہ اشعث سے۔ اور حاکم کی مستدرک ج1 ص334 پر احمد بن یعقوب کے طریق سے ہے وہ یوسف بن یعقوب سے وہ محمد بن ابی بکر سے وہ خالد بن الحارث سے وہ انہی سے راوی ہیں اور حاکم کے طریق سے بیہقی نے اپنی سنن ج3 ص337، 338 پر بھی روایت کیا ہے۔

امام نسائی نے بھی رقم:1464 پر عمرو بن علی اور محمد بن عبدالاعلیٰ کے طریق سے روایت کیا دونوں نے کہا: ہم سے خالد نے بیان کیا کہا ہم سے اشعث نے بیان کیا۔ اور اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح رقم:1048 پر اشعث کی روایت کو معلقاً بیان کیا ہے لیکن یہ الفاظ نہیں ہیں۔

اس حدیث میں یہ الفاظ "حضور ﷺ نے انہیں ایسی ہی نماز پڑھائی جیسے تم نماز پڑھتے ہو" اس سے یہ

مفہوم نکلتا ہے کہ نماز کسوف میں صرف ایک ہی رکوع ہے اور یہ بات ان صحیح احادیث کے مخالف ہے جن میں نماز کسوف کی صفت بیان ہوئی ہے۔

حدیث ثانی کا جواب دو وجوہ سے:

اس کا جواب بھی دو وجوہ سے ہوگا:

پہلی وجہ: روایت کے اعتبار سے:

ابن علیہ، یزید بن زریع اور اشعث کی مخالفت بھی کی گئی پس خالد الواسطی، عبدالوارث بن سعید، عبدالاعلی السامی، شعبہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، ہشام بن بشیر اور نوح بن قیس ان سب سے یونس بن عبید سے روایت کی لیکن اس میں یہ الفاظ ذکر نہیں کیے۔

خالد الواسطی کی روایت صحیح بخاری رقم:1040 پر ہے اور بخاری رقم:1063 پر عبدالوارث بن سعید کی روایت ہے اور بخاری 5785 پر عبدالاعلیٰ السامی کی روایت ہے اور بخاری 1048 اور نسائی رقم:1459 پر حماد بن زید کی روایت ہے۔ ہشیم کی روایت نسائی رقم:1463 اور طحاوی شرح المعانی ج3 ص330 پر ہے۔

بیہقی ج3 ص337 پر حماد بن سلمہ کی روایت ہے۔ ابن حبان جیسا کہ الاحسان رقم:2833 پر نوح بن قیس کی روایت ہے۔ بخاری رقم:1062 پر سعید بن عامر عن شعبہ کی روایت ہے۔

دوسری وجہ: درایت کے اعتبار سے:

ابن حبان نے کہا جیسا کہ الاحسان رقم:2835 پر ہے: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا قول: انہیں دو رکعتیں ایسی ہی پڑھائیں جیسے تم پڑھتے ہو اس سے مراد جیسے تم نماز کسوف چار رکعتوں اور چار سجدوں میں دو رکعتیں پڑھتے ہو۔

یہ جواب مقبول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



فصل: جناب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کو صحیح قرار دینے والے ائمہ کا بیان

ائمہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح اور قوی قرار دیا ہے۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

1:۔امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ آپ نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث قوی ہے۔

2:امام سفیان بن عیینہ۔پیچھے گزر چکا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ"مسلمانوں کے دو گروہ"کا قول ہمیں بہت ہی پسند ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے نزدیک یہ حدیث قوی ہے۔

3:امام ابن المدینی۔

4:امام البخاری۔

5:۔امام الترمذی۔

6:۔امام ابن حبان۔

7:امام البغوی جیسا کہ شرح السنہ ج14ص136 پر ہے۔

ان کے علاوہ بھی دیگر محدثین نے اس کی صحت کی تصریح کی ہے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ والتابعین۔

کتبہ

عبداللہ بن عبدالرحمن السعد



مقدمۃ المؤلف

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے رسولوں کے جانے کے بعد ایسے اہل علم باقی رکھے جو گمراہی سے ہٹا کر ہدایت کی دعوت دیتے ہیں اور تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ذریعے مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں اور اللہ کے نور سے اندھوں کو بینائی عطا کرتے ہیں، پس کتنے ہیں ابلیس کے قتل کردہ گمراہوں کو انہوں نے زندہ کیا اور کتنے ہی گمراہیوں میں بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لایا، ان کا اثر لوگوں پر کتنا اچھا ہے اور ان پر لوگوں کا اثر کتنا برا ہے۔ وہ کتاب اللہ سے غلو کرنے والوں کی تحریف کو دور کرتے ہیں، شریعت کو باطل کرنے والوں کی چال کو دور کرتے ہیں اور جاہلوں کی تاویل کی نفی کرتے ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں نہ ربوبیت میں اور نہ الوہیت میں نہ اس کے اسماء میں اور نہ ہی اس کی صفات میں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت سیدنا محمد ﷺ اس کے چنیدہ بندے و رسول ہیں اور اس کے برگزیدہ نبی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ پر درود نازل فرمائے اور آپ کے اصحاب پر اور بھلائی کیساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر اور بہت زیادہ سلام ہو قیام قیامت تک۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان احادیث واخبار کے جمع کرنے کے متعلق جن میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن کیا گیا تھا کتنی خوبصورت بات کہی ہے کہ اگر یہ عام لوگوں کے معاملات کے متعلق بات ہوئی تو میں اس کو ناپسند کرتا تو جناب سیدنا محمد ﷺ کے اصحابہ کے متعلق یہ بات کیسے ہوسکتی ہے؟ اور آپ نے فرمایا: میں یہ احادیث نہیں لکھتا۔

جیسا کہ السنہ للخلال ج 3 ص 501 پر ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

انتہائی تعجب کی بات ہے ان لوگوں پر جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین پر جری ہوتے ہیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ صحابیت کو صرف مہاجرین وانصار تک بند کرنا ان ہزاروں مسلمانوں کو صحابیت کی صف سے خارج کرنا ہے جو حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور فتح مکہ کے دن طلقاء وغیرہ اسلام لائے۔ ان کو شرعی صحابیت سے خارج کرنا تاکہ جو عمومی طور پر ان کی تعریف میں

نصوص وارد ہوئی ہیں وہ انہیں شامل نہ ہوں، ان کی عدالت میں طعن کرنے کیساتھ ساتھ یہ قول کہ وہ صرف لغوی معنی میں صحابی ہیں نہ کہ شرعی صحابی: یہ قول بدعت و من گھڑت ہے۔

روافض جنہوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معاذ اللہ تکفیر کی سوائے ایک چھوٹی جماعت کے ان کے پاس بھی یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ ان سے صحابیت کی نفی کرسکیں لیکن یہ حضرات تو ان سے دو قدم آگے ہیں۔ اللہ ان کے شر سے محفوظ رکھے!۔

خواہش پرست اور اہل بدعت کی علامت ہی یہی ہے کہ وہ سلف صالحین اور اہل اثر (محدثین) پر اعتراض کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ابوزرعہ رازی اور امام ابوحاتم رحمہا اللہ نے کہا: اہل بدعت کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل اثر (محدثین) پر اعتراض کرتے ہیں۔ امام لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ ج1 ص179 پر اسے روایت کیا ہے۔

امام ابوحاتم رازی نے کہا: اہل بدعت کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل اثر (محدثین) پر اعتراض کرتے ہیں۔ زندیقوں کی علامت یہ ہے کہ وہ محدثین کو حشویہ کہتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعے آثار کو باطل کریں۔ قدریہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت جو جبریہ کہتے ہیں۔ جہمیہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو مشبہ کہتے ہیں اور رافضیوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو ناصبی کہتے ہیں۔

صابونی نے اسے عقیدۃ اصحاب الحدیث ص305 پر روایت کیا۔

امام لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اھل السنہ رقم: 2300 ج7 ص1325 پر جناب میمون بن مہران تابعی سے روایت کی، آپ نے کہا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے میمون! تو سلف (صحابہ) کو گالیاں نہ دینا اور سلامتی کیساتھ جنت میں داخل ہوجانا!۔

ان شبہات و اباطیل کے رد میں کئی کتب تصنیف کی گئیں اور اہل علم کی ایک جماعت نے جھوٹ اور دھوکے کو واضح کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجر و ثواب عطا فرمائے۔

عنقریب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق اس کتاب میں ان شبہات و اباطیل کا رد پیش کیا جائے گا جو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے حق میں ذکر کیے گئے ہیں۔ دسیوں صفحات ان کے طعن و مذمت میں سیاہ کیے گئے معاذ اللہ! یہ الزام لگائے گئے کہ:

☆: حضرت معاویہ نے یہ طریقہ جاری کیا کہ منبر پر حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ پر معاذ اللہ لعنت کی جائے!۔

☆: آپ شراب کا کاروبار کرتے تھے۔ معاذ اللہ

☆: سودی کاروبار کرتے تھے۔ معاذ اللہ

☆: ہندوؤں کے لیے بت بیچتے تھے۔ معاذ اللہ۔

☆: آپ نے 25 بدری صحابیوں کو شہید کیا۔ معاذ اللہ

☆: امیر معاویہ نے ہی سب سے پہلے سنت کو بدلا۔ معاذ اللہ

☆: حضرت عمار بن یاسر کے قتل پر آپ خوش ہوئے۔ جبکہ آپ کا قتل وجنگی سامان لینے والا جہنمی ہے۔

☆: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب معاویہ پر لعنت بھیجی۔ اس کو ثبوت صحیح اسناد کیساتھ ہے۔ معاذ اللہ!

ان کے علاوہ بہت زیادہ بہتان والزام روافض اور ان کے بدعتی بھائیوں نے لگائے ہیں۔ انہوں نے حقائق کو تبدیل کیا ہے اور یہ لوگ نصوص کیساتھ کھیلے ہیں حضرت معاویہ کی مذمت کی ضعیف وموضوع احادیث کو صحیح وقوی قرار دیا ہے اور ان کی فضیلت کی صحیح احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

میں یہاں پر آپ کو جناب ابوتوبہ ربیع بن نافع الحلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان یاددلاتا ہوں کہ حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا پردہ ہیں جب آدمی پردہ کھولتا ہے تو جو اس کے پیچھے ہے ان پر جری ہوجاتا ہے۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ج 1 ص 209 پر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج 59 ص 209 پر اسے روایت کیا ہے۔

امام وکیع بن الجراح نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دروازے کی کنڈی ہیں جو اس کو حرکت دیتا ہے ہم سے اس سے اوپر پر متہم جانتے ہیں۔

اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج 59 ص 210 پر روایت کیا۔

امام بربہاری رحمہ اللہ نے شرح السنہ ص 106 پر سچ کہا: جب تو کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر طعن کرتا ہے تو جان لے کہ وہ برے قول وخواہش والا ہے۔

مجھے خواہش ہوئی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایسی کتاب لکھوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے دلوں سے میل وکھوٹ دور ہو اور ان کی گالی گلوچ سے زبان محفوظ رہے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں جیسا کہ رب تعالیٰ نے ایمان والوں کی نشانی بیان کی ہے کہ صحابہ کرام کے بعد آنے والے کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری بخشش فرما! اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی بخشش فرما جو ہم سے پہلے

ایمان لے کر چلے گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کا کھوٹ نہ ڈال! اے ہمارے رب کچھ شک نہیں کہ تو مہربان ورحیم ہے۔ (الحشر:10)

چنانچہ میں نے یہ کتاب تصنیف کی۔اس کتاب کے ضمن میں، میں نے چند مباحث کیے ہیں:

☆: ان احادیث کا جواب جو حضرت سیدنا معاویہ کی مذمت میں ذکر کی گئیں۔

☆: فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ضعیف قرار دی گئی احادیث کا جواب۔

☆: حضرت امیر معاویہ کے حق میں ذکر کردہ بہتان، شبہات اور اباطیل کا جواب۔

☆: فضائل امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما۔

☆: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف سلف صالحین کی زبانی۔

☆: حضرت معاویہ کو برا کہنے والوں کے متعلق سلف صالحین کے اقوال۔

☆: مشاجرات صحابہ کے سکوت پر اہل سنت کا اجماع۔

میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دشمن ان نصوص کو چھپانے پر بہت زیادہ حریص ہیں جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضائل ومناقب میں وارد ہوئی ہیں۔وہ ان نصوص میں تحریف کرتے ہیں، انہیں ردکرتے ہیں لیکن ان کی یہ خواہش کیسے پوری ہوسکتی ہے؟!

حضرت معاویہ کے خلاف بری باتیں جو تاریخ میں بیان کی گئی ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اگر ان شبہات والزامات کا ذکر نہ کیا جائے اور اوراق سیاہ نہ کیے جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ ساقط ومطروح قول سے اعراض کرنا ہی افضل ومناسب ہے۔میں نے اس کتاب کا نام "سل السنان فی الذب عن معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما" رکھا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کے ذریعے نفع عطا فرمائے اور خالصۃً اپنی ذات کریم کی خوشنودی کا سبب بنائے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون. وسلم على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين.

☆☆☆☆☆

فصل: ان احادیث کا جواب جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں ذکر کی گئی ہیں

جان لے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں ذکر کی گئی احادیث یا تو صحیح ہیں لیکن اپنے مدلول میں صریح نہیں ہیں یا وہ صریح ہیں لیکن صحیح نہیں ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شرح مسلم ج15 ص175 پر فرمایا:

علماء نے فرمایا: وہ احادیث جو اپنی ظاہر میں کسی صحابی کے خلاف جاتی ہیں ان کی تاویل کرنا واجب ہے اور ثقات کی روایات میں صرف وہی وارد ہوا ہے جن کی تاویل ہوسکتی ہے۔

ابوالعباس ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی ج4 ص431 میں کہا:

اہل رحبہ کے سوال کا جواب یہ ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان یہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کے فضائل اور محاسن ثابت ہیں اور ان کے متعلق جو باتیں بیان کی جاتی ہیں ان میں سے بہت کچھ جھوٹ ہے اور جو ان میں سے سچ ہے تو اگر وہ اس میں اجتہاد کرنے والے ہیں تو مجتہد جب درست فیصلے کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب خطا کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے اور اس کی خطا کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

ابن قیم نے المنار المنیف ص94 پر کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں ذکر کی گئی روایات دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہیں۔

(1): صحیح احادیث۔

(2): ضعیف و موضوع احادیث۔

اب میں ضعیف و موضوع احادیث کا جواب شروع کرتا ہوں پھر ان احادیث کا جواب ہوگا جو صحیح ہیں لیکن جمع کرنے والے اور نشر کرنے والے کے مقصود پر دلالت نہیں کرتیں۔

اول: ضعیف وموضوع احادیث:

پہلی حدیث:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

اذا رايتم معاوية على منبري فاقتلوه.

''جب تم معاویہ کو میری منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دینا!''۔

اسے ابن عدی نے کامل ج2 ص146، ج5 ص200، ج5 ص314 پر روایت کیا اور ابن جوزی نے موضوعات ج2 ص265 پر فارجموه کے الفاظ کیساتھ روایت کیا۔ یعنی اسے سنگسار کر دینا! اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج59 ص155 پر روایت کیا ان سب نے مجالد بن سعید سے وہ ابوالوداک سے وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

اور ابن عدی نے الکامل ج7 ص83 پر، بلاذری نے انساب الاشراف ج5 ص136 پر ابن جوزی نے الموضوعات ج2 ص256 پر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج59 ص55 پر روایت کیا ان سب نے علی بن زید بن جدعان سے وہ ابونضرہ سے وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

اور ابن عدی نے کامل ج2 ص209 پر، ابن حبان نے مجروحین ج1 ص35 پر، ابن جوزی نے الموضوعات ج2 ص265 پر روایت کیا ان سے نے عباد بن یعقوب الرواجنی سے وہ حکم بن ظہیر سے وہ عاصم سے وہ زر سے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہی حدیث روایت کرتے ہیں۔

اور ابن عدی نے الکامل ج6 ص112 پر روایت کیا اور کہا:

حدثنا على بن سعيد حدثنا الحسين بن عيسىٰ الرازى ثنا سلمة بن الفضل ثنا محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراهيم التيمى عن ابى امامة بن سهل بن حنيف عن ابيه مرفوعاً: "اذا رايتم فلاناً على المنبر فاقتلوه".

''ہم سے علی بن سعید نے بیان کیا کہا ہم سے حسین بن عیسیٰ رازی نے بیان کیا کہا ہم سے سلمہ بن فضل نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا وہ محمد بن ابراہیم تیمی سے وہ ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے وہ اپنے باپ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں: جب تم فلاں کو منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دینا!''۔

ابن عدی نے الکامل ج6 ص112 پر اس طریق سے روایت کی:

احمد بن حسین الصدفی عن سفیان بن محمد الفزاری عن منصور بن سلمة عن سلیمان بن بلال عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جابر مرفوعاً :اذا رایتم علی منبری فقتلوه یعنی فلاناً۔ (دیکھیے: میزان ج2ص172)

''احمد بن حسین صدفی، سفیان بن محمد فزاری سے وہ منصور بن سلمہ سے وہ سلیمان بن بلال سے وہ امام جعفر سے وہ امام اپنے باپ امام باقر سے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں: جب تم میرے منبر پر فلاں کو دیکھو تو اسے قتل کر دینا''۔

اور ابن عدی نے الکامل ج3ص419 پر روایت کیا:

ثنا ابن سعید ثنا ابو شیبة بن ابی بکر بن ابی شیبة عن خالد بن مخلد عن سلیمان بن بلال عن جعفر عن جماعة من اهل بدر عن النبی صلی الله علیه واله وسلم۔

''ہم سے ابن سعید نے بیان کیا کہا ہم سے ابوشیبہ بن ابوبکر بن ابوشیبہ نے بیان کیا وہ خالد بن مخلد سے وہ سلیمان بن بلال سے وہ جعفر سے وہ بدری صحابہ کی ایک جماعت سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں''۔

اور ابن عدی نے اسے الکامل ج5ص101 پر اور عقیلی نے الضعفاء ج3ص997 پر، خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ج12ص181 پر، ابن جوزی نے موضوعات ج2ص266 پر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج59ص157 پر روایت کیا۔ ان سب کی سند یہ ہے:

سلیمان بن حرب عن حماد بن زید قال :قیل لایوب ان عمرو بن عبید یروی عن الحسن ان رسول الله صلی الله علیه واله وسلم قال: اذار رایتم معاویة علی منبری فاقتلوه۔ فقال کذب عمرو۔

(دیکھیے: انساب الاشراف ج5ص136، صفین لنصر بن مزاحم ص177)

''سلیمان بن حرب، حماد بن زید سے راوی ہیں آپ نے کہا کہ ایوب سے کہا گیا کہ عمرو بن عبید جناب حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم معاویہ کو میری منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دینا۔ ایوب نے کہا: عمرو بن عبید نے جھوٹ کہا ہے''۔

پہلی حدیث کا جواب:

اس روایت کی پہلی سند کا تحقیقی جائزہ:

اس روایت کی پہلی سند میں مجالد بن سعید ہمدانی کوفی ہے۔

(1):ان کے بارے میں امام بخاری نے کہا: یحیی بن قطان اسے ضعیف قرار دیا کرتے تھے اور ابن مہدی اس سے روایت نہیں لیتے تھے۔ (تاریخ کبیر للبخاری ج8 ص9)

(2):امام جوزجانی نے کہا: اس کی حدیث کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔ (احوال الرجال، ترجمہ رقم:126)

(3):امام احمد نے فرمایا: وہ ایسا ایسا ہے، آپ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دے کر کہا لیکن وہ اپنی اسناد میں اضافہ کر دیتا ہے۔ (العلل ومعرفۃ الرجال 414)

(4):امام نسائی نے کہا: یہ کوفی ضعیف ہے۔ (الضعفاء والمتروکین ترجمہ رقم:552)

(5):امام ابن عدی نے کہا: اس کی عام مرویات محفوظ نہیں ہیں۔ (الکامل ج6 ص423، تہذیب ج4 ص24)

دوسری سند کا تحقیقی جائزہ:

اس سند میں علی بن زید بن جدعان ہے۔

(1):امام یحیی بن معین نے ان کے بارے میں کہا: یہ قوی نہیں ہے۔ (تاریخ ابن معین بروایت داری، 133)
روایت دوری میں ہے کہ آپ نے کہا: وہ حجت نہیں ہے۔ (تاریخ ابن معین بروایت دوری ج4 ص341)

(2):امام جوزجانی نے کہا: واھی الحدیث، ضعیف ہے اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

(احوال الرجال ترجمہ رقم:185)

(3):امام ابوحاتم نے کہا: یہ قوی نہیں ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی اور وہ شیعہ تھا۔ (الجرح والتعدیل ج6 ص186)

(4):امام ابن سعد نے کہا: وہ بہت سی احادیث والے ہیں، اس میں ضعف ہے اور اس سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی۔ (طبقات ابن سعد ج7 ص252)

(5):امام ترمذی نے کہا: صدوق ہے لیکن یہ بہت سی ان چیزوں کو مرفوع کر دیتا ہے جو دوسرے موقوف بیان کرتے ہیں۔ (جامع الترمذی رقم:2675، ج5 ص46)

(6):امام دارقطنی نے کہا: یہ ہمیشہ میرے نزدیک ضعیف ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ترجمہ رقم:4265)

(7):امام ابن عدی نے کہا: یہ غالی شیعہ ہے اس کے ضعف کی باوجود اس کی حدیث لکھی جاتی

ہیں۔(الکامل ج5 ص201)

(8): امام حماد بن زید نے کہا: یہ حدیثوں کو الٹ پلٹ دیتا ہے۔(الضعفاء للعقیلی ج3 ص958)

(9، 10) امام نسائی اور امام ابن عیینہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔(تہذیب ج3 ص126)

(11): امام ابن حبان نے کہا: وہ بہت زیادہ خطائیں کرتا تھا لہٰذا اسے چھوڑ دینا چاہیے۔

(المجروحین ج2 ص78)

علی بن زید بن جدعان کی متابعت بھی کی گئی۔عبدالملک بن ابی نضرہ نے اپنے باپ سے یہی روایت کرکے ان کے متابعت کی ہے۔جیسا کہ امام ابن حبان کی کتاب المجروحین ج1 ص173 میں ہے لیکن یہ متابعت ساقط ہے اس کی سند میں ابن حبان کے شیخ ابوبشر فقیہ احمد بن محمد بن بشر بن فضالہ ہیں۔ابن حبان نے المجروحین ج1 ص171 پر کہا: یہ ان لوگوں میں سے ہے جو آثار کے لیے متون کو گھڑتا ہے اور اخبار کی سندوں کو الٹ پلٹ دیتا ہے یہاں تک کہ ثقات کی اخبار اس کے خلاف غالب آگئیں اور اس کا ثبت راویوں سے روایت کرنا درست حدیث کے خلاف قیامت ہے لہٰذا اسے ترک کر دینا چاہیے۔

ابن حبان نے المجروحین ج1 ص171 پر ان کی یہ حدیث ذکر کی پھر کہا: ہماری ذکر کردہ ان احادیث میں سے اکثر مقلوب ہیں اور اس کے ہاتھ کی کاریگری ہیں۔

تیسری سند کا تحقیقی جائزہ:

تیسری سند میں حکم بن ظہیر فزاری کوفی ہے۔

(1): امام ابن حبان نے المجروحین ج1 ص304 کہا: اس سے کوفیوں نے روایت کی، یہ حضور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالیاں دیا کرتا تھا (معاذ اللہ!)۔یہ ثقہ راویوں سے موضوع چیزیں روایت کرتا ہے اور یہی وہ ہے جو عاصم سے زر کے حوالے سے روایت کرتا ہے۔۔۔پھر ابن حبان نے حدیث ذکر کی۔

(2): امام یحیی بن معین نے کہا: وہ کوئی چیز نہیں۔(تاریخ ابن معین بروایت دوری ج3 ص267)

(3): امام نسائی نے کہا: متروک الحدیث، کوفی ہے۔(الضعفاء والمتروکین ترجمہ رقم:127)

(4): امام بخاری نے کہا: مُنکَر الحدیث ہے۔(تاریخ کبیر ج2 ص345)

(5): امام جوزجانی نے کہا: یہ ساقط ہے۔(احوال الرجال 33)

(6): امام ابن عدی نے کہا: اس کی عام احادیث محفوظ نہیں ہیں۔(الکامل ج2 ص210)

(7):ابن حبان نے کہا: یہ آخری عمر میں اپنی مرویات میں خطا کرتا تھا، اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا چنانچہ متقدمین کا ان سے سماع جنہوں نے ایسے واسطے سے سنا جس میں اختلاط نہیں ہے جیسے یزید بن ہارون، اسحاق ازرق اور اس سے متاخرین کا سماع کوفہ میں تو اس میں بہت زیادہ اوہام ہیں۔ (الثقات ج6 ص444)

قاضی شریک بن عبداللہ نے حکم بن ظہیر کی متابعت کی ہے جیسا کہ ابن حبان کی کتاب المجروحین ج 2 ص163 میں ہے: قاضی ابوعبداللہ شریک بن عبداللہ کوفی قاضی بننے کے بعد اپنے حافظے سے جو بیان کریں اس میں وہ ضعیف ہے۔

امام ابن عدی نے الکامل ج4 ص22 پر کہا: اس کی اکثر حدیث صحیح و درست ہیں، ان کی احادیث میں نکارت ان کے حافظے کی وجہ سے آئی ہے عمداً ان سے ایسا نہیں ہوا۔ یہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ان کی طرف کچھ ضعف منسوب کیا جائے۔

چوتھی سند کا تحقیقی جائزہ:

ابن عدی نے الکامل ج6 ص112 پر اس کی نکارت کی طرف اشارہ کیا چنانچہ کہا: یہ اسکے بدلے ہے میں نے اسے صرف علی بن سعید سے ہی لکھا ہے۔

اس سند میں ابوعبداللہ سلمہ بن فضل الابرش ہے یہ ضعیف ہے اس کی کئی منکر اور غریب روایتیں ہیں۔ اس نے جو محمد بن اسحاق سے صرف مغازی میں روایت کی وہ دوسری روایات سے زیادہ قوی ہے اگرچہ اس کی حدیث مطلقاً ضعیف ہیں۔

(1):امام بخاری نے کہا: اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ (تاریخ کبیر ج4 ص84)

(2):امام علی بن مدینی نے اسے کمزور قرار دیا ہے۔ (تہذیب ج2 ص165)

امام بخاری نے کہا: ہم ری سے نہیں نکلے یہاں تک کہ ہم ان کی احادیث کیساتھ پھینک دیئے گئے۔

(تاریخ کبیر ج4 ص84)

(3):امام ابوحاتم نے کہا: اس کا محل سچا ہونا ہے، اس کی حدیث میں نکارت ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی اور اس سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی۔ (الجرح والتعدیل ج4 ص169)

(5،4):امام نسائی اور امام اسحاق بن راہویہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(الضعفاء والمتروکین ج4 رقم:1487)

(6):ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا اور کہا: یہ خطا کرتا ہے اور ثقات کی مخالفت کرتا

ہے۔(الثقات:ج8ص278)

(9،8،7):امام ابن معین، امام ابوداؤداور امام ابن سعد نے اس کی توثیق کی ہے۔

(تہذیب ج2ص165)

(10):امام ابن عدی نے الکامل ج3ص341 پر سلمہ بن فضل کے ترجمے میں کہا:اس کے پاس ابن اسحاق وغیرہ سے مغازی کے علاوہ مفرداور غریب روایات ہیں، میں نے اس کی کوئی ایسی حدیث نہیں پائی جو اپنی نکارت میں حد سے تجاوز کر گئی ہو،اس کی احادیث مقارب اور محتمل ہیں۔

ایسے ہی اس سند میں محمد بن اسحاق بن یسار مطلبی عن کہہ کر روایت کررہا ہے اور محمد بن اسحاق کو تدلیس کیساتھ موصوف کیا گیا ہے لہذاوہ اپنی روایت میں عن اسی وقت لاتا ہے جب اس کی روایت مغازی کے علاوہ ہو پس جب اس کی تدلیس ثابت ہوگئی تو اس کی روایت رد کی جائے گی اور روایت کی نکارت اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے تدلیس کی ہے۔

پانچویں سند کا تحقیقی جائزہ:

اس سند میں سفیان بن محمد فزاری مصیصی ہے۔

امام ابن عدی نے اس کے بارے میں الکامل ج3ص419 پر کہا:یہ حدیث چوری کرتا ہے اور سندوں کو ملا دیتا ہے۔پھر ابن عدی نے یہی حدیث ذکر کرکے کہا:سفیان فزاری نے اس سند کو ملا دیا چنانچہ اس نے کہا:عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر اور اس نے منصور بن سلمہ سے روایت کیا وہ سلیمان بن بلال سے راوی ہے۔سلیمان ثقہ ہے اور منصور میں کوئی حرج نہیں۔بات یہ ہے کہ امام جعفر بن محمد بدری صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کرتے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں۔۔الخ اور سفیان بن محمد کی اپنی مذکورہ احادیث میں ثقات نے متابعت نہیں کی۔اس کی احادیث میں موضوعات اور چوریاں ہیں،وہ ثقہ لوگوں سے چوری کرتا ہے اس کی سندوں میں یہ خرابی ہے کہ وہ ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کو بدل دیتا ہے اور مرسل کو متصل کر دیتا ہے اور وہ ضعف کے درمیان ہے۔(لسان المیزان ج2ص93)

چھٹی سند کا تحقیقی جائزہ:

اس سند میں خالد بن مخلد القطوانی ہے۔یہ اگرچہ بخاری کے رجال میں سے ہے مگر ضعیف الحدیث ہے۔

(1):امام احمد نے کہا:یہ منکر روایات کرتا ہے۔(الجرح والتعدیل ج3ص354)

(2): امام ابن سعد نے کہا: منکر الحدیث، مذہب تشیع میں افراط کا شکار ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج6 ص406)

(3): امام ابو حاتم نے کہا: اس کی حدیث لکھی جائے گی اور دلیل نہیں پکڑی جائے گی۔

(الجرح والتعدیل ج3 ص354)

(4): امام ابوداؤد نے کہا: یہ صدوق ہے لیکن شیعہ ہے۔ (سؤالات الآجری لابی داؤد ج1 ص103)

(6،5): امام یحییٰ بن معین اور ابن عدی نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

(تہذیب ج1 ص531، تاریخ ابن معین بروایت دارمی ج1 ص100، الکامل ج3 ص35)

(7): امام عجلی اور ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

(معرفۃ الثقات ج1 ص321، الثقات لابن حبان ج8 ص224)

ساتویں سند کا تحقیقی جائزہ:

اس سند میں کئی علتیں ہیں:

(1): صیغہ تمریض سے یہ روایت مروی ہے جیسا کہ ابن عدی نے کامل ج5 ص101 پر اور عقیلی نے الضعفاء ج3 ص997 پر اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ج12 ص181 پر اور ابن جوزی نے الموضوعات ج2 ص266 پر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج59 ص157 پر روایت کیا کہ" جناب ایوب سے کہا گیا کہ عمر و بن عبید حسن بصری سے روایت کرتا ہے" اور اس کا قائل معلوم نہیں!۔

(2): ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ جھوٹ ہے جیسا کہ ابن عدی نے الکامل ج5 ص101 اور 103 پر اور عبداللہ بن امام احمد نے کتاب السنۃ ج2 ص417 پر کہا ہے۔

(3): اس کی سند میں عمرو بن عبید ابوعثمان البصری ہے جس کے بارے میں محدثین کی آراء درج ذیل ہیں:

(1): ابن معین نے کہا: یہ کوئی شے نہیں ہے۔ (تاریخ ابن معین بروایت دوری ج4 ص275)

(2): امام نسائی نے کہا: متروک ہے۔ (الضعفاء والمتروکین رقم:445)

(3): ابن حبان نے کہا: یہ معتزلہ کے مذہب کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالیاں دیتا تھا مزید براں یہ کہ اپنے وہم کی بناء پر حدیث میں جھوٹ بولتا تھا نہ کہ جان بوجھ کر!۔ (المجروحین ج2 ص69)

(4): ابن عدی نے کہا: اس کی مذمت کی گئی ہے، یہ بہت زیادہ ضعیف ہے اور اعلانیہ بدعت کا ارتکاب

کرنے والا ہے۔ (الکامل ج 5 ص 110)

پس عمرو بن عبید کذاب ہے بالخصوص جب یہ امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرے۔ حمید الطویل، ایوب سختیانی اور ابن عون نے اس کے بارے میں یہی کہا ہے۔

لہذا اس حدیث کی سند ثابت نہیں اگر ثابت ہو بھی جائے تو یہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مراسیل میں سے اور سیدنا امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مراسیل کوئی چیز نہیں۔

منتخب من العلل 229 پر امام خلال نے کہا:

اخبرنا عبداللہ :حدثنی ابی :حدثنا سلیمان بن حرب،حدثنا حماد بن زید قال قال رجل لایوب :ان عمرو بن عبید روی عن الحسن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم :"اذا رایتم -یعنی -معاویۃ علی المنبر" فقال کذب عمرو۔

”ہمیں عبداللہ نے خبر دی کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہا ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا کہا کہ ایک آدمی نے حضرت ایوب سختیانی سے کہا کہ عمرو بن عبید نے امام حسن بصری سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو!“۔ تو ایوب سختیانی نے کہا: عمرو نے جھوٹ بولا ہے“۔

عبداللہ نے کہا میں نے اپنے باپ امام احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ مجھ سے عمرو بن عبید کی حدیث بیان کیجئے! میں نے کہا: مجھے یہ حدیث بتائیے! چنانچہ آپ نے مجھے یہ املاء کروائی کہ سہل بن یوسف سے روایت ہے وہ عمرو بن عبید سے وہ حسن بصری سے روایت کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: اسے چھوڑ دے اس نے حسن بصری پر جھوٹ باندھا ہے۔

خلال نے کہا: مجھے عبید اللہ بن حنبل نے خبر دی کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ انہوں نے ابوعبداللہ کو کہتے ہوئے سنا: عمرو بن عبید لوگوں سے بیان کرتا ہے کہ ”قول الحسن“ یہ حسن کا قول ہے تو لوگ اس سے لکھ لیتے ہیں ”قال الحسن“ یعنی حسن نے کہا اور اس سے وہ اپنے آپ کو مراد لیتا (جو لوگوں کو پتہ نہیں لگتا) اور عمرو بن عبید بن عبید متہم بالکذب ہے وہ اپنی رائے (یعنی مذہب معتزلہ) میں غلو کیا کرتا تھا۔

اس تمام تقریر سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث متن اور سند کے لحاظ سے باطل ہے۔

حدیث مذکورہ کے متعلق محدثین کرام کی آراء:

اس روایت کے باطل ہونے پر اہل علم کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے:

(1): امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس روایت کے متعلق قول:

امام بخاری نے تاریخ اوسط ج2 ص797 پر کہا:

حماد بن سلمہ نے علی بن زید سے وہ ابونضرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے جب منبر پر خطبہ دیا تو ایک آدمی کھڑا ہوا کہتے ہیں کہ اس آدمی نے مرفوعاً بیان کیا کہ: جب تم اسے یعنی حضرت معاویہ کو منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دینا! دوسرے نے کہا: یہ بات حضرت عمر کی طرف لکھو چنانچہ یہ بات حضرت عمر کی طرف لوگوں نے لکھی تو حضرت عمر نے اسے قتل کر دیا۔

یہ روایت مرسل ہے ابونضرہ ان دنوں وہاں پر موجود ہی نہیں تھے۔

عبدالرزاق نے کہا کہ ابن عیینہ سے روایت ہے وہ علی بن زید سے وہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں، (اور کہا کہ) اس میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے داخل کی گئی ہیں جو ثابت نہیں ہیں اور اسے مجالد نے ابوالوداک سے روایت کیا اور وہ حضرت ابوسعید خدری سے مرفوعاً راوی ہیں۔ یہ سند ضعیف ہے امام احمد نے کہا: مجالد کی تمام روایات جھوٹ ہیں۔

یحیی بن سعید نے کہا: اگر تو چاہے تو سب کا یہ طریق بیان کر دے شعبی عن مسروق عن عبداللہ۔ اور وہ معمر سے روایت کرتا ہے وہ ابن طاؤس سے وہ ایک آدمی سے وہ عبداللہ بن عمرو سے انہوں نے اس واقعہ کو مرفوعاً بیان کیا اور یہ روایت منقطع ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

اور اعمش، سالم سے وہ ثوبان سے یہی قصہ روایت کرتے ہیں۔ سالم کا سماع جناب ثوبان سے نہیں اور اعمش نہیں جانتے کہ یہ بات انہوں نے جناب سالم سے سنی بھی ہے یا نہیں؟!۔

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث مذکور پر بہترین تبصرہ:

ابوبکر بن عیاش نے اعمش سے روایت کی کہ جناب اعمش نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں ایسے چیزوں سے جو ہم تعجب کے طریق پر روایت کرتے ہیں جنہیں لوگوں نے دین بنا لیا ہے کچھ شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور ان کے بعد والے زمانے میں دس سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر پایا لیکن کوئی بھی صحابی انہیں قتل کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوا۔

امام بخاری نے کہا: یہ ان دلائل میں سے ایک دلیل ہے کہ ان احادیث کی کوئی اصل نہیں نہ ہی یہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کردہ ایک علمی نکتہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی صحابی کے متعلق بعض کی بعض کے بارے میں باتیں اہل ضعف نے بیان کی ہیں ہاں جو انہوں نے زمانہ جاہلیت کی باتیں ذکر کیں پھر وہ اسلام لے آئے تو اسلام گذشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(2):امام ابوجعفر عُقیلی کا قول:

امام ابوجعفر عقیلی نے الضعفاء ج1 ص280 پر متعدد احادیث ذکر کرنے کے بعد جن میں یہ حدیث بھی تھی کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی یہ متون کسی بھی ثابت طریقے سے صحیح نہیں ہیں۔

(الموضوعات ج2 ص266، تہذیب التہذیب ج3 ص164)

(3):امام ابن عدی کا نظریہ:

ابن عدی نے کامل ج3 ص419

(4):امام ابن حبان کا موقف:

ابن حبان نے المجروحین ج1 ص171 احمد بن محمد بن بشر بن فضالہ کے ترجمہ میں ان کی احادیث ذکر کرنے کے بعد کہا: یہ احادیث جو ہم نے ذکر کی ہیں اکثر مقلوب ہیں اور اس کے ہاتھ کی کاریگری ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب ج3 ص164 پر کہا: اس کے علاوہ (یعنی ابن حبان کے علاوہ) نے کہا: یہ روایت منکر ہے جو کہ اس سے حماد بن سلمہ نے اور اس نے ابونضرہ سے وہ جناب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا کہ جب تم معاویہ کو ان لکڑیوں پر دیکھو تو اسے قتل کر دینا!۔

(5):امام جوزقانی کا فیصلہ:

امام جوزقانی نے الاباطیل ج1 ص200 پر کہا: یہ حدیث من گھڑت اور باطل ہے۔ احادیث میں اس کی کوئی اصل نہیں یہ صرف روایات گھڑنے والے بدعتیوں کی کارستانیاں ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں رسوا کرے۔

جس نے یہ یا اس کی مثل اعتقاد رکھا یا جس کے دل میں یہ بات کھٹکی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جری ہو جائے تو وہ زندیق ہے دین سے خارج ہے۔

(6):امام عبدالرحمن ابن جوزی کا نظریہ:

ابن جوزی نے الموضوعات ج2 ص266 پر کہا: یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں ہے۔ اور

موضوعات ج 2 ص 264 پر اسے ان احادیث میں ذکر کیا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں گھڑی گئی ہیں۔

(7): امام ابن عساکر کا مؤقف:

ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج 59 ص 157 پر کہا: ان سب سندوں میں کلام ہے۔

(8): ابوالعباس ابن تیمیہ کا مؤقف:

ابوالعباس ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ النبویہ ج 2 ص 259 پر کہا: یہ حدیث کتب اسلام میں نہیں ہے، یہ حفاظ کے نزدیک جھوٹ ہے اور ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

(9): امام شمس الدین ذہبی کا مؤقف:

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 150 پر کہا: یہ جھوٹ ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس روایت میں معاویہ سے مراد معاویہ بن تابوہ منافق ہے۔

(10): حافظ ابن کثیر دمشقی کا مؤقف:

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج 11 ص 434 پر کہا: بغیر کسی شک کے یہ حدیث جھوٹ ہے۔

(11): علامہ ابن حجر مکی ہیتمی کا مؤقف:

ابن حجر ہیتمی نے تطہیر الجنان ص 38 میں

(12): امام جلال الدین سیوطی شافعی کا مؤقف:

امام سیوطی نے اللالی المصنوعۃ ج 1 ص 388 میں

(13): شوکانی کا موقف:

شوکانی نے الفوائد المجموعۃ ص 407 میں

(14): علامہ ابن عراق کنانی کا مؤقف:

ابن عراق کنانی نے تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ج 2 ص 8 پر کلام کیا ہے۔

حدیث مذکور کے متن کا تحقیقی جائزہ:

یہ حدیث متن کی جہت سے بھی باطل ہے دو امور کی وجہ سے:

(1): منبر پر وہ بھی چڑا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے برا تھا اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(2):اس کو درست ماننے کی صورت میں ان صحابہ کرام علیہم الرضوان پر عیب لگتا ہے جن تک یہ بات پہنچی پھر بھی انہوں نے نبی کریم ﷺ کے حکم پر عمل نہیں کیا۔

ابوالعباس ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ النبویۃ ج2 ص295 پر اس حدیث کی تعلیق میں کہا: یہ حدیث کتب اسلام میں نہیں ہے اور یہ حفاظ کے نزدیک جھوٹ ہے، ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے پھر منبر پر وہ چڑھا جو حضرت معاویہ سے برا تھا لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کے قتل کا حکم نہیں دیا۔

ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ النبویۃ ج4 ص380 پر یہ بھی کہا: اس روایت کا جھوٹ جن باتوں سے واضح ہے ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کے منبر پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد وہ آئے جن سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہتر تھے اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگر محض منبر پر چڑھنے کی وجہ سے قتل واجب ہوجاتا تو پھر ان سب کا قتل واجب ہوجاتا پھر دین اسلام کی اضطراری باتوں سے جو معلوم ہے یہ بات اس کے خلاف ہے کہ محض منبر پر چڑھنا مسلم کے قتل کو مباح کردے اگرچہ اس کے قتل کا حکم ہی کیوں نہ دیا گیا ہو کیونکہ وہ خلیفہ بن چکا ہو اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو ہر اسکا قتل واجب ہوجائے گا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد حکومت کا والی ہوا کیونکہ حضرت معاویہ تو بہرحال ان سے افضل تھے۔

یہ اس کے خلاف ہے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے مروی متواتر خبریں ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حکمرانوں کا قتل کرنے اور ان سے جنگ کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے۔ پھر امت اس کے خلاف پر متفق ہے کیونکہ جو بھی حکمران بنا اسے قتل نہیں کیا نہ ہی اسے حلال جانا۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج11 ص434 پر کہا: بغیر کسی شک کے یہ حدیث جھوٹی ہے۔ اگر یہ صحیح ہوتی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کی طرف جلدی کرتے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

اس مسئلے میں علامہ ابن حجر ہیتمی کی کتاب تطہیر الجنان بھی دیکھنی چاہیے!۔

دوسری حدیث: سوار، قائد اور پیچھے سے ہانکنے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔

(1): حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ:

امام بزار نے اپنی مسند ج9 ص286 پر روایت کی:

حدثنا السكن بن سعيد قال حدثنا عبد الصمد قال حدثنا ابي وحدثنا حماد بن سلمة عن سعيد بن جهمان عن سفينة ان النبي صلى الله عليه واله وسلم كان

جالساً فمر رجل علیٰ بعیر وبین یدیه قائد وخلفه سائق فقال:لعن الله القائد والسائق والراکب.....

''ہم سے سکن بن سعید نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالصمد نے بیان کیا کہا ہم سے میرے باپ اور حماد بن سلمہ نے بیان کیا وہ سعید بن جہمان سے وہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی اونٹ پر سوار گزرا اس کے آگے ایک آدمی اونٹ چلانے والا اور ایک پیچھے سے اونٹ ہانکنے والا تھا تو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آگے چلانے والے، پیچھے سے ہانکنے والے اور سوار پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو''۔

حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ کا تحقیقی جائزہ:

اس حدیث کے کئی جوابات ہیں:

پہلا جواب:

بالفرض اس حدیث کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں، لہذا یہ سیدنا معاویہ کے خلاف نہیں۔

دوسرا جواب:

یہ حدیث منکر ہے، اس متن کی نکارت پر دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ بلاذری نے انساب الاشراف، 129 پر اسے اس طریق سے روایت کیا:

عبدالوارث بن سعید عن سعید بن جهمان عن سفینة مرفوعاً وفیه: لعن الله الحامل والمحمول والقائد والسائق.

''یعنی عبدالوارث بن سعید نے سعید بن جہمان سے روایت کی وہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور اس میں ہے: حامل (بوجھ اٹھانے والی، اونٹنی)، سوار، قائد اور سائق (پیچھے سے ہانکنے والا) پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو''۔

حامل سے مراد اونٹنی ہے، تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ گمان کیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانور پر لعنت فرمائی؟ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ فرمارہے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم رقم:2598 میں ہے:

لایکون اللعانون شفعاء ولا شهداء یوم القیامة

''لعنت بھیجنے والوں کا قیامت کے دن نہ کوئی سفارشی ہوگا نہ کوئی حمایتی''۔

اور نبی کریم ﷺ یہ بھی فرمارہے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم رقم:2595 پر ہے:

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی بعض اسفارہ وامراۃ من الانصار علی ناقۃ فضجرت فلعنتہا فسمع ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقال: "خذوا ما علیہا ودعوہا فانہا ملعونۃ" قال عمران: فکانی اراہا الان تمشی فی الناس ما یعرض لہا احد۔

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے سامنے کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں تھے کہ انصار کی ایک عورت اونٹنی پر تھی چنانچہ اس نے اونٹنی کو جھڑکا اور اس پر لعنت کی تو یہ بات نبی ﷺ نے سن کر فرمایا: جو اس پر ہے اسے لے لو اور اس کو چھوڑ دو کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔ حضرت عمران بیان کرتے ہیں گویا کہ میں اب بھی لوگوں کے بیچ اسے چلتے دیکھتا ہوں کوئی بھی آدمی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

تیسرا جواب:

السکن بن سعید، امام بزار کے شیخ کے حالات زندگی میں نے نہیں پائے بلکہ جہاں تک ظاہر ہوتا ہے یہ مجہول ہے۔ امام ہیثمی نے مجمع الزوائد ج7 ص395 پر کہا: بزار کے شیخ السکن بن سعید کو میں نے نہیں پہچانا۔

(2): حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی حدیث:

امام طبرانی نے المعجم الکبیر ج3 ص71 رقم:2697 پر کہا:

حدثنا زکریا بن یحیی الساجی ثنا محمد بن بشار بندار ثنا عبد الملک بن الصباح المسمعی ثنا عمران بن حدیر: أظنہ عن أبی مجلز قال قال عمرو بن العاص والمغیرۃ بن شعبۃ لمعاویۃ: إن الحسن بن علی عیی وإن لہ کلاما ورأیا وإنہ قد علمنا کلامہ فیتکلم کلاما فلا یجد کلاما فقال: لا تفعلوا فأبوا علیہ فصعد عمرو المنبر فذکر علیا ووقع فیہ ثم صعد المغیرۃ بن شعبۃ فحمد اللہ وأثنی علیہ ثم وقع فی علی رضی اللہ عنہ ثم قیل للحسن بن علی: اصعد فقال: لا أصعد ولا أتکلم حتی تعطونی إن قلت حقا أن تصدقونی وإن قلت باطلا أن تکذبونی فأعطوہ فصعد المنبر فحمد اللہ وأثنی علیہ فقال: باللہ یا عمرو وأنت یا مغیرۃ تعلمان أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

سلم قال: لعن الله السائق والراكب أحدهما فلان؟ قالا: اللهم نعم بلى قال:
أنشدك الله يا معاوية ويا مغيرة أتعلمان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن
عمرا بكل قافية قالها لعنة؟ قالا: اللهم نعم بلى قال: أنشدك الله يا عمرو وأنت يا
معاوية بن أبي سفيان أتعلمان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن قوم هذا؟
قالا: بلى قال الحسن: فإني أحمد الله الذي وقعتم فيمن تبرأ من هذا وذكر الحديث.

''ہم سے زکریا بن یحیی الساجی نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن بشار بندار نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالملک بن صباح المسمعی نے بیان کیا کہا ہم سے عمران بن حدیر نے بیان کیا، میرا گمان ہے کہ ابومجلز سے روایت ہے آپ نے کہا: حضرت عمرو بن عاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما عاجز آ گئے ہیں، ان کی کوئی بات اور رائے ہونی چاہیے، ہم نے ان کا کلام جان لیا وہ کلام کریں گے تو کلام نہیں پائیں گے تو حضرت معاویہ نے کہا: تم ایسا نہ کرو! تو انہوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا چنانچہ حضرت عمرو بن عاص منبر پر چڑھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر کیا اور آپ کے بارے میں بری باتیں کیں۔ پھر حضرت مغیرہ بن شعبہ منبر پر آئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بری باتیں کیں پھر حضرت امام حسن بن علی سے کہا گیا: آپ منبر پر تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا: میں منبر پر نہیں آؤں گا جب تک کہ تم مجھے یہ عہد نہ دو کہ اگر میں سچ کہوں تو تم میری تصدیق کرو گے اور اگر میں باطل کہوں تو تم میری تکذیب کرو گے پس انہوں نے یہ عہد دیا تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور کہا: اللہ کی قسم اے عمرو اور تم پر اے مغیرہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سائق اور سوار پر اللہ کی لعنت ہو، ان دونوں میں سے ایک فلاں تھا؟ ان دونوں نے کہا: اللہ کی قسم! جی ہاں! کیوں نہیں ایسا ہی ہوا، آپ نے فرمایا: اے معاویہ اور اے مغیرہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو پر لعنت کی ہر شعر کے قافیہ کے بدلے جو اس نے کہا تھا؟۔ دونوں نے کہا: اللہ کی قسم ایسا ہی ہے۔ امام حسن نے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اے عمرو اور اے معاویہ بن سفیان کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قوم پر لعنت کی؟ دونوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں، امام حسن نے کہا:

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تم نے جن کے بارے میں بری باتیں کیں وہ ان سے بری ہیں۔الحدیث"۔

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تحقیقی جائزہ:

یہ حدیث سند اور متن کے لحاظ سے باطل ہے:

اسناد کے لحاظ سے یہ بات ہے کہ عمران بن حدیر نے کہا: گمان کیا جاتا ہے کہ ابومجلز سے روایت ہے اور اس میں گمان کرنے والا معلوم نہیں ہے۔ یہ بات بھی ہے کہ گمان کرنے والے کو یقین نہیں کہ ابومجلز لاحق بن حمید سے یہ روایت ہے بھی یا نہیں کیونکہ کبھی تو وہ کہتا ہے ابومجلز سے روایت ہے اور کبھی کہتا ہے ان کے علاوہ سے روایت ہے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ ابومجلز لاحق بن حمید کی جناب امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوتی ہے۔

ابن ابی خیثمہ نے کہا: امام ابن معین سے سوال کیا گیا اس حدیث کے بارے میں جو تیمی نے ابومجلز سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم ایک جنازے کے پاس سے گزرے۔امام ابن معین نے فرمایا یہ حدیث مرسل ہے۔(التہذیب ج11ص152)

اس قصے میں نکارت بھی ہیں وہ یوں کہ امام حسن نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر ہر قافیے کے بعد جو انہوں نے کہا تھا لعنت کی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص کے ہر قافیہ کے جواب میں ان پر لعنت کی ہو اور پھر خود ہی حضور ﷺ نے آپ کو غزوہ ذات السلاسل میں مسلمانوں کے لشکر کا امیر مقرر کیا ہو جیسا کہ صحیح بخاری رقم:3462 میں ہے۔

پھر اگر یہ ثابت بھی ہوجائے تو تب بھی یہ اس کے مخالف ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح رقم:121 پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات کے قصے میں روایت کیا جبکہ آپ رضی اللہ عنہ بوقت وفات رو رہے تھے تو آپ کے بیٹے نے آپ سے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ایسی ایسی خوشخبری نہیں سنائی؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ایسی ایسی خوشخبری نہیں سنائی ؟۔

اور یہ روایت اس حدیث کے بھی مخالف ہے جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص کے ایمان کی گواہی دی۔امام احمد نے اپنی مسند رقم:17843 پر امام نسائی نے سنن الکبریٰ رقم:8301 پر ابن حبان نے رقم:7092 پر روایت کی، ان سب نے موسیٰ بن علی بن رباح سے روایت کی وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: مدینہ میں

ایک مرتبہ خوف وہراس پھیلا ہوا تھا تو لوگ ادھر ادھر پھیل گئے چنانچہ میں نے حضرت ابوحذیفہ کے غلام سالم کو دیکھا کہ وہ اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے تھے، جب میں نے دیکھا جو جناب سالم نے کیا تھا تو میں نے بھی اپنی تلوار کو اپنے گلے میں لٹکا لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو فرمایا:

ایھا الناس الاکان مفزعکم الی اللہ والی رسولہ ثم قال:الا فعلتم کما فعل ھذان الرجلان المؤمنان.

''اے لوگو!تم خوف وہراس کے وقت اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی طرف کیوں نہیں آئے ؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم نے ایسا کیوں نہیں کیا جیسے ان دومومن مردوں نے کیا ہے''۔

یہی جواب ہے حدیث عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا اور حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا۔یہ دونوں روایتیں سابقہ سند سے مروی ہیں۔

(3):حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ:

امام بخاری نے تاریخ کبیر ج1 ص274 پر، امام ترمذی نے العلل رقم:387 پر امام طبرانی نے المعجم الاوسط ج4 ص 208 پر امام رویانی نے اپنی مسند رقم:333 پر سلمہ بن الفضل کے طریق سے راوی وہ محمد بن اسحاق سے وہ سلمہ بن کہیل سے وہ ابراہیم بن براء بن عازب سے وہ اپنے باپ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان ایک قبہ پر گزرے اور حضرت معاویہ موٹے سرین والے آدمی تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے اللہ!اس سرین والے کا معاملہ تیرے اوپر ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا جیسا کہ علل 714 پر ہے کہ میں نے امام محمد بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:میں نے اس حدیث کو پہچانا ہے اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو یہ حدیث جانتا ہو مگر اسی طریق سے۔

اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج59 ص204 پر روایت کیا اس طریق سے:سلمہ بن الفضل سے وہ محمد بن اسحاق سے وہ ابراہیم بن براء بن عازب سے وہ اپنے باپ سے اور امام رویانی نے اپنی مسند رقم:335 پر اسے روایت کیا ہے۔

حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ کئی علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے:

اس روایت کی متعدد علتیں ہیں (جس کی وجہ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے)۔

پہلی علت:

اس روایت کی سند میں ابوعبداللہ سلمہ بن فضل الابرش ہے اور یہ ضعیف ہے، یہ منکر اور غریب روایتیں بیان کرتا ہے۔ یہ محمد بن اسحاق سے جو مغازی کے بارے میں روایت کرتا ہے صرف وہی روایات دوسری روایات سے زیادہ قوی ہیں اگر چہ اسکی حدیث مطلقاً ضعیف ہیں۔ اس پر کلام پیچھے گزر چکا ہے۔

دوسری علت:

اس سند میں محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی کا عنعنہ ہے (یعنی وہ عن سے روایت کر رہا ہے) اور کچھ شک نہیں کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو تدلیس سے موصوف کیا گیا ہے جب یہ عن سے روایت کریں تو اپنی روایت میں ضعیف مانے جاتے ہیں خصوصی طور پر جب کہ وہ روایت مغازی کے علاوہ ہو پس جب ان کی تدلیس ثابت ہے تو ان کی روایت مردود ہے۔

تیسری علت:

اس روایت کی سند میں اضطراب ہے اس کی ایک سند یوں آئی ہے: محمد بن اسحاق، سلمہ بن کہیل سے وہ ابراہیم بن براء بن عازب سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور ایک سند سلمہ بن کہیل کے ذکر کے بغیر آئی ہے کہ محمد بن اسحاق، ابراہیم بن براء بن عازب سے راوی ہیں وہ اپنے باپ سے راوی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے تاریخ کبیر ج1 ص274 پر کہا: اس کی سندوں میں راویوں کا اختلاف ہے۔

چوتھی علت:

ابراہیم بن براء بن عازب مجہول ہیں ابن حبان کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔ (دیکھئے: الثقات لابن حبان ج4 ص6)

اس کو ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل ج2 ص89 پر اور امام بخاری نے التاریخ الکبیر ج1 ص274 پر ذکر کیا اور (دونوں نے سکوت اختیار کیا) امام بخاری اور امام ابوحاتم رازی کے سکوت کو کچھ بھی شمار نہیں کیا جاتا۔

(نوٹ: ابوحاتم اور بخاری کے کسی راوی پر سکوت کرنے کے بارے میں دیکھئے: الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج2 ص38، حاشیہ عبدالفتاح ابوغدہ علی کتاب الرفع والتکمیل للکھنوی ص230)

پانچویں علت:

اس روایت میں ابراہیم بن براء سے روایت کرنے میں سلمہ بن کہیل اکیلے ہیں اور ان سے روایت

کرنے میں محمد بن اسحاق اکیلے ہیں۔ امام طبرانی نے الاوسط ج 4 ص 208 پر کہا: اس حدیث کو ابراہیم بن براء سے صرف سلمہ بن کہیل نے روایت کیا اور سلمہ سے صرف ابن اسحاق نے روایت کیا اور ابن اسحاق سے روایت کرنے والے سلمہ بن فضل اکیلے ہیں۔

اطراف الغرائب والافراد ج 2 ص 285 میں ہے: یہ حدیث کہ رسول اللہ ﷺ اپنے قبہ میں بیٹھے ہوئے تھے الحدیث۔ سلمہ بن کہیل اس کو روایت کرنے میں اکیلے ہیں اور محمد بن اسحاق ان سے روایت کرنے میں اکیلے ہیں۔

نصر بن مزاحم نے اپنی کتاب صفین ص 218 پر حدیث براء کی متابعت میں ایک حدیث روایت کی عبدالغفار بن قاسم سے وہ عدی بن ثابت سے وہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے راوی، آپ نے فرمایا: حضرت ابوسفیان آئے جبکہ آپ کیساتھ حضرت معاویہ بھی تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تابع اور متبوع پر لعنت بھیج! اے اللہ! اقیعس کا معاملہ تیرے اوپر ہے۔ حضرت براء کے بیٹے نے اپنے والد سے پوچھا: اقیعس کون ہے؟ تو آپ نے کہا: معاویہ ہے!۔

یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ نصر بن مزاحم متروک ہے۔

کتاب الصفین کے مصنف نصر بن مزاحم کے متعلق ائمہ حدیث کے اقوال:

امام ابوحاتم نے فرمایا: یہ واھی الحدیث، متروک الحدیث ہے اس کی حدیثیں نہیں لکھی جائیں گی۔ (الجرح والتعدیل: ج 8 ص 468)

عقیلی نے کہا: مذہب شیعیت کی طرف اس کا میلان تھا اس کی احادیث میں اضطراب اور بہت زیادہ خطائیں ہیں۔ (الضعفاء الکبیر ج 4 ص 300)

جوزقانی نے کہا: وہ ٹیڑھا پن اختیار کرنے والا تھا، حق کے راستے سے غیر حق کی طرف مائل ہونے والا تھا۔ (احوال الرجال ترجمہ رقم: 109)

امام دارقطنی نے اسے ضعیف راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (الضعفاء والمتروکین 38)

امام ذہبی نے میزان ج 4 ص 253 پر کہا: اسے محدثین نے چھوڑ دیا ہے۔ (لسان المیزان ج 3 ص 267)

ابن حبان اور ابن ابی الحدید نے اس کی توثیق کی اور خطیب بغدادی نے اسکا ترجمہ ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں پھر کیا ہوا؟ ابن حبان اپنی توثیق میں اکیلے ہیں تمام ائمہ کو چھوڑ کر۔ ائمہ جرح وتعدیل متفق ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے اور ابن حبان توثیق میں متساہل ہیں ان کی بات کیسی مانی جائے جبکہ ان ائمہ کی آپ نے

مخالفت کی ہے۔ (دیکھیے: الثقات لابن حبان ج9ص215)

اور ابن ابی حدید وہ عزالدین عبدالحمید بن ابوالحسین مدائنی صاحب کتاب "شرح نہج البلاغۃ" ہے اس نے سنہ 655ھ میں وفات پائی یہ اہل بدعت کے سرداروں میں سے اور اسلام کے ساتھ مکر وفریب کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

خطیب بغدادی کا نصر بن مزاحم کے حالات زندگی بیان کرنا اس کے مجروح ومتروک ہونے سے بچانے والا نہیں۔

اس سند میں ایک راوی عبدالغفار بن القاسم ابومریم انصاری رافضی اور حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

امام علی بن مدینی نے کہا: وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (الکامل ج5ص327)

امام یحیی بن معین نے کہا: یہ کوئی چیز نہیں۔ (تاریخ ابن معین بروایت دوری ج3ص366)

امام بخاری نے کہا: عبدالغفار بن قاسم بن قیس بن فہد محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔

(التاریخ الکبیر ج6ص122)

امام عقیلی نے کہا: اس کی اکثر احادیث باطل ہیں۔ امام احمد نے کہا: ابومریم، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مصیبتیں بیان کرتا ہے۔ (الضعفاء الکبیر ج3ص101)

امام ابوحاتم نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے۔ (الجرح والتعدیل ج6ص53)

امام دارقطنی نے کہا: یہ ضعیف ہے۔ (الضعفاء والمتروکین 27)

ائمہ جرح وتعدیل کے کلام دیکھنے کے بعد اس کی جہالت دیکھیے جو کہتا ہے: درست امر اس کے بارے میں اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے یہی ہے کہ یہ راوی متابعات وشواہد کی وجہ سے قابل قبول ہے فقط تین اسباب کی وجہ سے:

پہلا سبب: بعض نے اس کی توثیق کی ہے اگرچہ وہ قلیل ہیں۔

میں کہتا ہوں: سوائے ابن عقدہ احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی اور ابن عقدہ کون ہے؟ اور علم جرح وتعدیل میں اس کا کیا مرتبہ ہے؟!۔

ابن عبدان نے کہا: ابن عقدہ نے محدثین کے معائب تخریج کیے ہیں لیکن محدثین کیساتھ انہیں ذکر نہیں کیا جاتا۔ (سوالات السہمی ص131)

حمزہ السہمی نے کہا: ابوبکر بن عبدان سے ابن عقدہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جب وہ جرح وتعدیل

کے بارے میں کوئی چیز نقل کریں تو کیا ان کا قول قبول کیا جائے گا؟ آپ نے کہا: ان کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔ (الکامل ج1ص206، تذکرۃ الحفاظ ج3ص822)

برقانی نے کہا: میں امام نے دارقطنی سے ابوالعباس بن عقدہ کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا: آپؒ کے دل میں اس کے بارے میں سب سے بڑی بات کیا ہے؟ آپ نے کچھ توقف فرمایا پھر کہا: وہ منکر روایتیں زیادہ لاتا ہے۔ (تاریخ بغداد ج5ص22)

سؤالات السہمی للدارقطنی میں ہے: میں نے ابوعمر بن حیویہ کو کہتے ہوئے سنا: احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ جامع براثا میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے عیوب لکھوایا کرتا تھا یا کہا شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عیوب املاء کروایا کرتا تھا تو میں نے اس کی روایات چھوڑ دیں، میں اس سے کچھ بھی بیان نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے بعد میں نے اس سے کچھ سنا ہے۔ (سؤالات السہمی ص130)

ابن عبدالہادی نے کہا: وہ منکر روایتوں والا ہے۔ (تنقیح التحقیق ج2ص432، لسان المیزان ج1ص603)

امام ذہبی نے کہا: اس نے عیب دار لوگوں سے روایات لکھیں، اور کبیر، صغیر اور مجہول لوگوں کی روایات داخل کیں، اس نے بے ہودہ باتوں کو پاکیزہ باتوں کیساتھ جمع کر دیا اور انہیں قیمتی موتیوں کے ہار میں پرو دیا۔
(سیر اعلام النبلاء ج15ص142)

اور کہا: ابن عقدہ اور ابن خراش میں رفض و بدعت پائی جاتی ہے۔ (میزان ج1ص128)

دوسرا سبب: ابن عقدہ کو محدثین نے اس لیے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ وہ اہل بدعت میں سے ہے۔

میں کہتا ہوں: محدثین نے اسے ضعیف اس لیے قرار دیا ہے کیونکہ وہ حدیثیں گھڑتا ہے، اہل بدعت میں سے ہونے کی وجہ سے نہیں۔

امام ابن المدینی نے کہا: وہ حدیثیں گھڑتا ہے۔ (الکامل ج5ص327)

تیسرا سبب: اس سے شعبہ اور قتادہ نے روایت کیا ہے اور یہ دونوں محدثین کے حفاظ میں سے ہیں۔

اس کا تین وجوہ سے جواب ہے:

اول: امام شعبہ نے عبدالغفار بن قاسم ابومریم انصاری سے صرف دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ پہلی کو شعبہ نے اس سے روایت کی اور وہ نافع سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں اور دوسری اس سے شعبہ نے روایت کی وہ عطاء سے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

ثانی: امام شعبہ نے اس کا معاملہ واضح ہونے سے قبل اس سے روایت کی ہے پھر جب آپ پر واضح

ہو گیا کہ یہ حدیثیں گھڑتا ہے تو اسے چھوڑ دیا۔ امام دارقطنی نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے اور یہ شعبہ کا شیخ ہے، شعبہ نے اس کی تعریف کی ہے اور شعبہ پر اس کا معاملہ مخفی رہا پس وہ اپنے اسی معاملے پر شعبہ کے بعد باقی رہا تو وہ تخلیط کا شکار ہو گیا۔

(سؤالات البرقانی رقم:46، الضعفاء للدارقطنی رقم:27، لسان المیزان ج2 ص228)

امام ابوداؤد نے کہا: اس کے معاملے میں امام شعبہ غلطی کا شکار ہو گئے۔ (سؤالات البرقانی رقم:316)

امام احمد نے فرمایا: شعبہ نے اسے پہلے پہچانا وہ کہا کرتے تھے: جو اس کے معاملات ہوئے وہ بعد میں ہوئے۔ (الضعفاء للعقیلی ج3 ص851، الکامل فی الضعفاء ج5 ص327، لسان المیزان ج2 ص226)

ثالث: اس سے قتادہ نے روایت کی:

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ قتادہ سے اس نے روایت کی ہے نہ کہ قتادہ نے اس سے۔

(دیکھئے: الکامل فی الضعفاء ج5 ص328)

(4): حدیث حضرت عاصم اللیثی رضی اللہ عنہ:

امام طبرانی نے المعجم الکبیر ج17 ص176 پر روایت کی:

حدثنا العباس بن الفضل الأسفاطی ثنا موسی بن اسماعیل (ح) و حدثنا عبد الرحمن بن الحسین العابوری التستری ثنا عقبة بن سنان الدارع قالا ثنا غسان بن مضر عن سعید بن یزید أبی مسلمة عن نصر بن عاصم اللیثی عن أبیه قال: دخلت مسجد المدینة فاذا الناس یقولون نعوذ بالله من غضب الله و غضب رسول الله قال قلت: ماذا؟ قالوا: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخطب علی منبره فقام رجل فأخذ بید ابنه فأخرجه من المسجد فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم (لعن الله القائد والمقود ویل لهذه الأمة من فلان ذی الاستاه)۔

"ہم سے عباس بن فضل الاسفاطی نے بیان کیا کہا ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا۔ اور ایسے ہی ہم سے عبدالرحمن بن حسین عابوری تستری نے بیان کیا کہا ہم سے عقبہ بن سنان دارع نے بیان کیا، موسیٰ بن اسماعیل اور عقبہ بن سنان دارع دونوں نے کہا: ہم سے غسان بن مضر نے بیان کیا وہ سعید بن زید ابومسلمہ سے وہ نصر بن عاصم لیثی سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ کی مسجد میں آیا تو لوگ کہہ رہے تھے: ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اللہ اور اس

کے رسول کے غضب سے۔کہتے ہیں : میں نے کہا: کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ اپنے منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو ایک آدمی اٹھا، اس نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑا، چنانچہ وہ اسے مسجد سے نکال باہر لے گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگے اور پیچھے جانے والے پر اللہ کی لعنت ہو، فلاں سرین والے یعنی برے آدمی کی وجہ سے اس امت میں ہلاکت ہوگی"۔

حدیث حضرت عاصم اللیثی رضی اللہ عنہ کا تحقیقی جائزہ:

اس کو ابن ابی عاصم نے الاحاد والمثانی رقم:938 پر مختصراً روایت کیا اور امام ابونعیم نے معرفۃ الصحابۃ رقم:4810 پر اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب رقم:575 پر اسی کی مثل ذکر کیا۔اس حدیث میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا کوئی ذکر نہیں۔

بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ ابونصر عاصم بن عمرو اللیثی صحابی نہیں ہیں۔ابن عبدالبر نے الاستیعاب رقم:575 پر کہا: امام احمد نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ اس عاصم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے یا نہیں؟۔

الاصابہ ج3 ص574 میں ہے: امام بغوی نے کہا: میں نہیں جانتا کہ یہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں یا نہیں؟۔

اور اس حدیث میں تصریح نہیں ہے کہ اس سے مراد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس روایت کا متن منکر ہے بلکہ اس میں نبی کریم ﷺ اور تمام مسلمانوں کو عیب لگانا ہے اگر اسے صحیح حدیث سمجھا جائے۔

ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ النبویۃ ج4 ص445 پر کہا: نبی کریم ﷺ ایک آدمی کو خطبہ ارشاد نہیں فرمایا کرتے بلکہ آپ ﷺ کا خطبہ جمعہ، عیدین اور حج وغیرہ کے مواقع پر ہوا کرتا تھا اور حضرت معاویہ اور ان کے والد رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے خطبوں میں ایسے ہی حاضر ہوتے تھے جیسے تمام مسلمان حاضر ہوتے تھے۔

(5): حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما:

اسے نصر بن مزاحم نے کتاب صفین ص176 پر حلید بن سلیمان کے طریق سے روایت کی وہ اعمش سے وہ علی بن اقمر سے روایت کرتے ہیں کہا: ہم وفد کی صورت میں جناب معاویہ کے پاس گئے اور ہم نے اپنی ضروریات کو پورا کیا پھر ہم نے کہا: کاش ہم ایسے شخص کے پاس سے گزریں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود ہو اور اس نے آپ ﷺ کو دیکھا ہو چنانچہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے تو ہم نے کہا:۔۔۔۔اس میں ہے: پس رسول اللہ ﷺ نے جناب ابوسفیان، جناب معاویہ اور ان کے بھائی

کو دیکھا ان میں سے ایک قائد تھا اور دوسرا سائق تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! قائد، سائق، اور سوار پر لعنت نازل فرما!۔ ہم نے کہا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے؟! آپ نے فرمایا: ہاں اگر یہ بات نہ ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں جیسے میری دونوں آنکھوں سے بینائی ختم ہو گئی ہے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تحقیقی جائزہ:

اس حدیث کی سند میں نصر بن مزاحم رافضی متروک الحدیث ہے اس کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کا کلام پیچھے گزر چکا ہے۔

اس کی سند میں ایک راوی تلید بن سلیمان وہ محاربی کوفی ہے۔

امام ابن معین نے اس کے بارے میں کہا: وہ کوئی چیز نہیں، وہ حضرت عثمان یا کسی صحابی کو گالیاں دیا کرتا تھا لہٰذا وہ دجال ہے۔ (تاریخ ابن معین ج2 ص285، ج3 ص546)

امام نسائی کے کہا: یہ ضعیف ہے۔ (الضعفاء للنسائی رقم:67)

ابراہیم جوزقانی نے کہا: میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔ (احوال الرجال ترجمہ رقم:93)

ابن عدی نے کہا: اس کی روایت پر واضح کیا گیا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ (الکامل ج2 ص86)

ابن حبان نے کہا: اہل بیت کے فضائل میں اسنے عجیب باتیں روایت کی ہیں۔ (المجروحین ج1 ص204)

امام ترمذی نے اس سے ایک حدیث کتاب المناقب میں روایت کی ہے۔

مروزی نے کہا: امام احمد سے روایت ہے: اس کا مذہب شیعہ تھا اور اس سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں دیکھی۔ (العلل ص115)

یہ بھی کہا: میں نے ابوالجحاف کے حوالے سے اس سے بہت سے حدیثیں لکھی ہیں۔

(سؤالات الاثرم للامام احمد 108)

عجلی نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں وہ شیعہ اور مدلس تھا۔ (معرفۃ الثقات ج1 ص257)

عجلی توثیق میں متساہل ہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ یہ آدمی کذاب، وضاع ہے اسے اس کے مذہب کی وجہ سے ضعیف نہیں قرار دیا گیا بلکہ اس لیے کہ وہ جھوٹ بولا کرتا تھا پس یہ روایت کذاب سے متروک الحدیث نے روایت کی!۔

پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عیب جوئی کے معاملے میں لوگوں سے بہت دور تھے اور لوگوں نے آپ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مناقب روایت کیے ہیں اور خود حضرت ابن

عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح میں معروف وثابت ہے۔ آپ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت معاویہ سے بڑا سخی نہیں دیکھا۔ آپ سے کہا گیا: نہ ہی ابوبکر وعمر؟ آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ان سے بہتر ہیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت معاویہ سے بڑا سخی نہیں دیکھا۔

اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج59 ص173 پر عوام بن حوشب کے طریق سے روایت کیا وہ جبلہ بن سحیم سے وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح امام لالکائی نے شرح السنہ رقم: 2781 میں اور السنۃ للخلال ج1 ص443 میں ہے۔ ایک اور روایت آئی ہے جو اسے قوت دیتی ہے جسے امام بخاری نے تاریخ کبیر ج7 ص327 میں ابن عدی نے الکامل ج6 ص110 پر روایت کیا نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کی۔

دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ج3 ص153 پس یہ روایت حسن ہے۔

(6): حدیث حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ:

میں کہتا ہوں معجم الکبیر للطبرانی ج20 ص230 میں ہے:

حدثنا المقدام بن داود ثنا أسد بن موسى ثنا أبو معاوية محمد بن خازم عن اسماعيل بن مسلم عن الحسن عن المهاجر بن قنفذ قال: رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة على دابة فقال: الثالث ملعون.

"ہم سے مقدام بن داؤد نے بیان کیا کہا ہم سے اسد بن موسیٰ نے بیان کیا کہا ہم سے ابو معاویہ محمد بن خازم نے بیان کیا وہ اسماعیل بن مسلم سے وہ حسن سے وہ مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے تین آدمیوں کو چوپائے پر دیکھا تو فرمایا: تیسرا لعنتی ہے۔

ابن قانع نے اسے معجم الصحابہ رقم: 1598 پر حسن بن علی العنزی سے روایت کیا کہا ہم سے ابوکریب نے بیان کیا کہا ہم سے ابو معاویہ نے بیان کیا پھر یہی روایت بیان کی۔

حدیث حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کا تحقیقی جائزہ:

اس روایت کی سند میں دو علتیں ہیں:

الف: اسماعیل بن مسلم مکی متروک الحدیث ہے۔

ب: حسن بن ابوالحسن بصری کا سماع حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے۔ حسن بن ابوالحسن بصری، حضین بن منذر القرشی کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج28 ص578)

ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ النبویہ ج4 ص445 پر کہا:

اولاً: ہم اس حدیث کی صحت کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ حدیث سے دلیل پکڑنا اسی وقت جائز ہے جب وہ ثابت ہوجائے اور ہم تو مقام مناظرہ میں یہ بات کہتے ہیں وگرنہ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے۔

ثانیاً: حدیث کا علم رکھنے والوں کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث جھوٹ اور موضوع ہے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت سے معلوم ہے کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم تھے اور جو آپ کو تکلیف پہنچاتا اس پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے اور اپنے دشمنوں سے نرمی برتنے میں عام لوگوں سے بہت بڑھ کرتے پس آپ رضی اللہ عنہ کیسے رسول اللہ ﷺ سے نفرت کرسکتے ہیں باوجود یہ کہ دینی و دنیاوی اخلاق میں آپ بہت بڑے مرتبہ پر فائز تھے اور تمام امور میں نبی کریم ﷺ کے محتاج تھے؟! حضور ﷺ کا کلام سننے کے بعد اس پر صبر نہ کرسکیں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ حکمران بننے کے بعد آپ اس کی بھی باتیں سن لیتے جو آپ کے سامنے آپ کو گالیاں دیا کرتا تھا، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کا کلام نہ سنیں؟! جب آپ کی یہ حالت ہو تو پھر نبی کریم ﷺ انہیں کاتب کیسے بنا سکتے ہیں؟!۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں پیش کی گئی تیسری حدیث:

اس درہ (دو پہاڑیوں کا درمیانی راستہ) سے ایسا آدمی تمہارے پاس آئے گا جو میری ملت کے علاوہ پر مرے گا۔

بلاذری نے انساب الاشراف ج2 ص120 پر کہا:

حدثني اسحاق وبكر بن الهيثم قالا حدثنا عبدالرزاق بن همام انبانا معمر عن ابن طاووس عن ابيه ابن كيسان عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه قال: كنت جالسا عند رسول الله ﷺ فقال: يطلع عليكم من هذا الفج رجل يموت على غير ملتي قال: وكنت تركت ابي قد وضع له وضوء فكنت كحابس البول مخافة ان يجي. قال فطلع معاوية. فقال النبي ﷺ: هذا هو.

"مجھ سے اسحاق اور بکر بن ہیثم نے بیان کیا دونوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق بن ہمام نے بیان کیا کہا ہمیں معمر نے خبر دی وہ ابن طاؤس سے راوی وہ اپنے باپ ابن کیسان سے وہ عبداللہ بن

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس درہ سے ایسا آدمی آئے گا جو میری ملت (اسلام) کے علاوہ پر مرے گا۔ آپ کہتے ہیں: میں نے اپنے باپ کو چھوڑا کہ ان کے لیے وضو کا پانی تیار کیا گیا تھا پس میرا معاملہ پیشاب روکنے والے کی طرح تھا اس خوف سے کہ (اگر میں یہاں سے چلا گیا) کہیں وہ آ ہی نہ جائے۔ کہتے ہیں: پس حضرت معاویہ آئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی یہی ہے"۔

اسی مضمون کی روایت امام طبرانی نے روایت کی لیکن اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تصریح نہیں ہے۔

امام احمد نے اس حدیث کو معلول قرار دیا جس کے الفاظ یہ ہیں:

يطلع عليكم رجل من اهل النار۔

"تمہارے پاس ایک جہنمی آدمی آئے گا"۔

یہ پہلی حدیث کے ہی ہم معنی ہے۔

المنتخب من العلل میں ہے: امام خلال نے کہا: میں نے امام احمد سے شریک کی حدیث کے متعلق سوال کیا کہ وہ لیث سے وہ طاؤس سے وہ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں، آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس ایک جہنمی آدمی آئے گا، تو حضرت معاویہ آئے۔ امام احمد نے فرمایا: ابن طاؤس اپنے باپ سے وہ عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں یا پھر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے روایت کرتے ہیں اس میں شک ہے۔

امام خلال نے کہا: اس کو عبدالرزاق نے معمر سے وہ ابن طاؤس سے روایت کرتے ہیں آپ نے کہا: میں نے فرخاش کو یہ حدیث اپنے باپ کے حوالے سے وہ عبداللہ بن عمرو کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے سنا۔

امام بخاری نے التاریخ الاوسط ج 2 ص 801 پر اسے معلول قرار دیا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ معمر سے روایت کی جاتی ہے وہ ابن طاؤس سے وہ اپنے باپ سے وہ ایک آدمی سے وہ عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں، آپ نے واقعہ مرفوعاً بیان کیا یہ روایت منقطع ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ ج 4 ص 444 پر کہا: حدیث کی معرفت رکھنے والوں کے نزدیک یہ حدیث

بالاتفاق جھوٹ اور موضوع ہے۔

پھر دوسری بات یہ بھی ہے کہ بکر بن ہیثم جو بلاذری کے شیخ ہیں میں نے ان کے احوال نہیں پائے اور اسحاق نے ان کی متابعت بھی کی ہے۔ وہ اسحاق بن ابراہیم الدبری الصنعانی ہیں نہ کہ اسحاق بن اسرائیل کیونکہ اسحاق بن اسرائیل اگرچہ بلاذری کے شیوخ میں سے ہیں مگر وہ عبدالرزاق کے حوالے سے روایت کرنے میں نہیں پہچانے جاتے برخلاف اسحاق بن ابراہیم الدبری کے۔

ابن عدی نے الکامل ج 1 ص 344 پر کہا: اسحاق بن ابراہیم بن عباد ابویعقوب الدبری الصنعانی نے انتہائی چھوٹی عمر میں عبدالرزاق کو پایا تھا۔ آپ کے والد شیخ عبدالرزاق کے پاس لے کے آئے تھے اس وقت آپ بہت چھوٹے تھے اور آپ کہا کرتے تھے: ہم شیخ عبدالرزاق پر پڑھے گئے یعنی کسی اور نے پڑھا اور آپ بچے ہونے کی وجہ سے (پڑھ نہ سکے بلکہ) موجود تھے اور اسحاق الدبری، شیخ عبدالرزاق کے حوالے سے منکر حدیث بیان کرتے ہیں۔

ابن رجب نے شرح علل ترمذی ج 2 ص 581 پر ابراہیم الحربی کے حوالے سے نقل کیا کہ ابراہیم الحربی نے کہا: عبدالرزاق کی وفات کے وقت دبری چھ یا سات سال کے تھے۔

میں کہتا ہوں: عبدالرزاق الصنعانی: ثقہ امام ہیں مگر آپ کے حافظے میں تغیر آگیا تھا اور یہ آپ سے متاخرین کی روایت میں ہے نہ کہ متقدمین کی روایت میں جو کہ صحیح ہیں۔ اور دبری نے آپ سے اس وقت سنا جب کہ آپ نابینا ہوگئے تھے اور آپ کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا اور شیخ عبدالرزاق نے اہل بیت کی فضیلت اور حضرت معاویہ کی عیب جوئی میں منکر احادیث روایت کی ہیں۔

ابن عدی نے کہا: لوگوں نے انہیں تشیع کی طرف منسوب کیا۔

(دیکھیے: الضعفاء للعقیلی ج 3 ص 859، السیر ج 9 ص 566)

(ابن عدی کا کلام جاری ہے)، شیخ عبدالرزاق نے فضائل میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن میں آپ کی موافقت کوئی نہیں کرتا پس یہ سب سے بڑی بات ہے جو لوگوں نے ان احادیث کی روایت کی وجہ سے ان کی مذمت کی ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ آپ نے دوسرے صحابہ کے عیوب بیان کرنے میں روایات کی ہیں جنہیں میں نے ذکر نہیں کیا، رہا معاملہ شیخ عبدالرزاق کے سچا ہونے کا تو مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں مگر ان سے اہل بیت کے متعلق احادیث گزر چکی ہیں اور دوسرے صحابہ کی عیب جوئی کے متعلق احادیث منکر ہیں۔ (الکامل ج 1 ص 344)

پس ابن عدی نے ذکر کیا کہ ان کی فضائل وعیوب کی احادیث منکر ہیں۔

ابن رجب نے کہا: متعدد حضرات نے ذکر کیا ہے کہ شیخ عبدالرزاق نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور اہل بیت کی فضیلت میں منکر احادیث بیان کی ہیں پس شاید وہ احادیث ان میں سے ہیں جو آپ کے نابینا ہونے کے بعد آپ کو تلقین کی گئیں جیسا کہ امام احمد نے فرمایا۔ واللہ اعلم! اور بعض وہ ہیں جو آپ سے ضعیف راویوں نے روایت کی ہیں اور وہ صحیح نہیں ہیں۔ (شرح علل ترمذی ج2 ص580)

امام ذہبی نے اسحاق بن ابراہیم الدبری کے متعلق کہا: ابن عدی نے کہا اسحاق الدبری نے بچپن میں شیخ عبدالرزاق کو پایا۔ میں کہتا ہوں: آپ نے شیخ عبدالرزاق سے ان کی کتب کی سماعت کی جبکہ آپ کی عمر سات سال یا اس کے قریب تھی اور شیخ عبدالرزاق سے اس نے منکر احادیث روایت کی ہیں پس ان احادیث کے بارے میں تردد واقع ہوا کہ کیا یہ دبری کی طرف سے ہیں (کیونکہ) وہ ان روایات میں منفرد ہیں یا یہ محفوظ ہیں ان احادیث میں سے جن کو روایت کرنے میں شیخ عبدالرزاق منفرد ہیں۔ حفاظ کی ایک جماعت جیسے ابوعوانہ وغیرہ نے دبری سے احتجاج کیا ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ج1 ص69)

ابن صلاح نے کہا: وہ احادیث جو طبرانی نے الدبری سے اور الدبری نے شیخ عبدالرزاق سے روایت کی ہیں میں نے ان میں بہت زیادہ نکارت پائی ہے پس میں نے اس کو اسی پر قائم رکھا ہے۔

(مقدمۃ ابن الصلاح ص355)

تیسری حدیث کے متابعات:

اس حدیث کے کئی متابع ہیں جنہیں ابونعیم نے تاریخ اصبہان ج2 ص77 پر روایت کیا لیث کے طریق سے وہ طاؤس سے وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس یثرب سے ایسا آدمی آئے گا جو میری ملت کے علاوہ پر ہوگا پس میں نے گمان کیا کہ وہ میرے باپ ہوں گے اور میں نے انہیں تیاری میں چھوڑا تھا تو فلاں آدمی آیا۔

اور بلاذری نے انساب الاشراف ج5 ص134 پر شریک کے طریق سے وہ لیث سے وہ طاؤس سے وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے اسی کے ہم معنی روایت کرتے ہیں۔

پہلے متابع کا جواب:

پہلی متابعت کی سند میں لیث بن ابی سلیم بن زنیم القرشی ہے جن کا آقا ابوبکر ہے اور ابوبکر الکوفی بھی کہا جاتا ہے۔

امام احمد نے کہا: یہ مضطرب الحدیث ہے لیکن اس سے لوگوں نے حدیث بیان کی ہے۔
(العلل ومعرفۃ الرجال ج2 ص378، الضعفاء الکبیر ج4 ص16)

ابن معین نے کہا: یہ ضعیف ہے۔ (تاریخ ابن معین بروایت دوری ج1 ص158)
مگر اس کی حدیث لکھی جائے گی۔

ابن ابی حاتم نے کہا: میں نے اپنے باپ (ابوحاتم) اور ابوزرعہ دونوں کو کہتے ہوئے سنا: لیث اس کام میں (یعنی حدیث میں) مشغول نہیں رہتا تھا اور وہ مضطرب الحدیث ہے۔ (الجرح والتعدیل ج7 ص178)

ابن عدی نے کہا: اس کی احادیث صالح ہیں اور کبھی اس سے شعبہ اور ثوری نے روایت کیا اور اس میں ضعف ہونے کے باوجود اس کی حدیث لکھی جائے گی۔ (الکامل ج6 ص89)

برقانی نے کہا میں نے امام دارقطنی سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے کہا: وہ سنت والا ہے، اس کی حدیث کی تخریج کی جائے گی۔ پھر کہا: محدثین نے اس پر انکار اس لیے کیا کیونکہ اس نے عطاء، طاؤس اور مجاہد کو جمع کر کے ایک ہی خیال کیا ہے۔ (سؤالات البرقانی ص123)

ابن سعد نے کہا: وہ صالح وعبادت گزار آدمی تھا اور حدیث میں ضعیف تھا۔ کہا جاتا ہے: وہ عطاء، طاؤس اور مجاہد سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا کرتا تھا تو وہ اس میں اختلاف کرتے تو یہ روایت کرتا ہے وہ سب اس معاملے میں متفق ہوئے ہیں، یہ جان بوجھ کر نہیں کرتا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج6 ص349)

ابن حبان نے کہا: آخری عمر میں وہ اختلاط کا شکار ہوگیا تھا پس وہ اسانید کو الٹ پلٹ دیتا اور مرسل روایات کو مرفوع کر دیتا تھا اور وہ ثقات سے ایسی روایات لاتا ہے جو ان کی حدیثوں میں نہیں ہوتیں، ابن قطان، ابن مہدی، ابن معین اور احمد نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ (المجروحین ج2 ص237)

امام ترمذی نے کہا: امام محمد (بخاری) نے کہا: امام احمد کہا کرتے تھے کہ لیث اپنی حدیث پر خوش نہیں ہوتے تھے۔ امام محمد (بن اسماعیل بخاری) نے کہا: لیث صدوق ہیں وہ وہم کا شکار ہوتے تھے۔
(العلل الکبیر ص293، التہذیب ج8 ص418)

جوزجانی نے کہا: اس کی حدیث ضعیف قرار دی جاتی ہے۔ (احوال الرجال ترجمہ رقم:91)

دوسرے متابع کا جواب:

دوسری متابعت کی سند میں شریک بن عبداللہ القاضی ہے اس پر کلام گزر چکا ہے اور ایسے ہی لیث بن ابی سلیم ہے اس پر کلام ابھی گزرا ہے۔

حدیث مذکور کے شواہد:

اس حدیث کے کئی شواہد ہیں:

نصر بن مزاحم نے ص 217 پر روایت کی جعفر بن زیاد الاحمر کے طریق سے وہ لیث سے وہ مجاہد سے وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے۔اور نصر بن مزاحم نے کتاب صفین ص 217 پر شریک کے طریق سے روایت کی وہ لیث سے وہ طاؤس سے وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کیساتھ روایت کی:

رجل یموت علی غیر سنتی۔

"یعنی ایسا آدمی آئے گا جو میری سنت کے علاوہ پر مرے گا"۔

اور نصر بن مزاحم نے ص 217 پر روایت کی جعفر بن زیادہ الاحمر کے طریق سے وہ لیث سے وہ محارب بن دثار سے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ان الفاظ کیساتھ راوی ہیں:

یموت معاویۃ علی غیر ملتی

"جناب معاویہ میری ملت کے علاوہ پر مریں گے"۔

یہ تمام کے تمام شواہد نصر بن مزاحم کی روایت سے ہیں جو رافضی متروک الحدیث ہے اس پر کلام گزر چکا ہے اور لیث بن ابی سلیم سئ الحفظ ہے اس کے متعلق کلام قریب ہی پیچھے گزرا ہے۔

اور دوسرے شاہد میں قاضی شریک ہیں جو سئ الحفظ تھے ان مرویات میں جو اپنے حافظے سے عہدہ قضاء پر فائز ہونے کے بعد بیان کرتے تھے۔

کتنا خوبصورت کلام ابن تیمیہ نے کہا ہے: فتاوی ج4 ص472 میں ہے:

یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی حکم دیا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے صحابہ کو دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ امین تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ وحی میں آپ کو متہم نہیں قرار دیا، آپ کو والی مقرر کیا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو لوگوں میں سے سب سے زیادہ مردوں کی خبر رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جن کے زبان ودل پر حق کی مہر لگائی تھی اور حضرت عمر نے آپ کی ولایت کے معاملے میں آپ پر اعتراض نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کیا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور وہ اپنی ولایت پر برقرار تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بہتر تھے اور اپنے باپ سے اسلام میں زیادہ اچھے تھے اس پر مسلمانوں کا اتفاق

ہے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے والد کو والی مقرر کیا تو اس وقت آپ کی ولایت بطریق اَولیٰ واحریٰ جائز ہے۔آپ بالکل بھی مرتدین میں سے نہیں تھے اور نہ ہی کسی اہل علم نے مرتدین کی طرف آپ کو منسوب کیا ہے پس وہ لوگ جو انہیں مرتدین کی طرف منسوب کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، عام اہل بدر، اہل بیعت رضوان وغیرہم سابقین اولین مہاجرین وانصار اور احسان کیساتھ ان کی پیروی کرنے والوں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو بھی ایسی باتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جو ان کے شایان شان نہیں ہے۔

اور الفتاوی ج4 ص476 پر کہا: قائل کا یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایمان نفاق والا تھا تو یہ بھی گھڑا ہوا جھوٹ ہے کیونکہ مسلمانوں کے علماء میں سے کوئی نہیں ہے جس نے حضرت معاویہ پر نفاق کی تہمت لگائی ہو بلکہ علماء تو آپ کے حسن اسلام پر متفق ہیں اور بعض نے آپ کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے حسن ایمان میں توقف کیا ہے رہا معاملہ حضرت معاویہ اور ان کے بھائی صحابی رسول حضرت یزید بن ابوسفیان کا تو علماء کرام نے ان دونوں کے حسن اسلام میں کوئی اختلاف نہیں کیا جیسا کہ علماء نے حضرت عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ اور ان جیسے دیگر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے ان سب کے حسن اسلام میں علماء نے کوئی اختلاف نہیں کیا۔

اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ منافق کیسے ہوسکتے ہیں جبکہ آپ مسلمانوں پر چالیس سال تک نائب و مستقل حکمران رہے، انہیں پانچ نمازیں پڑھاتے رہے، خطبہ دیتے رہے، وعظ ونصیحت کرتے رہے، انہیں نیکی کا حکم دیتے رہے اور برائی سے روکتے رہے، ان میں حدود قائم کرتے رہے، مال فئ، مال غنیمت اور ان کے صدقات ان میں تقسیم کرتے رہے اور ان کیساتھ حج کرتے رہے اس کے باوجود ان سب (صحابہ وتابعین) پر جناب معاویہ کا نفاق پوشیدہ رہا؟ جبکہ ان میں جلیل القدر صحابہ کی کثیر جماعت موجود تھی۔ بلکہ اس سے بلیغ بات یہ ہے وللہ الحمد! خلفاء بنو امیہ اور خلفاء بنو عباس میں سے وہ جن کی ولایت عام رہی ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں جنہیں زندیقیت اور نفاق سے متہم کیا جائے اور بنو امیہ کے کسی ایک کی طرف بھی زندیقیت اور نفاق منسوب نہیں کیا گیا اگرچہ ان میں سے ایسا آدمی بھی تھا جس کی طرف بدعت کی ایک قسم منسوب کی جاتی ہے اور ظلم کی ایک قسم منسوب کی جاتی ہے لیکن ان میں سے کسی ایک کی طرف بھی اہل علم میں سے کسی نے بھی زندیقیت اور نفاق کو منسوب نہیں کیا، زندیقیت ونفاق سے تو معروف بنو عبید القداح ہیں جو مصر اور مغرب میں تھے، وہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ وہ علوی ہیں، کچھ شک نہیں کہ وہ کافروں کی اولاد سے تھے پس ان لوگوں پر

اہل علم کا اتفاق ہے کہ وہ زندیق ومنافق تھے اور ایسے ہی زندیقیت ونفاق کی تہمت ایسی قوم کو لگائی گئی جو خلفاء بنو بویہ اور غیر بنو بویہ کے دیہاتوں کے بادشاہ تھے۔ رہا معاملہ اسلام میں عام ولایت کے خلیفہ کا تو اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پاک رکھا ہے کہ ان کا حکمران ایسا بنے جو زندیق ومنافق ہو۔ پس یہ ان باتوں میں سے ہے جنہیں جاننا اور پہچاننا چاہیے کیونکہ اس باب میں یہ نافع ہے۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب معاویہ اس امت کے بادشاہوں میں سے سب سے افضل ہیں کیونکہ آپ سے پہلے جو چار خلفاء (اور پانچویں امام حسن) گزرے ہیں وہ خلفاءِ نبوت تھے اور وہ (جناب معاویہ) پہلے بادشاہ ہیں، ان کا ملک بادشاہت ورحمت والا تھا۔

اور ج 35 ص 62 پر ابن تیمیہ نے کہا: جناب معاویہ، جناب عمرو بن عاص اور ان جیسے دیگر اصحاب مؤمنین میں سے ہیں سلف میں سے کسی ایک نے بھی ان کو نفاق سے متہم نہیں کیا۔ ابن تیمیہ کا کلام ختم ہوا۔

علی بن الجعد کا نظریہ:

مسائل ابن ہانی النیسابوری ص 408 میں ہے: میں نے ابوعبداللہ امام احمد سے سنا جبکہ آپ سے دلویہ نے کہا: میں نے علی بن جعد کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم جناب معاویہ غیر اسلام پر مرے ہیں۔

علی بن الجعد کے نظریہ کا رد:

اسکے تین جواب دیئے جائیں گے:

پہلا جواب:

علی بن الجعد وہ علی بن عبید بن الجعد الجوہری امام وحجت اور بخاری کے شیوخ میں سے ہیں لیکن وہ حضرت عثمان وحضرت معاویہ پر طعن کرتے تھے بلکہ ان احادیث کو رد کرتے تھے جو حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تفضیل کے متعلق وارد ہوئی ہیں، بلکہ وہ حدیث جس میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان ابنی ھذا سید۔۔ الخ یعنی میرا یہ بیٹا حسن سید ہے۔۔ الخ اس حدیث کو بھی رد کرتے تھے۔

ہارون بن سفیان المستملی نے کہا: میں علی بن الجعد کے پاس تھا تو حضرت عثمان کا ذکر کیا گیا تو اس نے کہا: عثمان نے بیت المال سے ایک لاکھ درہم ناحق لیے ہیں۔ ہارون بن سفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! آپ نے بیت المال سے صرف حق کیساتھ ہی لیے ہیں۔

(تاریخ بغداد ج 11 ص 364، تہذیب الکمال ترجمہ رقم: 4623)

امام ابوداؤد نے کہا: عمرو بن مرزوق میرے نزدیک علی بن الجعد سے اعلیٰ ہے کیونکہ اس (علی بن الجعد) پر برائی (یعنی بدعت) کی علامت تھی، اس نے کہا: مجھے یہ بات بری نہیں لگتی کہ اللہ، معاویہ کو عذاب دے۔

(تاریخ بغداد ج 11 ص 364، تہذیب الکمال ترجمہ رقم: 4623)

قال ابو یحیی الناقد :سمعت ابا غسان الدوری یقول: کنت عند علی بن الجعد فذکروہ حدیث ابن عمر: کنا نفاضل علی عھد النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فنقول:خیر ھذہ الامۃ بعد النبی ﷺابوبکر و عمر وعثمان،فیبلغ النبی ﷺفلا ینکرہ.فقال علی :انظروا الی ھذا الصبیّ ھو لم یحسن ان یطلق امراتہ یقول: کنا نفاضل و کنت عندہ فذکروا حدیث:ان ابنی ھذا سید قال:ما جعلہ اللہ سیداً۔

(الضعفاء للعقیلی ج 3 ص 945، تاریخ بغداد ج 11 ص 364، تہذیب الکمال ترجمہ رقم: 4623)

''ابو یحیی الناقد نے کہا: میں نے ابو غسان دوری کو کہتے ہوئے سنا: میں علی بن الجعد کے پاس تھا تو لوگوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی: نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہیں، یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچتی تو آپ انکار نہیں فرماتے۔ علی بن الجعد نے کہا: اس بچے (یعنی حضرت ابن عمر) کی طرف دیکھو! وہ اپنی بیوی کو اچھی طرح سے طلاق نہیں دے سکتا اور کہتا ہے: ہم فضیلت دیا کرتے تھے۔ ابو غسان دوری کہتے ہیں: میں اس کے پاس ہی تھا تو لوگوں نے یہ حدیث ذکر کی: نبی ﷺ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا (امام حسن) سید ہے۔ علی بن الجعد نے کہا: اللہ نے حسن کو سید نہیں بنایا۔ (معاذ اللہ!)''۔

لہٰذا روافض اور ان کے بھائی جناب معاویہ کے بارے میں علی بن الجعد کا قول جیسے قبول کرتے ہیں کیا وہ ایسے ہی اس کا قول اس حدیث: ''ان ابنی ھذا سیدٌ'' کے رد میں بھی قبول کریں گے؟!۔

بہر حال اہل سنت تو ان کے نزدیک اس حدیث کا مخرج صحاح، سنن اور مسانید ہے اور اس حدیث کے بارے میں جو ابن الجعد نے ذکر کیا اہل سنت کا جواب وہی ہے جو حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ج 10 ص 464 پر ذکر کیا ہے:

شاید کہ ابن الجعد نے اس فریب سے توبہ کر لی تھی بلکہ آپ نے ہر جاہل کو رسوا کرنے کے لیے آپ یعنی امام حسن علیہ السلام کو سید قرار دیا تھا کیونکہ جو اس طرح کے معاملات پر اصرار کرتا ہے وہ سید البشر ﷺ کا رد

کرتا ہے، وہ بغیر شک کے کفر کرتا ہے اور اس سے بڑی آپ کی سیادت کیا ہوگی کہ آپ کی بیعتِ خلافت کی گئی پھر اپنی قرابت کی وجہ سے آپ نے امر خلافت کو چھوڑ دیا تھا، لوگوں نے آپ کی بیعت اس لیے کی تھی کہ آپ مسلمانوں کے ولی عہد ہیں اور آپ نے جناب معاویہ کو خلافت سونپ دی تھی فتنے کو کاٹنے، خون ریزی سے بچنے، امت کے لشکروں کی آپس میں صلح کرانے کے لیے تھی تا کہ وہ لشکر دشمنان اسلام سے جہاد کے لیے فارغ ہوں اور ایک دوسرے سے جنگ کرنے سے خلاصی پائیں چنانچہ اس معاملے کے بارے میں آپ کے نانا جان سید عالم ﷺ کی فراست درست ثابت ہوئی اور اس بات کو نبی کریم ﷺ کے معجزات میں شمار کیا گیا اور یہ آقا حضور ﷺ کے بعد میں ہونے والے واقعات کی (غیبی) خبر دینے کے باب سے ہے اور جناب السید حسن بن علی، رسول اللہ ﷺ کے پھول و پیارے کی کمالِ سیادت ظاہر ہوئی، وللہ الحمد۔ انتہی کلام الذہبی۔

دوسرا جواب:

علی بن الجعد جن سے یہ نقل کی گیا ہے کہ جناب معاویہ کی غیر اسلام پر وفات ہوئی، خود علی بن الجعد نے جناب معاویہ سے اپنی مسند میں احادیث روایت کی ہیں۔ لہٰذا کہا جائے گا کہ یا تو ابن الجعد سے جناب معاویہ کے متعلق طعن ثابت نہیں ہے یا پھر آپ نے اس سے رجوع کر لیا تھا پس کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ حلف دیں کہ وہ غیر اسلام پر مرے ہیں پھر ان سے اپنی مسند میں احادیث روایت کریں؟!۔

تیسرا جواب:

علی بن الجعد کے بارے میں امام احمد نے طعن کیا اس لیے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں طعن کرتے تھے بلکہ آپ نے ان کی حدیثیں چھوڑ دیں تھیں۔

ابو جعفر العقیلی نے کہا: میں نے عبداللہ بن احمد سے کہا: تم علی بن الجعد سے کیوں نہیں احادیث لکھتے ؟ تو آپ نے کہا: مجھے میرے والد نے ان کے پاس جانے سے منع کیا ہے، آپ تک ان کے حوالے سے یہ بات پہنچی تھی کہ وہ (علی بن الجعد) صحابہ کرام کو عیب لگاتے تھے۔ (الضعفاء للعقیلی ج3 ص954، تہذیب الکمال رقم:4623)

امام ابوزرعہ نے کہا: امام احمد بن حنبل، علی بن الجعد سے حدیث لکھنا جائز نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی سعید بن سلیمان سے اور میں نے آپ کی کتاب ان دونوں پر بند دیکھی۔

(الضعفاء للعقیلی ج3 ص954، تاریخ بغداد ج11 ص364، تہذیب الکمال رقم:4623)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کی گئی چوتھی حدیث:

اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ۔

''سب سے پہلا آدمی جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا''۔

اسے ابن ابی شیبہ نے المصنف رقم: 35866 پر ابونعیم نے تاریخ اصبہان ج 1 ص 132 پر، دولابی نے الکنی رقم: 667 پر، ابن عدی نے الکامل ج 3 ص 164 پر، بیہقی نے دلائل النبوۃ ج 6 ص 466 پر، ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج 18 ص 160 پر روایت کیا۔ ان سب کی سند یہ ہے کہ ابوالعالیہ جناب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا پھر یہی حدیث ذکر کی۔

اس حدیث کے بعض طرق میں ہے جیسا کہ امام بخاری نے التاریخ الاوسط ج 1 ص 379 میں کہا: ہم جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کیساتھ شام میں تھے اور اس حدیث میں جناب ابوذر کا صحابی رسول یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک واقعہ ہے۔

(اسے ابویعلی نے روایت کیا جیسا کہ اتحاف الخیرۃ للبوصیری ج 8 ص 30 پر ہے اور رویانی نے اپنی مسند میں روایت کیا جیسا کہ سیر اعلام النبلاء ج 1 ص 284 میں ہے۔)

چوتھی حدیث کا تحقیقی جائزہ:

اس حدیث میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جناب سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ شام نہیں آئے۔ آپ تو جناب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام آئے جبکہ یزید بن ابوسفیان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی لہذا ابوالعالیہ نے ابوذر سے شام میں کیسے سنا جب کہ وہ یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں آئے ہی نہیں۔

امام بخاری نے التاریخ الاوسط ج 1 ص 379 پر کہا:

حدثنی محمد حدثنا عبدالوھاب بن عبدالمجید عن المھاجر بن ابی مخلد حدثنا ابو العالیۃ قال: وحدثنی ابومسلم. قال: کان ابوذر بالشام وعلیھا یزید بن ابی سفیان فغزالناس فغنموا والمعروف ان اباذر کان بالشام زمن عثمان وعلیھا معاویۃ ومات یزید فی زمن عمر ولایعرف لابی ذر قدوم الشام زمن

عمر رضی اللہ عنہ۔

''مجھ سے محمد نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالوہاب بن عبدالمجید نے بیان کیا وہ مہاجر بن ابومخلد سے راوی کہا ہم سے ابوالعالیہ نے بیان کیا کہا: اور مجھ سے ابومسلم نے بیان کیا کہا: ابوذر شام میں تھے اور لوگوں کے امیر جناب یزید بن ابوسفیان تھے پس لوگوں نے جہاد کیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ امام بخاری کہتے ہیں: معروف یہ ہے کہ جناب ابوذر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں شام تشریف لائے اور ان کے امیر جناب معاویہ تھے جبکہ جناب یزید بن ابوسفیان نے تو حضرت عمر کے دور میں وفات پائی تھی۔ جناب ابوذر کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام آنا معروف نہیں ہے۔

دوسری علت:

ابوالعالیہ رفیع بن مہران الریاحی کا سماع جناب ابوذر رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے لہذا یہ حدیث منقطع ہے اور اس روایت کا صرف ایک ہی طریق ہے۔

دوری نے کہا: میں نے امام ابن معین سے سوال کیا: کیا ابوالعالیہ نے جناب ابوذر سے سنا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں آپ تو صرف ابومسلم سے روایت کرتے اور وہ جناب ابوذر سے۔ دوری کہتے ہیں: میں نے کہا: ابومسلم کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ (تاریخ ابن معین بروایت دوری ج4 ص120)

اور کبھی یہ حدیث اس طریق سے بھی آئی ہے ابوالعالیہ، ابومسلم سے یہی روایت کرتے ہیں وہ جناب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے جیسا کہ ابن عساکر کے ہاں تاریخ دمشق جلد 65 صفحہ 250 میں ہے اور اس ابومسلم کو ابن معین نے مجہول قرار دیا ہے جیسا کہ ابھی ذکر ہوا۔

امام بخاری نے فرمایا: یہ حدیث معلول ہے جیسا کہ البدایہ والنہایہ ج11 ص649 میں ہے۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ ج6 ص467 پر کہا: ابوالعالیہ اور جناب ابوذر کے درمیان یہ سند مرسل ہے۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج11 ص649 پر ذکر کیا کہ یہ یزید بن معاویہ کی مذمت میں ضعیف و منقطع احادیث میں سے ایک ہے۔

یہ اس لیے کہ ابوالعالیہ، جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور جناب ابوالعالیہ کا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے اور ان دونوں کے درمیان ابومسلم کا واسطہ ہے جو پہچانے نہیں جاتے کون ہیں؟۔

بالفرض اس حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ یزید بن معاویہ کے بارے میں ہے چنانچہ رویانی نے اپنی مسند میں روایت کی جیسا کہ سیر اعلام النبلاء ج1 ص329 میں مہاجر بن ابومخلد کے طریق سے ہے وہ ابوالعالیہ سے وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا:

اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔

''سب سے پہلا آدمی جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ کا ایک آدمی ہوگا جسے یزید کہا جائے گا''۔

یہ بھی وہی سند ہے جو اُسے صحیح قرار دے گا وہ اس حدیث کو بھی صحیح قرار دے گا۔ اسی وجہ سے ابن عدی نے الکامل ج3 ص164 پر کہا: بعض اخبار میں اس کی تفسیر کی گئی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ اسے یزید کہا جائے گا۔

اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ ج6 ص467 پر کہا: قابل ترجیح بات یہی ہے کہ وہ آدمی یزید بن معاویہ بن ابوسفیان ہو۔

جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کی جانے والی پانچویں حدیث:

امرت بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین۔

''مجھے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا''۔

میں کہتا ہوں: لوگوں نے الناکثین کی تفسیر، اصحاب جمل سے کی اور القاسطین کی تفسیر اہل شام سے اور المارقین کی تفسیر خوارج سے کی ہے۔ (دیکھئے: البدایۃ والنہایہ ج7 ص398 اور دیکھئے: حدیث ابوایوب تاریخ بغداد للخطیب ج12 ص186 اور تاریخ دمشق لابن عساکر ج42 ص472)

پانچویں حدیث کا تحقیقی جائزہ:

یہ حدیث متعدد طرق سے حضرت علی، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت عمار، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اسکے تمام طُرق میں کوئی چیز صحیح نہیں۔

پانچویں حدیث کی پہلی سند کا تحقیقی جائزہ:

ابن عساکر نے اسے تاریخ دمشق ج43 ص468 پر ابوالجارود کے طریق سے روایت کیا وہ زید بن علی بن حسین سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ رضی اللہ عنہم!

ابوالجارود وہ زیاد بن المنذر الہمدانی الکوفی الاعمی ہیں اور انہی کی طرف فرقہ جارودیہ ( ) منسوب کیا جاتا ہے۔

امام ابوحاتم نے انہیں بہت ہی ضعیف قرار دیا ہے۔آپ نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے۔

(الجرح والتعدیل ج3ص371)

امام بخاری نے کہا: محدثین اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں۔(التاریخ الکبیر ج3ص471)

امام ابن معین نے کہا: یہ کذاب ہے۔(تاریخ ابن معین ج3ص456)

امام ابن حبان نے کہا: فضائل اور صحابہ کے عیوب میں یہ حدیثیں گھڑتا ہے۔(المجروحین ج1ص306)

پانچویں حدیث کی دوسری سند کا تحقیقی جائزہ:

اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج42ص470 پر روایت کیا اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ج8ص340 پر جعفر الاحمر کے طریق سے روایت کیا وہ یونس بن ارقم سے وہ ابان سے وہ خلید العصری سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: میں نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا۔۔۔الحدیث۔

اس کی سند میں ابان بن ابوعیاش ابو سماعیل البصری متروک الحدیث ہے۔امام احمد، امام ابن معین اور امام نسائی نے اس کی تصریح کی ہے۔(الضعفاء والمتروکین رقم:14)

امام شعبہ نے کہا: میں گدھے کا سیر ہو کر پیشاب پیوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں کہوں کہ ہم سے ابن ابن ابی عیاش نے حدیث بیان کی۔(الکامل فی الضعفاء ج1ص381)

پانچویں حدیث کی تیسری سند کا تحقیقی جائزہ:

اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج42ص469 پر روایت کیا عبدالجبار الہمدانی کے طریق سے وہ انس بن عمرو سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

ابن خراش نے کہا: انس بن عمرو عن ابیہ عن علی مجہول ہے۔(المیزان ج1ص277)

عبدالجبار الہمدانی وہ عبدالجبار بن العباس الشبامی الکوفی ہے۔

امام ذہبی نے میزان ج3ص533 پر کہا: ابونعیم نے کہا: کوفہ میں اس سے زیادہ جھوٹ بولنے والا کوئی نہیں تھا۔

پانچویں حدیث کی چوتھی سند کا تحقیقی جائزہ:

ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج42ص469 پر روایت کیا محمد بن الحسن کے طریق سے روایت کرتے

ہیں وہ عطیہ بن سعد العوفی سے راوی، کہا: مجھ سے میری باپ نے بیان کیا، آپ نے کہا: مجھ سے عمرو بن عطیہ بن سعد نے اپنے بھائی حسن بن عطیہ بن سعد سے وہ ابن عطیہ سے راوی،، کہا مجھ سے میری دادا سعید بن جنادہ نے بیان کیا وہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں۔ پھر یہی روایت ذکر کی۔

اس میں مسلسل ضعیف راوی ہیں۔ عطیہ عوفی اور اس سے نیچے کے راوی ضعیف ہیں۔

ابن رجب نے شرح العلل ج 2 ص 884 پر کہا: ضعیف لوگوں کے گھر سے عطیہ عوفی اور اس کی اولاد ہے۔

پانچویں حدیث کی پانچویں سند کا تحقیقی جائزہ:

اسے ابن ابی عاصم نے السنۃ رقم: 939 پر اور امام بزار نے رقم: 3270 پر روایت کیا جیسا کہ کشف الاستار میں ہے اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج 42 ص 469 پر فطر بن خلیفہ کے طریق سے روایت کیا وہ حکیم بن جبیر سے وہ ابراہیم نخعی سے وہ علقمہ سے راوی، آپ نے کہا: میں نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو نہروان کے دن کہتے ہوئے سنا: مجھے مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا اور یہی مارقین ہیں۔

اس روایت کی سند میں حکیم بن جبیر ہے۔

اس کے بارے میں امام احمد نے فرمایا: یہ ضعیف مضطرب الحدیث ہے۔

(العلل ومعرفۃ الرجال ج 1 ص 369، الضعفاء الکبیر ج 1 ص 316)

امام نسائی نے کہا: یہ ضعیف، کوفی ہے۔ (الضعفاء والمتروکین رقم: 30)

امام جوزجانی نے کہا: یہ کذاب ہے۔ (احوال الرجال ترجمہ رقم: 21)

پانچویں حدیث کی چھٹی سند کا تحقیقی جائزہ:

اسے بزار نے رقم: 774 پر، ابویعلی نے اپنی مسند رقم: 519 پر، عقیلی نے الضعفاء ج 2 ص 404 پر، ابن المقرئ نے اپنی معجم رقم: 674 پر عباد بن یعقوب سے راوی وہ ربیع بن سہل الفزاری سے وہ سعید بن عبید سے وہ علی بن ربیعہ الوالبی سے وہ جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

اس سند میں ربیع بن سہل بن دکین الفزاری ہے۔

امام ابوزرعہ نے اس کے متعلق کہا: یہ منکر الحدیث ہے۔ (دیکھئے: الضعفاء للعقیلی ج 2 ص 403)

امام بخاری نے کہا: یہ اپنی حدیث میں (ثقہ راویوں کی) مخالفت کرتا ہے۔

(التاریخ الکبیر ج 3 ص 278)

امام بزار نے اپنی مسند میں کہا: ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں کہ علی بن ربیعہ، جناب علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ہم نے اسے صرف عباد بن یعقوب سے ہی سنا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج7 ص338 پر اس حدیث کے بارے میں کہا: یہ حدیث غریب منکر ہے۔

پانچویں حدیث کی ساتویں سند کا تحقیقی جائزہ:

امام طبرانی نے الاوسط رقم:4362 پر اور ابن المقری نے اپنی معجم رقم:1319 پر یحیی بن سلمہ بن کہیل کے طریق سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ سے وہ ابوصادق سے وہ ربیعہ بن ناجد سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔

امام طبرانی ج8 ص213 پر کہا: ربیعہ بن ناجد سے یہ حدیث صرف سلمہ نے روایت کی اور سلمہ سے روایت کرنے میں اس کا بیٹا اکیلا ہے۔

پانچویں حدیث کی آٹھویں سند کا تحقیقی جائزہ:

ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج42 ص471 پر روایت کی اسحاق بن ابراہیم ازدی کے طریق سے وہ ابوہارون العبدی سے وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اس کی سند میں ابوہارون العبدی عمارہ بن جوین ہے۔

امام احمد نے ان کے بارے میں کہا: یہ کوئی چیز نہیں۔ (الضعفا للنسائی رقم:192)

امام نسائی نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے۔ (الکامل ج5 ص78)

امام ابن حبان نے کہا: وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کرتا ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نہیں ہے۔ (المجروحین ج2 ص177)

پانچویں حدیث کی نویں سند کا تحقیقی جائزہ:

امام ابویعلی نے اپنی مسند رقم:1623 پر قاسم بن سلیمان کے طریق سے روایت کیا وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ہیثمی نے مجمع الزوائد ج7 ص239 پر کہا: اسے ابویعلی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔

عقیلی نے کہا: القاسم بن سلیمان عن ابیہ عن جدہ عن عمار، قاسطین کے قتال کے بارے میں حدیث صحیح نہیں ہے۔ (میزان ج3 ص371)

اور اسے دولابی نے الکنی رقم:485 پر روایت کیا ابوالجارود ابوالربیع الکندی کے طریق سے وہ ہند بن عمرو سے وہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

ابوالجارود وہ زیادہ بن منذر ہمدانی متروک الحدیث ہے۔اس پر کلام پیچھے گزر چکا ہے۔

پانچویں حدیث کی دسویں سند کا تحقیقی جائزہ:

امام طبرانی نے المعجم الاوسط رقم:4327 پر مسلم بن کیسان الملائی کے طریق سے روایت کی وہ ابراہیم نخعی سے وہ علقمہ سے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ حدیث معلول ہے،اس کی سند میں مسلم بن کیسان الملائی ضعیف الحدیث ہے۔

(دیکھئے:التاریخ الکبیر ج7 ص271،الجرح والتعدیل ج8 ص193،الکامل ج6 ص306)

اس کی مخالفت حسن بن عمرو فقیمی نے بھی کی ہے چنانچہ آپ نے ابراہیم نخعی سے وہ علقمہ سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

امام دارقطنی نے العلل ج1 ص149 پر کہا:ان میں سے جس نے آپ سے اسے مرسل کیا وہ زیادہ صحیح ہے عن ابراہیم عن علی سے مرسلاً۔

ہیثمی نے مجمع الزوائد ج6 ص235 پر کہا:امام طبرانی نے اسے روایت کیا اور اس میں ایسا راوی ہے جسے میں نے نہیں پہچانا۔

منصور بن المعتمر نے مسلم بن کیسان الملائی کی متابعت کی جیسا کہ ابن عساکر کے ہاں تاریخ دمشق ج42 ص470 پر ہے مگر یہ متابعت ساقط ہے اس کی سند میں اسماعیل بن عباد المقریٔ ہے۔

عقیلی نے کہا:اس کی حدیث محفوظ نہیں ہے۔(الضعفاء الکبیر ج1 ص85)

ابن حبان نے کہا:کسی حال میں بھی اس سے دلیل پکڑنا جائز نہیں۔(المجروحین ج1 ص123)

یزید بن قیس نے بھی اس کی متابعت کی جو طبرانی کی الاوسط رقم:9910 اور الشاشی کی اپنی مسند رقم:308 پر ہے۔

پانچویں حدیث کی گیارہویں اور بارہویں سند کا تحقیقی جائزہ:

امام حاکم نے المستدرک رقم:4674 پر محمد بن حمید کے طریق سے روایت کیا،آپ نے کہا:

حدثنا سلمة بن الفضل،حدثني ابوزيد الاحول عن عقاب بن ثعلبة حدثني ابو ايوب الانصاري في خلافة عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال:امر رسول الله

صلی اللہ علیہ والہ وسلم علی بن ابی طالب بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین۔

''ہم سے سلمہ بن فضل نے بیان کیا کہا مجھ سے ابوزید الاحول نے بیان کیا وہ عقاب بن ثعلبہ سے، کہا مجھ سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے''۔

بارہویں طریق کو بھی امام حاکم نے اپنی مستدرک رقم:4675 پر محمد بن یونس القرشی کے طریق سے روایت کیا وہ عبدالعزیز بن الخطاب سے راوی، آپ نے کہا: ہم سے علی بن غراب نے بیان کیا وہ ابن ابی فاطمہ سے وہ الاصبغ بن نباتہ سے وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اسی کے ہم معنی روایت کرتے ہیں۔

یہ دونوں طریق صحیح نہیں ہیں۔

امام ذہبی نے کہا: یہ صحیح نہیں ہے۔امام حاکم نے دو مختلف سندوں سے یہ حدیث حضرت ابوایوب انصاری تک چلائی ہے وہ دونوں ضعیف ہیں۔

پانچویں حدیث کی تیرہویں سند کا تحقیقی جائزہ:

اس سند میں محمد بن حمید الرازی ضعیف الحدیث ہے۔

اور سلمہ بن فضل ابوعبداللہ الابرش وہ ضعیف الحدیث ہے اس کی منکر اور غریب روایتیں ہیں یہ جو محمد بن اسحاق سے مغازی میں روایت کرتا ہے صرف وہی دوسری روایات سے زیادہ قوی ہیں اگرچہ اسکی حدیث مطلقاً ضعیف ہے۔اس پر کلام گزر چکا ہے۔

عتاب بن ثعلبہ کے بارے میں ذہبی نے میزان ج4 ص127 پر کہا: اس نے ابوزید الاحول سے الناکثین کے قتال کی حدیث روایت کی اس کی سند تاریک ہے اور متن منکر ہے۔

پانچویں حدیث کی چودہویں سند کا تحقیقی جائزہ:

اس میں محمد بن یونس القرشی الکدیمی البصری کذاب ووضاع (حدیثیں گھڑنے والا) ہے۔

ابن حبان نے کہا: شاید کہ اس نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں گھڑی ہیں۔(المجروحین ج2 ص313)

ابن عدی نے کہا: اس پر حدیثیں گھڑنے کی تہمت لگائی گئی ہے۔(الکامل ج6 ص292)

اصبغ بن نباتہ متروک الحدیث ہے۔
ابن ابی فاطمہ وہ علی بن الحزور ہے۔
امام بخاری نے اس کے بارے میں کہا: اس میں نظر ( ) ہے۔ (التاریخ الکبیر ج6 ص292)
امام ابوحاتم نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے۔ (الجرح والتعدیل ج6 ص183)
امام نسائی نے کہا: یہ متروک ہے۔ (التہذیب ج3 ص743)

پانچویں حدیث کی پندرہویں سند کا تحقیقی جائزہ:

اسے ابن عدی نے الکامل ج2 ص187 پر روایت کیا اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر ج4 ص172 پر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج42 ص473 پر روایت کیا: محمد بن کثیر کے طریق سے۔

عن الحارث بن حصيرة عن أبي صادق: عن أبي مخنف بن سليم قال: أتينا أبا أيوب الأنصاري وهو يعلف خيلا له بصعنبى فقلنا عنده فقلت له: أبا أيوب قاتلت المشركين مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم جئت تقاتل المسلمين قال: إن رسول الله صلى الله عليه و سلم أمرني بقتال ثلاثة الناكثين والقاسطين والمارقين فقد قاتلت الناكثين وقاتلت القاسطين وأنا مقاتل إن شاء الله المارقين بالشعفات بالطرقات بالنهراوات وما أدري ما هم؟

''محمد بن کثیر، حارث بن حصیرہ سے روایت کرتے ہیں وہ ابوصادق سے وہ مخنف بن سلیم سے راوی، آپ نے کہا: ہم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جبکہ آپ صعنبی کے مقام پر اپنے گھوڑے کو چارہ ڈال رہے تھے پس ہم نے ان کے پاس باتیں کی تو میں نے آپ سے کہا: اے ابوایوب! آپ نے رسول اللہ ﷺ کیساتھ مشرکین سے جنگ کی پھر آپ مسلمانوں سے جنگ کرنے آگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھے تین قسم کے لوگ: ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے پس میں نے ناکثین سے قتال کیا اور قاسطین سے قتال کیا اور ان شاء اللہ میں نہروان کے مقام پر شعفات کے راستوں میں مارقین سے جنگ کرنے والا ہوں، اور میں نہیں جانتا وہ کون ہیں؟''۔

اس کی سند میں محمد بن کثیر القرشی الکوفی ہے۔

امام احمد نے کہا: ہم نے اس کی حدیث پھاڑ دی اور آپ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔
(العلل ومعرفۃ الرجال ج3 ص438)

امام بخاری نے کہا: یہ کوفی منکر الحدیث ہے۔ (التاریخ الکبیر ج1 ص217)

امام ابن المدینی نے کہا: ہم نے اس سے عجیب روایتیں لکھیں اور میں نے اسکی حدیثوں پر خط پھیر دیا ہے۔ (التہذیب ج3 ص683)

پانچویں حدیث کی سولہویں سند کا تحقیقی جائزہ:

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج12 ص186 پر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج42 ص472 پر معلیٰ بن عبدالرحمن کے طریق سے روایت کی، آپ نے کہا: ہم سے شریک نے بیان کیا وہ اعمش سے راوی کہا: ہم سے ابراہیم نے بیان کیا وہ علقمہ اور اسود سے دونوں نے کہا: ہم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔۔۔الحدیث

اس کی سند مین معلیٰ بن عبدالرحمن الواسطی ہے جو حدیثیں گھڑتا تھا۔ اس نے بوقت وفات اس بات کی تصریح کی تھی کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ستر حدیثیں گھڑی ہیں۔ (تہذیب ج4 ص122)

قاضی شریک عبداللہ سئی الحفظ ہے بالخصوص جب وہ عہدہ قضاۃ پر فائز ہونے کے بعد روایت کرے۔

پانچویں حدیث کے ضعیف وموضوع ہونے پر محدثین کی آراء:

(1): امام عقیلی کا قول:

عقیلی نے الضعفاء ج2 ص51 پر کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی سندیں کمزور ہیں اور آپ سے حروریہ کے متعلق روایات صحیح ہیں۔

اور یہ بھی کہا: اس باب میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

(2): علامہ ابن جوزی کا قول:

ابن جوزی نے الموضوعات ج2 ص12 پر کہا: یہ حدیث بغیر کسی شک کے موضوع ہے۔

(3): ابن تیمیہ کا قول:

ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ النبویۃ ج6 ص112 پر کہا:

وہ حدیث جو ناکثین، قاسطین اور مارقین کے قتل کے حکم کے متعلق ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑی گئی ہے۔

(4): امام ذہبی کا قول:

امام ذہبی نے سیر ج2 ص410 پر ہے یہ خبر واہ (ضعیف) ہے۔

اور میزان الاعتدال ج4 ص127 پر کہا: اس کا متن منکر ہے۔

اور تلخیص کتاب الموضوعات ص141 پر یہ حدیث چلانے کے بعد کہا: حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں جو حدیثیں مروی ہیں کسی دوسرے صحابی کے بارے میں اس سے زیادہ حدیثیں مروی نہیں ہیں لیکن وہ تین قسم پر ہیں: ایک قسم صحیح حدیثیں ہیں، دوسری قسم حسن حدیثیں ہیں اور تیسری قسم: ضعیف دواہیات حدیثیں ہیں اور اس قسم کی بہت احادیث ہیں اور اباطیل وموضوعات قسم کی حدیثیں بہت زیادہ ہیں جو انتہاء تک پہنچی ہوئی ہیں، شاید بعض گمراہوں اور زندیق لوگوں نے انہیں گھڑا ہے جس نے انہیں گھڑا ہے اللہ انہیں تباہ وبرباد کرے! اور یہاں پر اکثر روایات تیسری قسم سے ہیں۔

(5): حافظ ابن کثیر دمشقی کا قول:

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج7 ص398 پر کہا: یہ حدیث ضعیف ہے۔

اور ج7 ص338 پر یہ بھی کہا: یہ کئی طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے اور اس کا کوئی بھی طریق ضعف سے خالی نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کی جانے والی چھٹی روایت:

ان قاتل عمار وسالبہ فی النار۔

''حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل اور آپ کا جنگی سامان لینے والا جہنمی ہے''۔

ابن تیمیہ نے کہا: جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہوا اس کا حکم وہی ہے جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل کا حکم ہے۔

چھٹی روایت کا تحقیقی جائزہ:

میں کہتا ہوں: اس بارے میں متعدد غلط فہمیاں ہیں اور حقائق کو بدلا گیا ہے۔

اولاً: اس حدیث کے ثبوت میں نظر ہے!۔

ہمارے شیخ عبداللہ السعد نے اپنی کتاب ''الابانة لما للصحابة من المنزلة والمكانة'' کے مقدمہ میں نفیس وانوکھا کلام کیا ہے۔ صفحہ 48 پر کہا:

امام احمد نے ج4 ص198 پر کہا:

حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة انا ابوحفص وكلثوم بن جبر عن ابی الغادية قال:قتل عمار فاخبر عمرو بن العاص قال:سمعت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم يقول:"ان قاتله وسالبه فی النار"فقيل لعمرو:فانك هو ذا تقاتله.قال: انما قال:قاتله وسالبه۔

''ہم سے عفان نے بیان کیا کہا ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا کہا ہمیں ابوحفص اور کلثوم بن جبر نے خبر دی وہ ابوالغادیہ سے روایت کرتے ہیں، کہا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو اس کی خبر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:"حضرت عمار کو قتل کرنے والا اور ان کا جنگی سامان لینے والا جہنم میں ہوگا"حضرت عمرو بن عاص سے کہا گیا: آپ بھی تو ان سے جنگ کررہے تھے،آپ نے فرمایا: نبی ﷺ نے یہی فرمایا ہے:اس کا قاتل اور اس کا جنگی سامان لینے والا''۔

اس روایت کو ابن سعد نے الطبقات میں اسی گذشتہ سند کیساتھ روایت کیا یہ ابوالغادیہ تک صحیح ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے لیکن اس کا یہ کہنا:"حضرت عمرو بن العاص کو خبر دی گئی۔۔"کیا ابوالغادیہ حضرت عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں یا یہ کلثوم بن جبر کی حضرت عمرو بن عاص سے روایت کے الفاظ ہیں؟اگر پہلی صورت ہو تو یہ صحیح ہے جیسا کہ گزر چکا اور اگر دوسری صورت ہے درستگی کے زیادہ قریب ہے کیونکہ اس میں ہے :حضرت عمرو بن عاص کو خبر دی گئی اور اس میں یہ بھی ہے:"حضرت عمرو سے کہا گیا کہ آپ بھی تو ان سے جنگ کررہے تھے"یہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ ابوالغادیہ،حضرت عمرو بن عاص سے روایت نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی نے السیر ج2 ص544 پر کہا:اس کی سند میں انقطاع ہے۔

شاید امام ذہبی کا مقصود انقطاع سے وہی ہے جو گزر چکا ہے کیونکہ کلثوم بن جبر کا سماع حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے معروف نہیں ہے۔کلثوم بن جبر تو صرف صغار صحابہ اور جو ان سے آخر میں فوت ہوئے ان سے روایت کرتے ہیں بلکہ تابعین سے روایت کرتے ہیں۔

ابوالغادیہ کے بارے میں ظاہر یہ ہوتا ہے کہ آپ کی وفات بعد میں ہوئی کیونکہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ابوالغادیہ کا ان لوگوں میں تذکرہ کیا جو ستر تا اسی ہجری کے درمیان فوت ہوئے اور ان لوگوں میں بھی ذکر کیا جو نوے سے سو ہجری کے مابین فوت ہوئے اسی وجہ سے ابوالفضل ابن حجر نے"تعجیل المنفعۃ"ج 2 ص520 پر کہا:جناب عمرو نے لمبی عمر پائی۔اور کلثوم نے ابوالغادیہ سے اپنے سماع کی تصریح کی ہے جیسا کہ

پیچھے گزر چکا ہے۔

اس روایت کا ایک اور طریق ہے: ابن ابی عاصم الآحاد والمثانی رقم:803 پر کہا:

حدثنا العباس بن الولید النرسی حدثنا معتمر بن سلیمان سمعت لیثا یحدیث عن مجاھد عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال: اتی عمرو بن العاص رجلان یختصمان فی امر عمار وسلبہ فقال: خلیاہ واترکاہ فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: "اللھم اولعت قریش بعمار، قاتل عمار وسالبہ فی النار"۔

''ہم سے عباس بن ولید نرسی نے بیان کیا کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے لیث کو مجاہد سے روایت بیان کرتے ہوئے سنا اور مجاہد جناب حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس دو آدمی حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے جنگی سامان کے بارے میں جھگڑتے ہوئے آئے تو آپ نے فرمایا: تم دونوں علیحدہ ہو جاؤ! اور چھوڑ دو اسے! کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "اے اللہ! حضرت عمار کے معاملے میں قریش کو جوش دلا! حضرت عمار کا قاتل اور جنگی سامان لینے والا جہنمی ہوگا"''۔

اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں لیث کے طریق سے روایت کیا جیسا کہ مجمع الزوائد ج 9 ص 297 میں ہے کہ امام ہیثمی نے کہا: کبھی لیث نے حدیث بیان کرنے کی تصریح کی ہے اور اس کی سند کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔

لیث وہ ابن ابی سلیم ہے اور وہ ضعیف ہے اس کے حافظے میں اختلاط ہو گیا تھا اکثر اہل علم نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے لیکن آپ کی حدیث لکھی جائے گی۔

متن کی جہت سے اس حدیث پر کلام عنقریب آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک ج 3 ص 387 پر محمد بن یعقوب الحافظ سے روایت کیا، آپ نے کہا ہم سے یحیی بن محمد نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالرحمن بن مبارک نے بیان کیا کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے اپنے باپ سے بیان کیا وہ حضرت مجاہد سے یہی روایت کرتے ہیں۔

امام حاکم نے کہا: اس روایت میں عبدالرحمن بن المبارک اکیلے ہیں اور وہ معتمر عن ابیہ کی روایت میں ثقہ اور مامون ہیں پس اگر یہ محفوظ ہے تو یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور شیخین نے اسے تخریج نہیں کیا اور دیگر لوگوں

نے اسے معتمر عن لیث عن مجاہد کے طریق سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: درست یہ ہے کہ لیث عن مجاہد کی روایت ہے رہا معاملہ عبدالرحمن بن المبارک کی روایت کا تو وہ دو وجہ سے خطا ہے:

1-: اکثر لوگوں نے معتمر عن لیث کے طریق سے روایت کی جیسا کہ امام حاکم نے کہا۔

2-: عبدالرحمن، معتمر کی حدیث میں دشوار راستے پر چلے ہیں چنانچہ انہوں نے اسے معتمر سے روایت کیا وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کیونکہ اکثر معتمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور یہ بات حدیث کے حفاظ کے ہاں معلوم ہے کہ جس نے دشوار راستے کی مخالفت کی اسے مقدم کیا جائے اس آدمی سے جو دشوار راستے پر چلے کیونکہ یہ اس کے حفظ کی دلیل ہے۔

چھٹی حدیث کے متن پر کلام:

رہا معاملہ اس حدیث کے متن کا تو یہ قصہ دوسرے طرق سے بھی حضرت عبداللہ بن عمرو سے آیا ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور اس میں یہ الفاظ "حضرت عمار کا قاتل اور جنگی سامان لینے والا جہنمی ہے" نہیں ہیں۔

حدثنا يزيد انبانا العوام حدثنى أسود بن مسعود عن حنظلة بن خويلد العنزى قال: بينما أنا عند معاوية إذ جاءه رجلان يختصمان فى رأس عمار يقول كل منهما أنا قتلته فقال عبد الله بن عمرو ليطب به أحد كما نفسا لصاحبه فإنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تقتله الفئة الباغية...اه

"ہم سے یزید نے بیان کیا کہا ہمیں عوام نے خبر دی کہا مجھ سے اسود بن مسعود نے بیان کیا وہ حنظلہ بن خویلد العنزی سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: اسی دوران کی بات ہے کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ اچانک دو آدمی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سر کے بارے میں جھگڑتے ہوئے آئے، ان میں سے ہر ایک یہی کہتا تھا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں میں سے ایک، دوسرے کے لیے اس کے ذریعے دل خوش کردے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اسے (یعنی حضرت عمار کو) باغی گروہ قتل کرے گا۔۔۔الخ"۔

اسے ابن سعد نے طبقات ج3 ص253 پر، امام بخاری نے التاریخ ج3 ص39 پر اور امام نسائی نے

الخصائص رقم:164 پر روایت کیا ہے،ان سب نے یزید کے طریق پر یہی روایت کیا ہے۔

امام ذہبی نے"المعجم المختص بالمحدثین من شیوخہ" کے ص96 پر اس کو روایت کرنے کے بعد کہا:اس کی سند جید ہے کیونکہ اس اسود کو ابن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

امام بخاری نے التاریخ ج3 ص30،امام نسائی نے الخصائص رقم:165،امام ابونعیم نے الحلیۃ الاولیاء ج7 ص 198 پر روایت کیا۔ان سب نے محمد بن جعفر کے طریق سے روایت کیا وہ شعبہ سے وہ عوام سے وہ بنی شیبان کے ایک آدمی سے وہ حنظلہ بن سوید سے یہی روایت کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں:پہلی سند صحت کے زیادہ قریب ہے دو امور کی وجہ سے:

1-:شعبہ کبھی اسماء میں خطا کر جاتے ہیں جیسا کہ یہ بات معروف ہے۔

2-:یزید بن ہارون اس خبر میں ان کیساتھ ہیں جو زیادہ علم رکھتے ہیں کیونکہ آپ نے العوام کے شیخ کا نام لیا بخلاف امام شعبہ کے،اس کے باوجود یہ بڑا اختلاف نہیں ہے شیبان کے آدمی سے مراد العنزی ہے،پچھلی سند میں اسکا ذکر ہوا ہے۔شیبان اور عنزہ یہ دونوں قبیلے اسد بن ربیعہ بن نزار کے قبیلے میں مل جاتے ہیں اور شیبان اب بنی عنزہ میں داخل ہے۔جہاں تک میں جانتا ہوں کیونکہ اکثر ربیعہ قبیلہ والے اب بھی قبیلہ عنزہ کے تحت داخل ہیں۔شاید یہ بہت پرانا قبیلہ ہے جیسا کہ اس پر امام شعبہ کا یہ قول دلالت کرتا ہے:شیبان کا ایک آدمی اور یزید بن ہارون کی روایت میں قبیلہ عنزہ کی طرف منسوب یہ آدمی ذکر ہوا ہے باوجود یہ کہ یہ مقام اس سند پر کلام اور تحقیق کرنے کا نہیں ہے اس سے صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ لیث بن ابی سلیم کی روایت کے مخالف روایات کا بیان ہے۔

ابن سعد نے الطبقات ج3 ص253 پر روایت کی:

انا ابومعاویة عن الاعمش عن عبدالرحمن بن زیادعن عبدالله بن الحارث قال:انی لاسیر مع معاویة فی منصرفة عن صفین بینه وبین عمرو بن العاص فقال عبدالله بن عمرو :یاابت !سمعت رسول الله ﷺیقول لعمار:"ویحك یا ابن سمیة تقتلك الفئة الباغیة"فقال عمرولمعاویة:الاتسمع مایقول هذا!

"ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی وہ اعمش سے وہ عبدالرحمن بن زیاد سے وہ عبداللہ بن حارث سے روایت کرتے ہیں،آپ نے کہا:میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیساتھ جنگ صفین سے واپسی پر چل رہا تھا جبکہ میں آپ کے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے درمیان تھا تو حضرت

عبداللہ بن عمرو بن عاص نے کہا: اے اباجان! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت عمار سے فرما رہے تھے: "اے ابن سمیہ! تم پر افسوس ہے، تجھے باغی گروہ قتل کرے گا حضرت عمرو نے حضرت معاویہ سے فرمایا: کیا آپ نے نہیں سنا یہ کیا کہہ رہا ہے؟"۔

اسے امام احمد نے ج 2 ص 206 پر اعمش کے طریق سے روایت کیا۔اور امام نسائی نے الخصائص رقم:166،168 پر روایت کیا۔اور اس حدیث میں اختلاف ذکر کیا۔اس قصہ کی مثل دوسرے طرق سے بھی روایت آئی ہے۔

گذشتہ روایات کا شاہد تو ان طرق میں نہیں ہے جو لیث کی روایت میں آئے ہیں مگر وہی جو اس روایت میں آیا ہے جسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث تخریج کی ہے اور اس کی سند میں مسلم الملائی ہے جو کہ ضعیف ہے یہ بات امام ہیثمی نے مجمع الزوائد ج 9 ص 297 پر کہی ہے۔

ایک اور حدیث ہے: ابن سعد نے طبقات ج 3 ص 251 پر کہا:

اخبرنا اسحاق بن الازرق اخبرنا عوف الاعرابی عن الحسن عن امه عن ام سلمة قالت: سمعت النبی صلی الله علیه واله وسلم یقول: تقتل عمار الفئة الباغیة قال عوف: ولا احسبه الا قال: وقاتله فی النار.

"ہمیں اسحاق بن الازرق نے خبر دی کہا ہمیں عوف الاعرابی نے خبر دی وہ حسن بصری سے وہ اپنی ماں سے وہ حضرت ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں، آپ کہتی ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "(جناب) عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا" اس حدیث کے راوی عوف نے کہا: میرا صرف یہی گمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ فرمایا: "اور اس کا قاتل جہنمی ہوگا"۔"

میں کہتا ہوں: یہ اضافہ صحیح نہیں ہے بلکہ منکر ہے دو وجہ سے:

1-: یہ حدیث بہت زیادہ طرق سے آئی ہے عوف الاعرابی کی حضرت حسن بصری عن امہ عن ام سلمۃ کے طریق کے علاوہ جو مسلم، احمد، طیالسی، ابن سعد، بیہقی کی سنن اور دلائل میں، نسائی کی سنن کبری میں، طبرانی اور بغوی صاحب شرح السنۃ کے ہاں موجود ہے۔ان سب میں یہ اضافہ موجود نہیں ہے بلکہ امام طبرانی نے المعجم الکبیر ج 23 ص 364 پر عثمان بن ہیثم اور ہوذہ بن خلیفہ کی حدیث روایت کی وہ دونوں اسی عوف سے روایت کرتے ہیں اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے۔یہ حدیث دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی مروی ہے، میں

نہیں جانتا ہے ان کی کسی روایت میں یہ اضافہ آیا ہو۔

2-:عوف نے اس اضافے میں شک کا اظہار کیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔لہذا یہ سب باتیں ان دلائل میں سے ہیں جو اس اضافہ کی نکارت اور عدم صحت کو واضح کرتی ہیں۔

ایک اور طریق ہے: ابن سعد نے طبقات ج3 ص259 پر امام حاکم نے مستدرک ج3 ص385-386 پر محمد بن عمر جو واقدی ہے کے طریق سے روایت کی:

ثنی عبداللہ بن الحارث عن ابیہ عن عمارۃ بن خزیمۃ عن عمرو بن العاص انہ قال لمن اختصم فی قتل عمار: واللہ ان یختصمان الا فی النار.

''مجھ سے عبداللہ بن حارث نے بیان کیا وہ اپنے باپ سے وہ عمارہ بن خزیمہ سے حضرت عمرو بن عاص سے راوی، آپ نے اس شخص کے بارے میں کہا جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں جھگڑا کر رہا تھا: اللہ کی قسم! یہ دونوں جہنم کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں''۔

یہ روایت موقوف ہے۔اور محمد بن عمر جیسا کہ گزر چکا وہ واقدی ہے (جو کہ ضعیف ہے)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث مرفوع: ''حضرت عمار کا قاتل جہنمی ہے'' کے ثبوت میں نظر ہے۔ واللہ اعلم!

رہا معاملہ ابوالغادیہ کی طرف سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کا تو وہ ثابت ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ بڑا گناہ ہے لیکن کسی ایک نے بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ ان سے گناہ نہیں ہوسکتا اور نہ (یہ کہا کہ) وہ کبیرہ گناہوں میں پڑ سکتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وعصی آدم ربہ فغوی (طہ:121)

ترجمہ: ''اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی''۔(ترجمہ کنزالایمان)

اور اللہ تعالیٰ نے جناب آدم اور سیدہ حوا کے حوالے سے بیان کیا:

قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین.

(الاعراف:23)

ترجمہ: ''دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے''۔(ترجمہ کنزالایمان)

اور ایسی ہی دیگر آیات قرآنیہ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ: حدیث مرفوع یعنی: "حضرت عمار کا قاتل اور ان کا جنگی سامان لینے والا جہنمی ہے" کے ثبوت میں نظر ہے۔ واللہ اعلم! اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ جو ابوالغادیہ کے حوالے سے ہے وہ ثابت ہے۔ عبداللہ السعد کا کلام ختم ہوا۔

ثانیاً: میں کہتا ہوں بالفرض اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت نہیں ہے کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو نہ تو قتل کیا اور نہ ہی آپ، ان کے قتل پر راضی ہوئے۔

اور مخالف نے اس حدیث کے ضمن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ابن تیمیہ کا کلام کاٹ کر بیان کیا جس کی وجہ سے اس کا مفہوم تبدیل کیا گیا، میں تیرے سامنے ابن تیمیہ کا کلام رکھتا ہوں: الفتاویٰ ج35 ص76 میں ہے۔ ابن تیمیہ نے کہا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل پر جو راضی ہوا اس کا حکم بھی وہی ہے جو آپ کے قاتل کا حکم ہے اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ لشکر میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود تھے جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی نہ تھے جیسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص وغیرہ بلکہ تمام لوگ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کو ناپسند کرنے والے تھے حتیٰ کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص بھی۔ رضی اللہ عنہما۔

اسی طرح جو جنگ ہوئی وہ بھی تاویل واجتہاد کی وجہ سے واقع ہوئی۔ امام اشعری نے الابانۃ ص78 پر کہا:

اسی طرح جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان معاملات ہوئے وہ تاویل واجتہاد پر مبنی تھے اور تمام صحابہ مامون ہیں، دین میں وہ متہم نہیں کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے سب کی تعریف کی ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے ان کی توقیر، تعظیم اور ان کی محبت کا حکم دیا ہے اور ہر اس شخص سے براءت کا اظہار کرنے کا حکم دیا جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی ایک بھی تنقیص کرتا ہے۔



فصل: ان احادیث کے بیان میں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت پر دلالت نہیں کرتیں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کی جانے والی پہلی حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث:

هلكة امتي على يدي غلمة من قريش۔

''میری امت کی ہلاکت قریش کی ایک لڑکے کے ہاتھوں ہوگی''۔

کہا گیا ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے:

فساد امتي -وفي لفظ هلاك امتي- على ايدي سفهاء من قريش۔

''میری امت کا فساد۔۔۔ایک لفظ میں ہے: میری امت کی ہلاکت۔۔۔قریش کے بے وقوف لوگوں کے ہاتھوں ہوگی''۔

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر مخالفین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی زبانی:

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اور ان بے وقوف لوگوں کی تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اپنی حدیث میں آئی ہے کہ وہ بے وقوف لوگ: بنوحرب اور بنومروان ہیں اور بنی حرب کا پہلے آدمی جناب معاویہ ہیں۔ قائل کا قول ختم ہوا۔

پہلی حدیث اور اس کی تفسیر کا تحقیقی جائزہ:

میں کہتا ہوں: اس کلام میں متعدد خطائیں ہیں اور تکلفات میں پڑکر تاویلات کی گئی ہیں، اس کا بیان درج ذیل ہے:

پہلی خطاء:

یہ بخاری کے لفظ نہیں ہیں بلکہ محدثین میں سے کسی کو میں نے نہیں پایا جس نے ان الفاظ سے روایت کی ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح رقم: 6649 پر کہا:

حدثنا موسى بن إسماعيل حدثنا عمرو بن يحيى بن سعيد بن عمرو بن سعيد قال أخبرني جدي قال كنت جالسا مع أبي هريرة في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم بالمدينة ومعنا مروان قال أبو هريرة : سمعت الصادق المصدوق يقول (هلكة أمتي على يدي غلمة من قريش) . فقال مروان لعنة الله عليهم غلمة . فقال أبو هريرة لو شئت أن أقول بني فلان وبني فلان لفعلت. فكنت أخرج مع جدي إلى بني مروان حين ملكوا بالشأم فإذا رآهم غلمانا أحداثا قال لنا عسى هؤلاء أن يكونوا منهم ؟ قلنا أنت أعلم۔

''ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا کہا ہم سے عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمر بن سعید نے بیان کیا کہا مجھے میرے دادا نے خبر دی کہا میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کیساتھ مدینہ میں نبی ﷺ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں صادق ومصدوق حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی'' تو مروان نے کہا: ان لڑکوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، حضرت ابوہریرہ نے کہا: اگر میں بنوفلاں اور بنوفلاں کہنا چاہوں تو کہہ سکتا ہوں۔ عمرو بن یحییٰ کہتے ہیں: میں اپنے دادا کیساتھ بنومروان کی طرف نکلا جب وہ (بنومروان) شام کے بادشاہ ہوئے تو آپ نے انہیں نوعمر لڑکے دیکھا تو آپ نے ہمیں فرمایا: قریب ہے کہ یہ انہیں میں سے ہوں؟ ہم نے کہا: آپ زیادہ جانتے ہیں''۔

پس دیکھ! (ہمارے مخالف کی کتاب میں) کیسے حدیث سے لفظ اغیلمۃ حذف کیا گیا اور اس لفظ کیساتھ بھی بہت زیادہ روایات آئی ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ لفظ اغیلمۃ، غلام کی جمع ہے۔ ابن الاثیر نے کہا: اغیلمۃ سے مراد یہاں پر بچے ہیں ان کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے۔

لہٰذا اس وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث سے خارج قرار پائے۔

یا اغیلمۃ سے مراد ان کی اولاد ہے جو خلیفہ بنائے گئے چنانچہ اس وجہ سے فساد برپا ہوا تو ان کی طرف اغیلمۃ سے نسبت کی گئی لہٰذا اس وجہ سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث سے خارج قرار پائے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج13 ص12 پر کہا:

اغیلمۃ غلام کی جمع غلمۃ کی تصغیر ہے جمع مصغر کا واحد غلیم (یاء کی تشدید کیساتھ) کیساتھ

ہے۔ یہ اس بچے کے لیے کہا جاتا ہے جو پیدائش سے لے کر بلوغت تک ہو۔ اور غلام کی تصغیر غلیم (یاء کی تشدید کیساتھ) آتی ہے اس کی جمع غلمان، غلمة اور اغیلمة آتی ہے۔ اہل عرب اغلمة نہیں کہتے جبکہ قرین قیاس یہی تھا گویا کہ غلمة کے (کثرت استعمال) کی وجہ سے وہ اس سے مستغنی ہو گئے۔ داؤدی نے نے بہت غریب بات کی جو آپ سے ابن التین نے نقل کی تو آپ نے یہ لفظ یوں لکھا: اغیلمة (ہمزہ کے فتح اور غین کے کسرہ کیساتھ)۔ کبھی قوت میں پختہ آدمی پر غلام کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، غلام (لڑکے) کی قوت میں تشبیہ دیتے ہوئے۔ ابن الاثیر نے کہا: یہاں پر اغیلمة سے مراد بچے ہیں ان کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے۔ میں کہتا ہوں: کبھی ضعیف العقل، ضعیف التدبیر اور ضعیف الدین پر صبی اور غلیم (تصغیر کیساتھ) کا اطلاق کر دیا جاتا ہے اگرچہ وہ بالغ ہو اور یہاں پر یہی مراد ہے کیونکہ خلفاءِ بنی امیہ میں سے کوئی نہیں جس کو بلوغت سے پہلے خلیفہ بنایا گیا ہو اور ایسے ہی کوئی نہیں ایسا جسے لوگوں کے معاملات پر امیر مقرر کیا گیا ہو، ہاں اغیلمة سے یہاں پر یہی مراد ان لوگوں کی اولاد ہوگی جو خلیفہ بنائے گئے تو ان کی وجہ سے فساد برپا ہوا تو ان کی طرف یہ بات منسوب کی گئی۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس سے زیادہ عام بات پر اسے محمول کیا جائے۔

دوسری خطاء:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا کہ ان لڑکوں میں سے سب سے پہلا یزید بن معاویہ ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے الادب المفرد رقم: 66 پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بچوں اور بے وقوفوں کی حکومت سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

امام بخاری نے اسے ابن ابی ذئب کے طریق سے روایت کیا وہ سعید بن سمعان سے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ اس کی سند صحیح ہے۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط رقم: 1379 پر علی بن زید بن جدعان کی حدیث روایت کی وہ ابوحازم سے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

فی کیسی هذا حدیث لو حدثتکموه لرجمتمونی. ثم قال: اللهم لا ابلغن راس الستین. قالوا: وما راس الستین؟ قال: امارة الصبیان.

"میرے اس بیگ میں ایک ایسی حدیث ہے کہ اگر میں تم سے وہ بیان کروں تو تم مجھے پتھر مار کر سنگسار کر دو گے، پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! مجھے سنہ ساٹھ ہجری تک ہرگز نہ پہنچانا۔ لوگوں نے کہا: سنہ ساٹھ ہجری میں کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بچوں کی حکومت ہوگی"۔

اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ہے جو ضعیف الحدیث ہے۔

ابن عدی نے الکامل ج6 ص81 پر کامل ابو العلاء کے طریق سے روایت کی، آپ نے کہا:

سمعت اباصالح مؤذنا کان یؤذن لھم قال: سمعت اباھریرۃ یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول: تعوذوا باللہ من راس الستین وامارۃ الصبیان۔

''میں نے ابوصالح مؤذن سے سنا جو لوگوں کے لیے اذان دیا کرتا تھا، آپ نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم اللہ کی پناہ مانگو سنہ ساٹھ ہجری کے آغاز اور بچوں کی حکومت سے''۔

اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف رقم: 37345 پر اور امام احمد نے اپنی مسند رقم: 8302 پر اور ابن عدی نے الکامل ج6 ص81 پر ان الفاظ کیساتھ روایت کیا ہے:

تعوذوا باللہ من راس السبعین وامارۃ الصبیان۔

''تم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو! ستر ہجری کے آغاز اور بچوں کی حکومت سے''۔

ابوصالح، ضباعہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کا نام میناء ہے ایسے ہی امام مسلم نے کہا اور نسائی و دولابی نے بھی ان کا نام بیان کیا، ان سے سوائے کامل ابو العلاء کے کسی نے روایت نہیں کی۔

(دیکھیے: الاسماء والکنی للدولابی ج4 ص165، التہذیب ج4 ص539)

اور ابن حبان نے ان کی توثیق کی۔ (ثقات لابن حبان ج5 ص591)

اور امام ذہبی نے میزان میں بھی ان کی توثیق کی ہے۔ (المیزان ج4 ص539)

امام ترمذی نے ان سے روایت لی ہے۔

اور ابن عدی نے کامل ابو العلاء التمیمی السعدی کی یہ تمام حدیثیں ذکر کرنے کے بعد کہا: مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (الکامل ج6 ص80)

ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ (تاریخ ابن معین بروایت دوری ج3 ص484)

ابن حبان نے کہا: یہ ان لوگوں میں سے ہے جو اسانید کو الٹ پلٹ دیتے ہیں اور مرسل روایات کو مرفوع کردیتے ہیں وہاں سے جو خود بھی وہ نہیں جانتا پھر جب اس کے افعال میں یہ بات زیادہ ہوگئی تو اس کی اخبار سے دلیل پکڑنا باطل ہوگیا۔ (المجروحین ج2 ص227)

ابن سعد نے کہا: یہ قلیل الحدیث ہے، حدیث کا اہل نہیں ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج6 ص379)

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی چنانچہ سنہ 59ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔

اور سنہ 60ھ میں یزید بن معاویہ کی امارت اس بات کی دلیل ہے کہ سب سے پہلا اغیلمہ یہی ہے اگر ہم تسلیم کرلیں کہ اُغیلمہ کا معنی ضعیف العقل، ضعیف التدبیر اور ضعیف الدین ہے اگرچہ وہ بالغ ہو۔

فتح الباری ج 13 ص 13 پر ہے: ابن بطال نے کہا: ہلاکت کی مراد کا بیان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں آیا ہے جسے علی بن معبد اور ابن ابی شیبہ نے ایک اور سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا:

اعوذ باللہ من امارۃ الصبیان، قالوا: وما امارۃ الصبیان؛ قال: ان اطعتموھم هلکتم -ای فی دینکم- وان عصیتموھم اھلکوکم"

میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں بچوں کی حکومت سے، صحابہ نے عرض کیا: بچوں کی حکومت میں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ان کی اطاعت کروگے (یعنی دین میں) تو تم ہلاک ہو جاؤ گے اور اگر تم ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمہیں ہلاک کردیں گے"۔

یعنی اگر تم دنیاوی امور میں ان کی نافرمانی کروگے اپنی جانوں کو بچانے یا مال لے جانے یا دونوں کی غرض سے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے:

ان اباھریرۃ کان یمشی فی السوق ویقول: اللھم لا تدرکنی سنۃ ستین ولا امارۃ الصبیان.

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے ہوئے کہتے تھے: اے اللہ! مجھے سنہ 60ھ اور بچوں کی حکومت تک نہ پہنچانا"۔

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سب سے پہلا اغیلمہ سنہ 60ھ میں ہوا اور معاملہ بھی ایسا ہی ہوا کیونکہ یزید بن معاویہ اسی سال خلیفہ بنا اور سنہ 64ھ تک حکومت پر رہا پھر وہ مر گیا پھر اس کا بیٹا معاویہ حکمران مقرر ہوا اور کچھ مہینوں کے بعد وہ بھی فوت ہوگیا۔

پیچھے گزری ہوئی حدیث کا یہ حصہ "عمرو بن یحییٰ کہتے ہیں: میں اپنے دادا کیساتھ بنو مروان کی طرف نکلا جب وہ شام کے بادشاہ ہوئے تو جب آپ نے انہیں نوعمر لڑکے دیکھا تو آپ نے ہمیں فرمایا: قریب ہے کہ یہ

انہیں میں سے ہوں؟ ہم نے کہا: آپ زیادہ جانتے ہیں" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اغیلمہ سے مراد بے وقوف لوگ ہیں جو خلفاء کی اولادوں میں سے ہیں۔ لہذا اس وجہ سے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث سے خارج قرار پائے۔

ابن حجر نے فتح الباری ج 13 ص 12 پر کہا:

حدیث کے یہ الفاظ: فاذا راهم غلمانا احداثا (تو جب آپ نے انہیں نوعمر لڑکے دیکھا) گزرے ہوئے احتمال کو قوت دیتے ہیں اور اس سے مراد خلفاء کی اولاد ہے۔ رہا معاملہ ان کی مراد میں تردد کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے نام واضح نہیں کیے، وہ بات جو ظاہر ہوتی ہے یہ ہے کہ جن کا پیچھے ذکر کیا گیا وہ ان تمام میں سے ہیں اور ان کا پہلا شخص یزید ہے جیسا کہ اس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان: "ساٹھ ہجری اور بچوں کی حکومت" دلالت کرتا ہے کیونکہ یزید اکثر طور پر بڑے ملکوں کی حکومت شیوخ سے چھینتا تھا اور اپنے چھوٹے رشتہ داروں کو ان کا حکمران مقرر کرتا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کی جانے والی دوسری حدیث:

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

كنت العب مع الصبيان فجاء رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فتواريت خلف باب۔ قال۔ فجاء فحطاني حطاة وقال: "اذهب وادع لي معاوية" قال فجئت فقلت هو ياكل۔ قال۔ ثم قال لي "اذهب وادع لي معاوية" قال فجئت فقلت هو ياكل فقال: "لا اشبع الله بطنه"۔

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بچوں کیساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو مجھے کندھوں پر تھپکی دی اور فرمایا: "جاؤ! میرے پاس معاویہ کو بلا لاؤ! حضرت ابن عباس کہتے ہیں: میں نے آکر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر مجھے فرمایا: جاؤ میرے پاس معاویہ کو بلا لاؤ! آپ نے کہا: میں نے آکر کہا: وہ تو کھانا کھا رہے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے"۔

اس کو امام مسلم نے اپنی صحیح رقم 2604 پر روایت کیا۔

دوسری حدیث کی تفسیر مخالفین کی زبانی:

پس کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے دو عیوب بیان ہوئے ہیں۔

پہلا عیب: نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ کے خلاف دعا فرمائی۔

دوسرا عیب: نبی کریم ﷺ کے طلب کرنے پر حضرت معاویہ نے تاخیر کی اور مسلسل کھانا کھانے میں مشغول رہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جناب معاویہ، حضور ﷺ کے کاموں کی بہت کم پرواہ کرتے تھے۔

پہلے عیب کا جواب:

پہلے عیب کا جواب تین طریقوں سے ہے:

پہلا جواب:

احتمال یہ ہے کہ یہ دعا نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے غیر ارادی طور پر صادر ہوئی جیسے نبی کریم ﷺ نے غیر ارادی طور پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: تربت یمینك یعنی تیرا ہاتھ خاک آلود ہو جائے۔ اور آپ ﷺ نے حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: عقری حلقی یعنی اس کا سر مونڈا جائے کہ کیا اب وہ ہمیں کوچ کرنے سے روک دے گی! اور حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے، حضور ﷺ نے فرمایا: ثکلتك امك تیرے ماں تجھ پر روئے۔

دوسرا جواب:

حدیث کا علم رکھنے والوں نے اس حدیث سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت سمجھی ہے نہ کہ آپ کی مذمت جیسے امام مسلم، امام نووی، امام ابن عساکر، امام ذہبی، امام ابن کثیر اور امام ہیثمی وغیرہم۔

تیسرا جواب:

حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج59 ص106 پر کہا: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں جو احادیث روایت کی گئی ہیں ان میں سے صحیح ترین یہ روایت ہے۔

چوتھا جواب:

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم ج16 ص156 پر کہا: امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس بات کا حق نہیں رکھتے تھے کہ ان کے خلاف دعا کی جائے اسی وجہ سے امام مسلم نے اس حدیث کو اس باب میں درج کیا ہے اور آپ کے علاوہ نے اسے مناقب معاویہ میں سے قرار دیا ہے کیونکہ درحقیقت یہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا ہے۔ (دیکھئے: اسد الغابہ لابن اثیر 1027)

پانچواں جواب:

امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ج 2 ص 699 پر کہا: شاید یہ حضرت معاویہ کی فضیلت ہے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے کہا: اے اللہ! جسے میں لعنت کروں یا برا بھلا کہوں تو یہ بات اس کے لیے پاکیزگی اور رحمت بنا دے!۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ج 14 ص 130 پر کہا: ہوسکتا ہے یہ کہا جائے کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے: اے اللہ! جسے پر میں لعنت کروں یا جسے میں برا بھلا کہوں تو یہ بات اس کے لیے تو پاکیزگی و رحمت بنا دے!۔

چھٹا جواب:

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج 11 ص 402 پر کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دعا کی وجہ سے اپنی دنیا و آخرت میں نفع پایا ہے۔ دنیا میں یوں نفع پایا کہ جب آپ شام کے امیر مقرر ہوئے تو آپ دن میں سات مرتبہ کھانا کھاتے تھے، آپ کے پاس پیالہ لایا جاتا جس میں بہت زیادہ گوشت اور پیاز ہوتا چنانچہ آپ اس میں سے کھاتے اور آپ دن میں سات مرتبہ گوشت کھاتے اور میٹھی چیزوں اور پھلوں میں سے بہت کچھ کھاتے اور کہتے: اللہ کی قسم! میں سیر نہیں ہوا ہوں، میں تو کھا کھا کر عاجز آ گیا ہوں۔ یہ نعمت اور معدہ ہے جس کی طرف سارے بادشاہ رغبت رکھتے ہیں۔ اور آخرت میں نفع کا معاملہ یہ ہے کہ اس حدیث کے بعد امام مسلم وہ حدیث لائے ہیں جسے خود امام مسلم نے اور امام بخاری اور دوسروں نے متعدد طرق سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں ایک انسان ہوں، جب میں کسی بندے کو برا بھلا کہوں، یا اسے کوڑا ماروں یا اسکے خلاف دعا کروں اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو یہ اس کے لیے کفارہ اور قربت بنا دے جس کی وجہ سے وہ قیامت کے دن تیرے ہاں قربت ملے۔ پس امام مسلم رحمہ اللہ پہلی حدیث کے پیچھے یہ حدیث لائے ہیں اور اس حدیث میں حضرت معاویہ کی فضیلت ہے اور اسے اس کے علاوہ پر نہیں بیان کیا جائے گا۔

ساتواں جواب:

اگر ہم کہیں کہ یہ دعا اپنی حقیقی معنی پر ہے یعنی آپ کے خلاف ہے تو پھر بھی کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ زیادہ دیر کھانا کھاتے رہنا زیادہ کھانے کی دلیل ہے اور اس میں کوئی اخروی نقصان نہیں ہے اور ہر وہ امر جس سے اخروی نقصان نہ ہو وہ کمال کے منافی نہیں ہے۔ (دیکھیے: تطہیر الجنان ص 37)

دوسرے عیب کا جواب:

دوسرے عیب کے دو جوابات ہیں:

پہلا جواب:

اس حدیث میں یہ بات نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ سے کہا ہو کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں، پھر آپ دیر کریں اس حدیث میں صرف یہ احتمال ہے کہ جب حضرت ابن عباس نے آپ کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تو آپ کو بلانے سے حیا کی چنانچہ آپ واپس آگئے اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں اور ایسا ہی دوسری مرتبہ ہوا۔

دوسرا جواب:

بالفرض حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ کو نبی ﷺ کے بلانے کی خبر بھی دی ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ حضرت معاویہ نے یہ گمان کیا کہ آپ ﷺ کے امر میں وسعت ہے یا آپ کا یہ اعتقاد تھا کہ فوراً جانا واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کی جانے والی تیسری حدیث:

حدیث خلافت:

الخلافة ثلاثون عاما ثم يكون ملكا عضوضا.

”خلافت تیس سال ہوگی پھر ظلم و زیادتی والی بادشاہت ہوگی۔ اور پہلے بادشاہ جناب معاویہ تھے“۔

میں کہتا ہوں: الملك العضوض کا معنی ہے: ایسی بادشاہت جس میں افسوس اور ظلم ہو جیسا کہ القاموس المحیط ص 835 پر ہے۔

ابن اثیر نے نہایہ ص 622 پر کہا: ثم يكون ملكا عضوضًا یعنی رعایا کو اس میں افسوس و ظلم پہنچے گا گویا کہ وہ ایک دوسرے کو اس میں کاٹیں گے۔

تیسری حدیث کا جواب:

اس حدیث کے درج ذیل جوابات ہیں:

پہلا جواب:

یہ حدیث ان الفاظ کیساتھ وارد نہیں ہوئی!

اس حدیث کو امام احمد نے ج 5 ص 220 پر اور امام ترمذی نے رقم: 2226 پر اور امام ابوداؤد نے رقم: 4646 پر اور امام نسائی نے الکبری رقم: 8155 پر روایت کیا سب سعید بن جمہان کے طریق سے راوی ہیں:

عن سفينة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم: "الخلافة في امتي ثلاثون سنة، ثم ملكا بعد ذلك".

''حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں خلافت تیس برس رہے گی پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی''۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

المنتخب من علل الخلال ص 217 پر ہے: مروزی نے کہا: میں نے ابوعبداللہ سے حدیث سفینہ کا تذکرہ کیا تو آپ نے اسے صحیح قرار دیا اور فرمایا: وہ صحیح ہے۔ اور ان مصادر میں لفظ: العضوض نہیں آیا۔

ہاں امام ابوداؤد الطیالسی نے رقم: 228 پر امام بیہقی نے الکبری رقم: 16407 پر اور شعب الایمان رقم: 5616 پر اور امام ابویعلی نے اپنی مسند رقم: 873 پر اور امام طبرانی نے الکبیر رقم: 367، 91 پر اور امام ابن عبدالبر نے التمہید ج 14 ص 245 پر روایت کیا۔ ان سب نے ابوالليث بن ابی سلیم سے وہ عبدالرحمن بن سابط سے وہ ابوثعلبہ الخشنی سے وہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راویت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان الله بدا هذا الامر نبوة ورحمة وكائنا خلافة ورحمة وكائنا ملكا عضوضا وكائنا عتوة وجبرية وفسادا في الامة يستحلون الفروج والخمور والحرير وينصرون على ذلك ويرزقون ابدا حتى يلقوا الله عزوجل۔ (دیکھیے: مجمع الزوائد ج 5 ص 189)

''بے شک اللہ تعالٰی نے اس امر کا آغاز نبوت ورحمت سے فرمایا اور یہ خلافت ورحمت ہو جائے گا پھر یہ ظلم وزیادتی والی بادشاہت ہوجائے گی اور پھر یہ تکبر، جبر اور امت میں فساد والی ہو جائے گی، وہ شرمگاہوں، شرابوں اور ریشم کو حلال قرار دیں گے اور اس پر مدد کیے جائیں گے اور ہمیشہ رزق دیے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل سے ملاقات کرلیں''۔

سند کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح نہیں اور اس کا متن منکر ہے۔ سند کی وجہ سے اس لیے کہ اس کی سند میں لیث بن ابوسلیم ہے جو کہ ضعیف ہے اس کے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کا کلام پیچھے گزر چکا ہے۔ اور متن کی جہت

سے ایسے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے فرمان:

ان تنصروا الله ینصر کم۔ (محمد:7)

''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا''۔

کے یہ حدیث مخالف ہے۔پس کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ شرمگاہوں اور شرابوں کو حلال قرار دیں اور اس پر وہ مدد کیے جائیں اور اللہ کی ملاقات تک انہیں رزق بھی دیا جائے ؟!۔

امام احمد نے اپنی مسند رقم:18430 پر ابوداؤد الطیالسی نے رقم:438 پر مختصراً، بزار نے رقم:2796 پر بیہقی نے دلائل النبوۃ رقم:2843 پر سب نے داؤد بن ابراہیم الواسطی (بزار کے ہاں :ابراہم بن داود ہے) سے روایت کی کہا:

حدثنی حبیب بن سالم عن النعمان بن بشیر قال: کنا قعودا فی المسجد مع رسول الله ﷺ وکان بشیر رجلا یکف حدیثه فجاء ابو ثعبلة الخشنی فقال :یابشیر بن سعد اتحفظ حدیث رسول الله ﷺ فی الامراء فقال حذیفة:انا احفظ خطبته فجلس ابو ثعلبة فقال حذیفة:قال رسول الله ﷺ: "تکون النبوة فیکم ماشاء الله ان تکون ثم یرفعها اذ شاء ان یرفعها ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة فتکون ماشاء الله ان تکون ثم یرفعها اذا شاء الله یرفعها ثم تکون ملکا عضوضاً فیکون ماشاء الله ان یکون ثم یرفعها اذاشاء ان یرفعها ثم تکون ملکا جبرية فتکون ماشاء الله ان تکون ثم یرفعها اذا شاء ان یرفعها ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة "ثم سکت قال حبیب:فلما قام عمر بن عبدالعزیز وکان یزید بن النعمان بن بشر فی صحابته فکتبت الیه بهذا الحدیث اذ کره ایاه فقلت له:انی ارجو ان یکون امیر المؤمنین یعنی عمر بعد الملك العاض والجبرية فادخل کتابی علی عمر بن عبدالعزیز فسر به واعجبه.

''مجھ سے حبیب بن سالم نے بیان کیا وہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے راوی،آپ نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کیساتھ مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔جناب بشیر ایسے آدمی تھے جو اپنی حدیث بیان کرنے سے اپنی زبان روکے رکھتے تھے چنانچہ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے بشیر بن سعد کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کی حکمرانوں کے متعلق حدیث یاد کی

ہے؟، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ کا خطبہ یاد ہے چنانچہ ابوثعلبہ بیٹھ گئے تو حضرت حذیفہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا تم میں نبوت رہے گی پھر جب وہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اسے اٹھالے گا، پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی تو وہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا رہے گی پھر جب وہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اسے اٹھا لے گا، پھر ظلم وزیادتی والی بادشاہت ہوگی جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گی پھر جب وہ اسے اٹھا نا چاہے گا تو اسے اٹھالے گا، پھر جبری بادشاہت ہوگی تو وہ جب تک اللہ چاہے گا رہے گی پھر جب اسے اٹھانا چاہے گا تو اسے اٹھالے گا پھر اس کے بعد نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی" پھر جناب حذیفہ خاموش ہو گئے"۔

راوی حدیث حبیب نے کہا: جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ حکمران ہوئے تو یزید بن نعمان بن بشیر آپ کے ساتھ ہوتے تھے پس میں نے انہیں یہ بات یاد دلانے کے لیے یہ حدیث ان کی طرف لکھی تو میں نے انہیں کہا: مجھے امید ہے کہ ظلم وزیادتی اور جبری بادشاہت کے بعد والی خلافت سے مراد امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز ہوں، پھر میرا یہ خط حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ کو اس سے خوشی ہوئی اور آپ نے اسے پسند کیا۔

داؤد بن ابراہیم الواسطی کو امام ابوداؤد الطیالسی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (مسند الطیالسی ج1 ص58)

ابن حبان نے ان کو الثقات میں ذکر کیا۔ (الثقات ج6 ص280)

اور حبیب بن سالم وہ انصاری ہیں وہ حضرت نعمان بن بشیر کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

امام ابوحاتم نے انہیں ثقہ قرار دیا۔ (الجرح والتعدیل ج3 ص102)

اور امام ابوداؤد نے بھی انہیں ثقہ قرار دیا۔

ابن حبان نے انہیں الثقات میں ذکر کیا۔ (الثقات ج4 ص138)

امام بخاری نے کہا: اس میں نظر ہے۔ (التاریخ الکبیر ج2 ص218)

ابن عدی نے الکامل ج2 ص406 پر کہا: اس کی حدیث کے متون میں منکر حدیث نہیں ہے بلکہ اس کی مرویات کی سند میں اضطراب ہے۔

امام ابوداؤد الطیالسی اس حدیث میں اکیلے ہیں۔ اطراف الغرائب والافراد للدارقطنی رقم: 1988 میں ہے:

کنا جلوسا فی المسجد..الحدیث...

اور اس میں یہ الفاظ:

ایکم یحفظ الحدیث فی الامراء...

اس میں داؤد عن ابراھیم الواسطی عن حبیب بن سالم عن النعمان کے واسطے سے امام ابوداؤد الطیالسی اکیلے ہیں۔امام بزار نے اپنی مسند ج7 ص224 پر مرسل کی علت بیان کی ہے،آپ نے کہا: ہم اس حدیث کو سوائے ابراہیم بن داؤد کے نہیں جانتے۔اس میں کہا:نعمان نے حذیفہ سے روایت کی۔

یہ حدیث اس حدیث کے بھی معارض ہے جسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر ج11 ص88رقم:11138پر روایت کیا:

حدثنا أحمد بن النضر العسكري ثنا سعيد بن حفص النفيلي ثنا موسى بن أعين عن شهاب عن فطر بن خليفة عن مجاهد عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أول هذا الأمر نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا ورحمة ثم يكون إمارة ورحمة ثم يتكادمون عليه تكادم الحمر فعليكم بالجهاد وإن أفضل جهادكم الرباط وإن أفضل رباطكم عسقلان۔

''ہم سے احمد بن النضر العسکری نے بیان کیا کہا ہم سے سعید بن حفص النفیلی نے بیان کیا کہا ہم سے موسیٰ بن اعین نے بیان کیا وہ شہاب سے وہ فطر بن خلیفہ سے وہ مجاہد سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی،آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اس امر کا اول نبوت ورحمت ہے پھر خلافت ورحمت ہوگی پھر بادشاہت اور رحمت ہوگی پھر امارت اور رحمت ہوگی پھر وہ لوگ ہوں گے جو رعایا کو ایسے کاٹیں گے جیسے گدھے (گھاس کو) کاٹتے ہیں جب یہ صورت حال ہو جائے تو تم پر جہاد لازم ہے اور تمہارا افضل جہاد سرحدوں کی حفاظت ہے اور تمہاری افضل سرحدیں عسقلان کی ہیں''۔

امام ہیثمی نے مجمع الزوائد ج5 ص190 پر کہا: اسے امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

سعید بن حفص بن عمر النفیلی کی ابن حبان نے توثیق کی۔(الثقات ج8 ص268)

امام نسائی نے ان سے روایت لی ہے اور کہا: مسلمہ بن قاسم ثقہ ہے ان سے ایک جماعت نے

روایت کی ہے۔

ذہبی نے الکاشف میں کہا: یہ ثقہ ہے۔

ابن حجر نے تقریب میں کہا: یہ صدوق ہے، آخری عمر میں ان کے حافظے میں تغیر آ گیا تھا۔لہٰذا یہ سند جید ہے۔

پس اس سے واضح ہوگیا کہ صحیح روایت ثم یکون ملکا کے الفاظ والی ہے جس میں عضوضًا کے الفاظ نہیں ہیں جیسا کہ کہ سعید بن جمہان کی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے جسے امام احمد نے ج 5 ص 220 پر، امام ترمذی نے رقم: 2226 پر، امام ابوداؤد نے 4646 پر، امام نسائی نے الکبری رقم: 8155 پر اور ایک روایت میں: یکون ملکا ورحمة یعنی پھر بادشاہت اور رحمت ہوگی کے الفاظ ہیں جسے طبرانی نے المعجم الکبیر ج 11 ص 88 رقم: 11138 پر روایت کیا ہے۔

جامع المسائل ج 5 ص 154 پر یزید بن معاویہ کے متعلق سوال میں ابن تیمیہ نے کہا: حضرت معاویہ کی وفات کے بعد فتنے، جدائی اور اختلاف ظاہر ہوا جو اس کا مصداق ہے جس کی خبر نبی ﷺ نے یوں دی تھی: عنقریب نبوت ورحمت ہوگی پھر خلافتِ نبوت ورحمت ہوگی پھر بادشاہت اور رحمت ہوگی پھر ظلم وزیادتی والی بادشاہت ہوگی۔

پس نبی ﷺ کی نبوت، نبوت ورحمت تھی اور خلفاء راشدین کی خلافت، خلافت نبوت ورحمت تھی اور حضرت معاویہ کی بادشاہت، بادشاہت اور رحمت تھی اور آپ کے بعد ظلم وزیادتی والی بادشاہت تھی۔

ابن تیمیہ نے الفتاوی ج 35 ص 27 پر کہا: یہ اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ خلافت کو بادشاہت کیساتھ ملانا ہماری شریعت میں جائز ہے اور یہ بات عدالت کے منافی نہیں اگر چہ صرف خلافت افضل ہے۔ ہر وہ آدمی جس نے حضرت معاویہ کی مدد کی اور اپنے امور میں اس نے حضرت معاویہ کو مجتہد قرار دیا اور ان کی طرف معصیب کی نسبت نہیں کی تو اس پر لازم ہے کہ دو باتوں میں سے ایک کیساتھ قول کرے: یا تو خلافت کا بادشاہت کیساتھ ملانا جائز سمجھے یا اس پر ملامت نہ کرے۔

اس پر اجماع ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بادشاہوں میں سے بہترین بادشاہ تھے۔ یہ بات ابن تیمیہ نے الفتاویٰ ج 4 ص 478 پر کہی ہے۔ (دیکھیے: سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 159، البدایہ والنہایہ ج 11 ص 439)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کی گئی چوتھی حدیث:

حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ:

ویح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار۔

(بخاری رقم:2657،346)

''حضرت عمار پر افسوس ہے، انہیں باغی گروہ قتل کرے گا، (اے عمار!) آپ ان کو جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ آپ کو دوزخ کی طرف بلائیں گے''۔

چوتھی حدیث کا جواب:

اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں:

پہلا جواب:

اس حدیث میں کچھ اہل علم نے طعن کیا ہے اور یہ امام احمد سے روایت کیا جاتا ہے اگرچہ آخری بات ان کے حوالے سے یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابن تیمیہ نے الفتاویٰ ج35 ص76 پر کہا: اس حدیث پر اہل علم کے ایک گروہ نے طعن کیا ہے لیکن امام مسلم نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں بھی یہ موجود ہے۔

المنتخب من علل الخلال ص222 پر ہے:

اخبرنا اسماعيل الصفار قال سمعت ابا امية محمد بن ابراهيم يقول :سمعت فى حلقة احمد بن حنبل ويحيى بن معين وابى خيثمة والمعيطى ذكروا:تقتل عماراً الفئة الباغية.فقالوا مافيه حديث صحيح۔

''ہمیں اسماعیل الصفار نے خبر دی کہا میں نے ابوامیہ محمد بن ابراہیم کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے امام احمد، امام یحیی بن معین، امام ابوخیثمہ اور امام معیطی کے حلقہ میں سنا کہ وہاں ذکر کیا گیا کہ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ انہوں نے کہا: اس کے متعلق صحیح حدیث نہیں ہے''۔

(اسے خلال نے السنۃ ج2 ص463 رقم:722 پر روایت کیا)

امام یحیی بن معین نے دقاق یزید بن ہیثم بن طہمان کی روایت میں کہا: دراوردی نے علاء بن عبدالرحمن سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ روایت دراوردی کی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ مجھے اس نے خبر دی جس نے دراوردی سے کتاب العلاء سنی: اس صحیفہ میں یہ حدیث نہیں ہے اور یہ ایک ہی واقعہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ہے۔ اور دراوردی کا حافظہ کوئی شے نہیں اس کی کتاب زیادہ صحیح ہے۔

میں نے عبداللہ بن ابراہیم سے سنا آپ نے کہا: میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت عمار کے متعلق اٹھائیس حدیثیں روایت کی گئی ہیں کہ: آپ رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ ان میں سے کوئی صحیح حدیث نہیں۔

ابن رجب نے فتح الباری ج2 ص494 پر کہا: یہ اسناد معروف نہیں ہے اور امام احمد سے اس کے خلاف روایت کیا گیا، یعقوب بن شیبہ السدوسی نے ان کی مسند کے حصے مسند عمار رضی اللہ عنہ میں کہا:

سمعت احمد بن حنبل سئل عن حديث النبی ﷺ فی عمار :تقتله الفئة الباغية؟

فقال احمد : كماقال رسول الله ﷺ:"تقتله الفئة الباغية" وقال:فی هذا غير حديث صحيح عن النبی ﷺ و كره ان يتكلم فی هذا باكثر من هذا.

"میں نے امام احمد سے سنا جبکہ آپ سے نبی ﷺ کی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیث کے بارے میں سوال کیا گیا: "حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا" تو امام احمد نے فرمایا: جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آپ رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا" اور آپ نے کہا: اس بارے میں نبی ﷺ سے مروی صحیح حدیث نہیں ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق اس سے زیادہ بات کرنا ناپسند کیا"۔

(دیکھئے: منہاج السنۃ ج4 ص414، السنۃ للخلال ج2 ص463، ج3 ص462)

دوسرا جواب:

بخاری کے اکثر نسخوں میں اس اضافہ تقتله الفئة الباغية کا ذکر نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ امام حُمیدی نے الجمع بین الصحیحین میں اس کا تذکرہ نہیں کیا اور آپ نے کہا: امام بخاری نے یہ اضافہ بالکل ذکر نہیں کیا۔ آپ نے کہا: شاید یہ امام بخاری سے واقع نہیں ہوا یا واقع ہوا اور عمداً اسے حذف کر دیا۔

(فتح الباری لابن حجر ج1 ص542)

جن لوگوں نے اس اضافے کی نفی کی ان میں سے ایک امام مزی ہیں آپ نے تحفۃ الاشراف ج3 ص427 پر کہا: اس میں "عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا" نہیں ہے اور اہل علم کی ایک جماعت نے اس اضافے کو ثابت کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج1 ص 646 پر ذکر کیا ہے کہ ابن السکن، کریمہ وغیرہما کی روایت میں یہ اضافہ موجود ہے اور الصغانی کے نسخہ میں بھی موجود ہے اور صغانی نے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس

نسخے کو فربری کے نسخے سے تقابل کیا ہے۔اسماعیلی اور برقانی نے اس حدیث میں اس اضافے کو تخریج کیا ہے۔ (منہاج السنہ ج4 ص415، فتح الباری للحافظ ابن رجب ج2 ص490)

تیسرا جواب:

مدرج ہونے کی وجہ سے بھی یہ اضافہ معلول ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: میرے لیے یہ بات ظاہر (راجح) ہوئی ہے کہ امام بخاری نے اس اضافہ کو عمداً حذف کیا اور یہ ایک خفیہ نکتے کی وجہ سے کیا اور وہ نکتہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ آپ نے یہ اضافہ نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا، پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس روایت میں یہ اضافہ مُدرَج ہے۔اور وہ روایت جو بیان ہوئی وہ امام بخاری کی شرط پر نہیں ہے اور اسے امام بزار نے داؤد بن ابی ہند کے طریق سے روایت کیا وہ ابونضرہ سے وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں چنانچہ آپ نے مسجد کی تعمیر اور ان کا ایک ایک اینٹ اٹھانے کا ذکر کیا اور اس میں ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ سے میرے اصحاب نے بیان کیا اور میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن سمیہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔اور ابن سمیہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ ہیں، آپ کی والدہ کا نام سمیہ ہے۔یہ سند مسلم کی شرط پر ہے۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے جس نے بیان کیا آپ نے اس کی تعیین کی ہے چنانچہ مسلم اور نسائی میں ابوسلمہ کے طریق سے ہے کہ وہ ابونضرہ سے وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی، آپ نے کہا: مجھ سے اس نے بیان کیا جو مجھ سے بہتر ہے یعنی ابوقتادہ نے، پھر یہی حدیث ذکر کی۔پس امام بخاری نے حدیث کی اتنی مقدار پر اکتفاء کیا جو حضرت ابوسعید نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا آپ کے علاوہ کو چھوڑ کر۔اور یہ بات امام بخاری کی دقتِ فہم اور علل احادیث پر اطلاع کے تبحر پر دلالت کرتی ہے۔

چوتھا جواب:

بعض نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل وہ ہے جو میدان جنگ میں حضرت عمار کو لے کر آیا اور یہی وہ گروہ ہے جس کی معیت میں حضرت عمار نے قتال کیا۔

یہ جواب ضعیف ہے اس کا فاسد ہونا ظاہر ہے اور اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہر اس شخص کے قاتل ہوئے جو ان کیساتھ جنگ میں شریک ہوا جیسے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔معاذ اللہ!

ابن تیمیہ نے الفتاویٰ ج35 ص76 پر کہا: یہ روایت کی جاتی ہے کہ حضرت معاویہ نے اس حدیث کی یہ

تاویل کی ہے کہ جناب عمار کو اس نے قتل کیا جو آپ کو لے کر آیا ہے نہ کہ ان سے قتال کرنے والا اور حضرت جناب علی رضی اللہ عنہ نے اس تاویل کو اپنے اس فرمان سے رد کر دیا کہ: پھر تو ہم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھی قتل کیا اور کچھ شک نہیں کہ جو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا وہی درست ہے۔

پانچواں جواب:

بعض نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ باغیہ بمعنی طالبہ ہے یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرنے والا گروہ جیسا کہ انہوں نے کہا: ہم حضرت ابن عفان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرتے ہیں تلواروں کے کناروں سے۔ ابن تیمیہ نے الفتاویٰ ج 35 ص 76 پر کہا: یہ تاویل کوئی چیز نہیں۔ اور منہاج السنہ ج 4 ص 390 پر کہا: یہ تاویل ضعیف ہے۔

چھٹا جواب:

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان: "حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا" یہ اس بارے میں نص نہیں ہے کہ یہ الفاظ حضرت معاویہ اور آپ کے دوستوں کے بارے میں ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ گروہ ہو جس نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر غلبہ پا کر آپ کو شہید کر دیا اور وہ لشکر کا ایک گروہ تھا جس سے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ راضی نہیں تھے۔

ابن تیمیہ نے الفتاویٰ ج 35 ص 76 پر کہا: پھر یہ بات کہ حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا ان الفاظ میں حضرت معاویہ اور آپ کے دوستوں کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ گروہ ہو جس نے آپ پر غلبہ پایا اور آپ کو شہید کر دیا اور وہ لشکر کا ایک گروہ ہو۔ جو شخص حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی ہوا اس کا حکم بھی حضرت عمار کے قاتل جیسا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ لشکر میں کچھ حضرات وہ بھی تھے جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی نہ تھے جیسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص وغیرہ بلکہ تمام لوگ حضرت عمار کے قتل کا انکار کرنے والے تھے یہاں تک کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بھی رضی اللہ عنہما بھی۔

ساتواں جواب:

حدیث کو اپنے ظاہر پر رکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باغی گروہ ایمان سے خارج ہوگیا یا اس پر لعنت واجب ہوگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ۔ (الحجرات:9)

ترجمہ: ''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے''۔

پس باغیوں کے جنگ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں مومن قرار دیا ہے۔

ابن حزم نے الفصل فی الملل والنحل ج 3 ص 77 پر کہا: خطا کار مجتہد جب اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے جنگ کرے، اپنی نیت سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ رکھتے ہوئے اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ (درحقیقت) خطا پر ہے تو وہ باغی گروہ ہے اگر چہ اسے اس پر اجر دیا جائے گا اور جب وہ قتال ترک کر دے گا تو اس پر نہ تو حد ہوگی اور نہ ہی قصاص لیا جائے گا۔ اور جب وہ قتال کرے اور جانتا ہو کہ وہ خطا پر ہے یہ جنگ کرنے والا ہے اس پر جنگ کی حدود اور قصاص لازم ہوگا اور یہ فسق و خروج کرنے والا ہوگا نہ کہ خطا کار مجتہد، اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

وَ اِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ. (الحجرات:9)

ترجمہ: ''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے''۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم ج 18 ص 40 پر کہا: علماء نے فرمایا کہ یہ حدیث حجتِ ظاہرہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور درستگی پر تھے اور دوسرا گروہ باغی تھا لیکن وہ مجتہد تھے، ان پر اس کا گناہ نہیں ہے جیسا کہ اس باب کے متعدد مقامات پر ہم نے یہ بات پیچھے بیان کی ہے۔ اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کئی اعتبار سے واضح معجزہ ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بتادیا کہ) حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی موت شہادت کی ہوگی اور آپ کو مسلمان قتل کریں گے، اور وہ باغی ہوں گے، اور یہ کہ صحابہ کرام جنگ کریں گے، وہ دو گروہ ہوں گے: باغی اور غیر باغی، یہ تمام کے تمام معاملات صبح کے پھوٹنے کی طرح واقع ہوئے (کچھ بھی کمی بیشی اس میں نہیں ہوئی) اللہ تعالیٰ کا درود وسلام ہو اپنے اس رسول پر جو اپنی خواہش سے نہیں بولتے مگر وہ جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔ امام نووی کا کلام ختم ہوا۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج 4 ص 538 پر کہا: اگر چہ وہ نفس الامر میں باغی تھے، بلاشبہ وہ اپنے قتال کے معاملے میں مجتہد تھے اور ہر مجتہد مصیب نہیں ہوتا بلکہ مجتہد مصیب کے لیے دو اجر ہیں اور مجتہد مخطی کے لیے ایک اجر ہے اور اس حدیث میں: ''تجھے باغی گروہ قتل کرے گا'' کے بعد جس نے یہ اضافہ کیا: ''میری

شفاعت قیامت کے دن اسے نہیں پہنچے گی" اس نے اس اضافہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہے کیونکہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی کیونکہ یہ کسی ایسی سند سے نہیں آئی جسے قبول کیا جائے۔

ابن تیمیہ نے الفتاوی ج 35 ص 76 پر کہا: حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اس میں اور ہماری ذکر کردہ باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ اِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ.

(الحجرات:9،10)

ترجمہ: "اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کردو اور عدل کرو بیشک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو"۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کو قتال و بغاوت کے باوجود انہیں مومن بھائی بھائی قرار دیا ہے بلکہ باغی گروہ سے جنگ کرنے کا حکم دینے کے باوجود انہیں مومن قرار دیا ہے۔ ایسا کوئی نہیں ہے جو سرکشی، ظلم اور زیادتی پر ہونے والے عام لوگوں کو ایمان سے خارج قرار دے اور نہ کوئی ہے جو ان پر لعنت بھیجنا واجب قرار دے! جب عام لوگوں کی یہ بات ہے تو پھر کیسے اسے ایمان سے خارج قرار دے گا جو خیر القرون میں سے ہو۔ ہر وہ آدمی جو باغی یا ظالم یا زیادتی کرنے والا یا کسی گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہو اس کی دو قسمیں ہیں: (1): تاویل کرنے والا ہے۔ (2): تاویل کرنے والا نہیں ہے۔ پس تاویل کرنے والا مجتہد جیسے اہل علم و دین وہ لوگ جنہوں نے اجتہاد کیا اور بعض امور کو حلال اعتقاد کیا اور دوسرے نے اسے حرام اعتقاد کیا جیسا کہ بعض مجتہدین نے شراب کی بعض انواع کو حلال قرار دیا اور بعض مجتہدین نے بعض معاملات ربویہ کو اور بعض نے کچھ عقود حلالہ و متعہ کو وغیرہ وغیرہ پس یہ اور اس جیسی باتیں سلف صالحین میں جاری ہوئی ہیں چنانچہ یہ تاویل کرنے والے مجتہد تھے آخر کار معاملہ یہ ہے کہ وہ خطا کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا. (البقرۃ:286)

ترجمہ: "اے ہمارے رب ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں"۔

اور صحیح میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے متعلق خبر دی کہ دونوں نے کھیتی کے متعلق فیصلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کے علم وحکم کی تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں سے ایک کو علم وحکم کیساتھ خاص فرمایا۔ اور علماء انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے وارث ہیں جب ان میں سے ایک نے مسئلہ سے جو کچھ سمجھا وہ دوسرے نے نہیں سمجھا تو اس وجہ سے ملامت نہیں ہوگی اور نہ ہی یہ کوئی مانع ہوگا جبکہ وہ مجتہد اپنے علم ودین میں معروف ہو اور اگر یہ بات حکم کا علم آنے کیساتھ ہو تو اس وقت وہ گناہ وظلم ہوگا اور اس پر اصرار فسق ہوگا بلکہ جب اس کی حرمت کا علم یقینی معلوم ہو اس کو حلال قرار دینا کفر ہوگا۔ پس بغاوت کا تعلق بھی اسی باب سے ہے۔

جب باغی تاویل کرنے والا مجتہد ہو اور اس پر ظاہر نہ ہو کہ وہ باغی ہے بلکہ اس کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ حق پر ہے اگرچہ وہ اپنے اعتقاد میں خطا پر ہو اس وقت اسکا نام ایسا "باغی" نہیں رکھیں گے جو گناہ کا موجب ہو چہ جائیکہ اسے فسق کا موجب قرار دیا جائے۔ تاویل کرنے والے باغیوں سے جنگ کرنے والے کہتے ہیں: ان سے جنگ کا حکم ہونے کے باوجود ان سے ہمارا جنگ کرنا ان کی بغاوت کے ضرر کو دور کرنے کے لیے ہے نہ کہ انہیں سزا دینے کے لیے بلکہ زیادتی کو روکنے کے لیے ہے اور وہ کہتے ہیں: یہ لوگ اپنی عدالت پر باقی ہیں اور وہ فاسق نہیں ہوئے وہ کہتے ہیں: یہ لوگ غیر مکلف کی طرح ہیں جیسے بچے، پاگل، بھولنے والے، بے ہوش اور سونے والے سے ظلم وزیادتی کو دور کیا جاتا ہے کہ یہ ظلم وزیادتی ان سے (درحقیقت) صادر نہیں ہوتی بلکہ جانوروں کی طرف سے ہونے والی ظلم وزیادتی کو دور کیا جائے گا۔ اور جس مومن کو غلطی سے قتل کر دیا گیا اس پر نص قرآنی کی وجہ سے دیت واجب ہوگی باوجود یہ کہ اس پر اس معاملے کا کوئی گناہ نہیں ہے اور ایسے ہی اہل حدود کے وہ معاملات جو امام کی طرف لائے گئے اور اس پر قدرت کے بعد اس نے توبہ کر لی تو اس نے اس پر حد قائم کر دی اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے اس کا گناہ نہ ہو۔

تاویل کرنے والے باغی کو امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک کوڑے لگائے جائیں گے، اس کی متعدد مثالیں ہیں۔ پھر اس تقدیر سے کہ بغاوت بغیر تاویل کے ہو وہ گناہ ہوگی اور گناہ کی سزا متعدد اسباب کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے: گناہوں کو مٹانے والی نیکیوں سے اور مصائب جو گناہوں کو مٹا دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ابن تیمیہ نے کہا: لیکن جس نے غور وفکر کرنے والے علماء کے کلام میں غور وفکر کی ان لوگوں کی جن کے مابین نہ تو قتال ہوا نہ بادشاہت ان کے لیے تاویلات کی نصوص میں وہ باتیں ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

سے بہت زیادہ کمزور ہیں۔جس نے یہ تاویل کی کہ حضرت معاویہ نے حضرت عمار کے قتل کو جائز نہ سمجھا تو اس نے یہ اعتقاد کیا کہ آپ باغی ہیں اور جس نے آپ کے باغی ہونے کا اعتقاد نہیں رکھا اور نفس الامر میں باغی ہو: تو وہ تاویل کرنے والا خطا پر ہے۔اور فقہاء میں کوئی نہیں جس کی رائے ہو کہ اس کیساتھ جنگ کی جائے جس نے حضرت عمار کو شہید کیا لیکن ان کے دو قول مشہور ہیں جیسا کہ ان دونوں قولوں پر اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے: ان میں سے کچھ کی حضرت عمار اور آپ کے گروہ کیساتھ قتال کی رائے رکھتے تھے اور کچھ وہ ہیں جن کی رائے یہ ہے کہ مطلقاً قتال سے رک جانا ہی اچھا ہے۔ان دونوں جماعتوں میں سابقین اولین صحابہ کے کئی حضرات موجود تھے چنانچہ پہلے قول میں: حضرت عمار، حضرت سہل بن حنیف، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم ہیں اور دوسرے قول میں: حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت محمد مسلمہ، حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم تھے، شاید اکثر صحابہ کی یہی رائے تھی اور دونوں لشکروں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی نہیں تھا اور جناب سعد بن ابی وقاص بیٹھنے والوں میں سے تھے یعنی آپ اس جنگ میں کسی کی طرف سے شریک نہیں ہوئے تھے۔

جن حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی رائے جنگ کرنے کی تھی انہوں نے حضرت عمار کی حدیث سے دلیل پکڑی کہ وہ باغیوں سے جنگ کر رہے ہیں پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فقاتلو التی تبغی یعنی تم بغاوت کرنے والے سے لڑو!۔ جنگ سے باز رہنے والے حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی ﷺ سے مروی صحیح احادیث سے دلیل پکڑتے تھے: نبی ﷺ نے فرمایا: فتنے سے بیٹھ جانا فتنے میں جنگ کرنے سے بہتر ہے۔ وہ صحابہ کہتے: یہ اور اس جیسا قتال ہی فتنے کا قتال ہے جیسا کہ صحیح احادیث اس کی وضاحت کرتی ہیں۔اور نبی کریم ﷺ نے نہ تو قتال کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر راضی تھے، آپ ﷺ تو صلح پر راضی تھے، باغیوں سے قتال کا حکم تو اللہ تعالیٰ نے دیا اور ابتداء قتال کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ (الحجرات:9)

ترجمہ: "اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر

اگر پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کردو اور عدل کرو بیشک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں"۔

انہوں نے کہا: پہلے قتال کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کو حکم دیا ہے کہ جس پر بغاوت کی گئی وہ باغی سے جنگ کرے کیونکہ جب وہ ہر باغی کو قتل کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا بلکہ اکثر مؤمنین بلکہ اکثر لوگ ظلم و بغاوت سے خالی نہیں لیکن جب مومنوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان کے مابین صلح کرانا واجب ہے اگرچہ ان میں سے ایک کو قتال کا حکم نہیں دیا گیا پھر جب اس کے بعد ایک نے بغاوت کی تو اس سے قتال کی جائے گا کیونکہ اس نے قتال کو ترک نہیں کیا تھا اب صلح کی طرف جانا واجب نہیں، اب اس کا شر صرف قتال سے ہی دور ہوگا پس اس کا قتال حملہ آور کے قتال کے مرتبے میں ہوگا جس کا ظلم قتال کے بغیر دور نہیں ہوسکتا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے، جو اپنے خون کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنی عزت کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔

ان حضرات نے کہا: اس تقدیر پر کہ جمع لشکر باغی ہو تو ہمیں ان سے ابتداء جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ ان کے درمیان صلح کرانے کا حکم دیا گیا اور یہ بھی ہے کہ ان سے جنگ کرنا جائز نہیں جبکہ ان کیساتھ وہ لوگ ہوں جو قتال سے انکار کرنے والے ہوں۔

اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی پر بھی لعنت جائز نہیں اور نہ ہی صحابہ کے فسق کا موجب ہے۔ (منہاج السنہ ج4 ص394 اور ج4 ص420)

منہاج السنہ ج4 ص385 میں ہے: باغی کبھی تاویل کرنے والا یہ اعتقاد رکھنے والا ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور کبھی وہ جان بوجھ کر جاننے والا ہوتا ہے کہ وہ باغی ہے اور کبھی اس کی بغاوت شبہ و شہوت سے مرکب ہوتی ہے اور یہ اکثر ہوتی ہے بہر صورت پر ان امور میں اعتراض نہیں کیا جائے گا جو اہل سنت کا مذہب ہے کیونکہ اہل سنت حضرت معاویہ کو گناہوں سے منزہ نہیں مانتے نہ ہی ان کو جو آپ سے افضل ہیں چہ جائیکہ انہیں اجتہادی خطا سے منزہ قرار دیا جائے بلکہ اہل سنت کہتے ہیں: کتنے ہی اسباب ہیں جن سے گناہوں کی سزا دور ہو جاتی ہے یعنی توبہ، استغفار، گناہوں کو مٹانے والی نیکیاں، مصائب جو گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت معاویہ کے خلاف پیش کی جانے والی پانچویں حدیث:

حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

سیلی امورکم بعدی رجال یعرفونکم ما تنکرون وینکرون علیکم ما تعرفون فلا طاعة لمن عصی الله تبارك وتعالیٰ فلا تعتلوا بربکم. قال:عبادة :والله ان معاویة لمن اولئك.

”عنقریب میرے بعد تمہارے امور کے والی ایسے آدمی ہوں گے جنہیں تم برا جانتے ہو وہ تمہیں پہچانیں گے اور جو تم پہچانتے ہو وہ تمہارے اوپر یہ بات ناپسند کریں گے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کی جائے! لہٰذا تم اپنے رب کی نافرمانی میں ان کی اطاعت نہ کرنا۔ حضرت عبادہ نے کہا: اللہ کی قسم جناب معاویہ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں“۔

پانچویں حدیث کا جواب:

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو اس اضافہ کیساتھ: ”اللہ کی قسم! جناب معاویہ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں“ امام حاکم نے المستدرک ج 4 ص 432 رقم: 5584 پر مسلم بن خالد کے طریق سے روایت کیا وہ اسماعیل بن عبید بن رفاعہ سے وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین جناب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کے درمیان میں کھڑے ہو کر کہا: میں نے اللہ کے رسول جناب محمد ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

سیلی امورکم بعدی رجال یعرفونکم ما تنکرون وینکرون علیم ما تعرفون فلا طاعة لمن عصی الله تبارك وتعالیٰ فلا تعتبوا انفسکم. فوالذی نفسی بیده ان معاویة من اولئك فما راجعه عثمان حرفاً.

”عنقریب میرے بعد تمہارے امور والی ایسے آدمی ہوں گے جنہیں تم برا جانتے ہو وہ تمہیں پہچانیں گے اور جو تم پہچانتے ہو وہ تمہارے اوپر یہ بات ناپسند کریں گے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کی جائے! لہٰذا تم اپنے رب کی نافرمانی میں ان کی اطاعت نہ کرنا۔ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری (عبادہ کی) جان ہے معاویہ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں پس حضرت عثمان نے ان کے جواب میں کوئی حرف نہیں لوٹایا“۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی تین علتیں ہیں:

پہلی علت:

اس کی سند میں مسلم بن خالد ابو خالد حبشی ہے بڑے بڑے حفاظ: ابن مدینی، ایک روایت میں ابن معین، احمد، بخاری، ابو حاتم اور نسائی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کی کچھ احادیث ہیں جن کا اس پر انکار کیا گیا۔ ابن حجر نے تہذیب میں اس کے ترجمہ میں ان احادیث کو ذکر کیا ہے اور ذہبی سے اس کے متعلق یہ قول نقل کیا کہ: یہ احادیث اس آدمی کی قوت کو رد کرتی ہیں اور ضعیف قرار دیتی ہیں۔ (التہذیب ج4ص68)

ہاں مسلم بن خالد کی متابعت بھی کی گئی، زہیر بن معاویہ نے ان کی متابعت کی جیسا کہ مستدرک حاکم ج4ص431 رقم:5587 پر ہے۔ اور زہیر بن معاویہ جماعت کے رجال سے ثقہ ہیں اور ان کی ابو اسحاق السبیعی کی روایت آخری عمر کی ہے۔ اور محمد بن عباد نے بھی ان کی متابعت کی ہے جسے الشاشی نے اپنی مسند رقم:1196 پر روایت کیا۔

اس کی متابعت یحییٰ بن سلیم نے بھی کی۔ (دیکھئے: المعجم الاوسط ج3ص190، تاریخ ابن عساکر ج26ص197)

لیکن اس اضافہ: "اللہ کی قسم معاویہ بھی انہیں میں سے ہیں" کے بغیر متابعت کی جیسا کہ عبداللہ بن امام احمد نے مسند ج37ص449 رقم:22786 پر اور ابن عساکر نے الاوسط رقم:2894، اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج26ص197 پر روایت کی۔

یحییٰ بن سلیم بن بلج ابو بلج الفزاری الواسطی کی نسائی، ابن سعد اور دارقطنی نے توثیق کی ہے۔

(طبقات ابن سعد ج7ص311، سؤالات البرقانی رقم:546، التہذیب ج4ص498)

ابو حاتم نے کہا: یہ صالح الحدیث ہے اس سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(الجرح والتعدیل ج9ص152)

امام احمد نے کہا: اس نے منکر حدیثیں روایت کی ہیں۔ (التہذیب ج4ص498، الطبقات الکبری ج7ص311)

ابن حبان نے کہا: یہ ان لوگوں میں سے ہے جو خطا کر جاتا ہے اس کی خطائیں فحش نہیں ہیں کہ اسے ترک کر دیا جائے اور نہ ہی یہ ان باتوں کیساتھ آیا ہے جن سے بشر کو جدائی نہیں چنانچہ اس میں وہ عدول کے مسلک پر چلا ہے پس میری رائے یہ ہے کہ جس روایت میں وہ اکیلا ہو اس سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ سے بھلائی کا سوال ہے۔ (المجروحین ج3ص13)

امام بخاری نے کہا: اس میں نظر ہے۔ (دیکھئے: تہذیب ج4ص498)

میں کہتا ہوں کہ مسلم بن خالد کی بھی متابعت کی گئی، اسماعیل بن عیاش نے اس کی متابعت کی جیسا کہ مسند

احمد رقم:22821 پر ہے اور اسمیں ایک واقعہ ہے۔اور اسماعیل بن عیاش، شامیین کے علاوہ لوگوں سے روایت کرنے میں ضعیف ہے اور یہ روایت بھی انہی میں سے ہے۔

ہیثمی نے مجمع الزوائد ج5 ص408 پر کہا:اس کو اسماعیل بن عیاش نے حجاز کے لوگوں سے روایت کی اور، اسماعیل بن عیاش کی ان سے روایت ضعیف ہے۔(دیکھئے:شرح العلل ج2 ص773)

اور عبداللہ بن واقد نے بھی آپ کی متابعت کی جیسا کہ مستدرک للحاکم ج4 ص431 رقم:5582 پر ہے اور عبداللہ بن واقد ضعیف الحدیث ہے۔

دوسری علت: سند میں اضطراب واختلاف

اس حدیث کو امام احمد نے مسند ج37 ص430 پر اسماعیل بن عیاش کے طریق سے روایت کیا وہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے وہ اسماعیل بن عبید بن رفاعہ سے وہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔پس اسماعیل بن عبید نے حضرت عبادہ سے روایت کیا اور اس میں اپنے باپ کا ذکر نہیں کیا۔

اور امام احمد نے روایت کیا جیسا کہ مسند ج37 ص450 پر سوید بن سعید یحیی بن سلیم کے طریق سے روایت کیا وہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے وہ اسماعیل بن عبید بن رفاعہ سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔اور سوید بن سعید ہروی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

امام ہیثمی نے المجمع ج5 ص408 پر کہا:امام احمد نے اسے اپنے طول کیساتھ بیان کیا اور یہ نہیں کہا: اسماعیل سے وہ اپنے باپ سے اور عبداللہ نے اسے روایت کیا تو یہ اضافہ کیا وہ اپنے باپ سے ایسے ہی طبرانی نے کیا ہے اور ان دونوں کے رجال ثقہ ہیں۔

تیسری علت:

اسماعیل بن عبید مجہول ہے اور کہا جاتا ہے ابن عبید اللہ بن رفاعہ الزرقی ہے۔
امام ترمذی نے انہیں صحیح قرار دیا ہے۔(جامع الترمذی رقم:1210)
ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا۔(الثقات:ج6 ص28)
ذہبی نے کہا:میں نہیں جانتا کہ ان سے سوائے عبداللہ بن عثمان بن خثیم کے کسی نے روایت کی ہو۔
(میزان ج1 ص283)

ابن حجر نے تقریب میں کہا: یہ مقبول ہے یعنی جب اس کی متابعت کی جائے ورنہ وہ لین الحدیث ہے۔

اور اسماعیل بن عبید کا اپنی حدیث میں کوئی متابع نہیں۔

میں کہتا ہوں: عُقیلی نے الضعفاء ج 3 ص 784 پر یہ حدیث شہر بن حوشب کے طریق سے روایت کی اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔ اور کہا: یہ الفاظ "تم نافرمانی میں ان کی اطاعت نہ کرنا مگر اپنی رائے سے" صرف اسی حدیث سے یاد کیے جاتے ہیں اور اس معنی میں ان الفاظ کے برخلاف ایسی روایت بھی مروی ہے ہے جو اس سے زیادہ اچھی ہے۔

محب الطبری نے اپنی کتاب: "الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ 233 پر کہا: یہ دعوی باطل ہے اور گھڑا ہوا جھوٹ ہے، جناب معاویہ سے جناب عبادہ کو کوئی شکایت نہیں ہوئی اور نہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ کو کوئی ناچاکی تھی۔ معاملہ اس روایت کے برخلاف ہے جو صحابہ کے باہمی اتفاق اور حق کے بارے میں ایک دوسرے کی طرف رجوع کرنے کو ثقہ وثبت راویوں نے روایت کیا ہے۔

پھر بالفرض اس حدیث کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہاد ہے کہ آپ نے اس حدیث کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر محمول کیا جبکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا حکمران مقرر کیا اور ان کی مدت ولایت میں انہیں متہم نہیں کیا۔

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت اور بڑے بڑے تابعین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت پائی اور کسی نے بھی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نہیں کھینچا۔

(دیکھئے: تاریخ ابی زرعہ ج 1 ص 189)

جناب معاویہ کے خلاف پیش کی جانے والی چھٹی حدیث:

مؤمن اور منافق کی پہچان:

انه لعهد النبي الامي الي، انه لا يحبني الا مؤمن ولا يبغضني الا منافق۔

"بے شک مجھ سے نبی امی ﷺ نے عہد لیا ہے کہ مجھ سے صرف مؤمن ہی محبت رکھے گا اور صرف منافق ہی بغض رکھے گا"۔

چھٹی حدیث کا جواب:

اس کا جواب دو امور سے ہے:

اول: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت یا بادشاہت کی لالچ کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

بیعت ترک نہیں کی تھی اور نہ ہی اس وجہ سے آپ نے جناب علی سے جنگ کی، آپ کا تو یہ سارا معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے مطالبے میں تھا۔

یحیی بن سلیمان الجعفی جو امام بخاری کے شیوخ میں سے ایک ہیں نے کتاب صفین میں روایت کی اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج 13 ص 86 پر کہا: سندِ جید سے ابو مسلم الخولانی سے روایت ہے، آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں کیا آپ ان کی مثل ہیں؟ حضرت معاویہ نے کہا: نہیں، بے شک میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مجھ سے افضل ہیں اور امر خلافت کے وہ زیادہ حقدار ہیں لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ظلماً شہید کر دیئے گئے اور میں آپ کے چچا کا بیٹا ہوں اور آپ کا ولی ہوں میں آپ کا خون طلب کرتا ہوں؟ پس تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین، آپ ہمارے حوالے کر دیں، چنانچہ وہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس آئے اور اس معاملے کے متعلق کلام کیا تو آپ نے فرمایا: وہ پہلے بیعت میں داخل ہو اور پھر ان کا مقدمہ لے کر میرے پاس آئے پس جناب معاویہ ایسا کرنے سے رک گئے چنانچہ حضرت علی عراق سے لشکر لے کر نکلے حتی کہ صفین میں پہنچے اور حضرت معاویہ لشکر لے کر چلے حتی کہ وہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ ماہ ذوالحج سنہ 38ھ میں ہوا۔ پس انہوں نے ایک دوسرے سے نرمی سے معاملہ سلجھانے کی کوشش کی لیکن اس معاملے کا فیصلہ نہ ہوا تو جنگ چھڑ گئی۔

میں اسکی سند پر واقف ہوا اس بارے میں جو امام ذہبی نے سیر ج 3 ص 140 پر جعفی کی روایت ذکر کی وہ یعلی بن عبید سے وہ ابو مسلم الخولانی سے راوی ہیں۔

اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج 59 ص 142 پر جریر بن عبدالحمید کے طریق سے روایت کیا وہ حضرت مغیرہ سے راوی، آپ نے کہا: جب حضرت مولا علی پاک کی شہادت کی خبر حضرت معاویہ کے پاس پہنچی تو آپ رونے لگے، تو آپ سے ایک عورت نے کہا: کیا آپ اس کے لیے روتے ہیں جس سے آپ نے جنگ کی؟ آپ نے کہا: تجھ پر افسوس ہے! تو نہیں جانتی کہ لوگوں نے فضل، فقہ اور علم کھو دیا ہے۔

(دیکھئے: البدایہ والنہایہ ج 11 ص 429)

اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کے معاملے میں تاویل پر تھے۔

قاضی ابو یعلی محمد بن حسین الفراء المتوفی: 458ھ نے اپنی کتاب تنزیہ خال المؤمنین معاویہ بن ابی

سفیان رضی اللہ عنہ من الظلم والفسق فی مطالبتہ بدم امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے صفحہ 83 پر کہا جبکہ آپ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جنگ ہوئی کہ کیا حضرت معاویہ کی طرف ظلم یا فسق کی نسبت کرنا جائز ہے؟ تو آپ نے کہا: اس میں سے کوئی چیز ان کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے بلکہ کہا جائے: جناب معاویہ نے اجتہاد کیا اور آپ کو اپنی اجتہاد پر ایک اجر ملے گا اور آپ کے اجتہاد کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے پہلے دو خلیفوں نے عامل بنایا اور شام کا حکمران بنایا جناب عمر اور جناب عثمان رضی اللہ عنہما نے اور انہوں نے جن معاملات پر مجھے مقرر فرمایا تھا میں اس پر برقرار ہوں جب تک کہ لوگ ایک امام پر اکٹھے نہ ہو جائیں پھر جب لوگ ایک امام پر جمع ہو جائیں گے تو میرے ہاتھ میں جو اختیارات ہیں وہ میں اسے سونپ دوں گا اور میں حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ کرنے والا ہوں کیونکہ میں ان کے چچا کا بیٹا اور ان کا ولی ہوں اور اس معاملہ میں، میں لوگوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۔ (الاسراء:33)

ترجمہ: ''اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے ناحق نہ مارو اور جو ناحق مارا جائے تو بیشک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے ضرور اس کی مدد ہونی ہے''۔

ابن حزم نے الفصل ج 3 ص 75 پر کہا: حضرت معاویہ نے حضرت علی کی فضیلت اور آپ کا مستحق خلافت ہونے سے کبھی بھی انکار نہیں کیا لیکن آپ نے اجتہاد کیا تو آپ کی رائے یہ ٹھہری کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص لینا بیعت سے مقدم ہے اور آپ کی رائے میں وہ خود حضرت عثمان کے خون طلب کرنے میں زیادہ حق رکھتے ہیں۔

امام اشعری نے الابانہ ص 78 پر کہا: ایسے ہی جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین معاملات ہوئے وہ تاویل واجتہاد پر مبنی تھے۔ تمام صحابہ مامون ہیں، ان کے دین میں ان پر تہمت نہیں لگائی گئی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سب کی تعریف فرمائی ہے اور ہم پر لازم کیا ہے کہ ہم ان کی توقیر و تعظیم کریں اور ان سے محبت رکھیں اور ان میں سے کسی کی بھی کوئی تنقیص کرتا ہے ہم اس سے براءت کا اظہار کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا۔

ثانی: وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جو اس جنگ میں شریک تھے برابر ہے کہ وہ حضرت علی کیساتھ ہوں یا

حضرت معاویہ کیساتھ رضی اللہ عنہما انہوں نے ان مذکورہ نصوص سے وہ کچھ نہیں سمجھا جو رافضیوں نے سمجھا ہے چنانچہ صحابہ نے ایک دوسرے پر نفاق یا کفر کا حکم نہیں لگایا۔ (تنزیہ خال المؤمنین ص91)

ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف رقم: 37865 پر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج1 ص346 پر عبداللہ بن، ابن عروہ سے روایت کی۔

قال :اخبرنی رجل شهد صفین قال: رایت علیا خرج فی بعض تلك اللیالی فنظر الی اهل الشام فقال: اللهم اغفر لی ولهم۔

''ابن عروہ نے کہا: مجھے اس آدمی نے بتایا جو جنگ صفین میں حاضر تھا، اس نے کہا: میں نے حضرت مولا علی کو دیکھا کہ آپ جنگ کی بعض راتوں میں باہر تشریف لائے تو آپ نے اہل شام کی طرف دیکھا تو کہا: اے اللہ! میری اور ان کی بخشش فرما!''۔

محمد بن نصر المروزی نے کتاب تعظیم قدر الصلاۃ ص362 پر سفیان کے طریق سے روایت کیا وہ حضرت امام جعفر بن محمد سے وہ اپنے باپ امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں آپ نے کہا:

سمع علی یوم الجمل او یوم صفین رجلا یغلو فی القول فقال: لا تقولوا الا خیرا انما هم قوم زعموا انا بغینا علیهم وزعمنا انهم بغوا علینا فقاتلناهم علی ذلك۔

''حضرت مولا علی پاک نے جنگ جمل یا جنگ صفین کے دن ایک آدمی کو جناب مولا علی کے مخالفین کے بارے میں سخت باتیں کہتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا: ان کے بارے میں صرف خیر ہی کہو! کیونکہ وہ ایسی قوم ہے جس نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے ان پر چڑھائی کی اور ہم نے گمان کیا ہے کہ انہوں نے ہم پر چڑھائی کی چنانچہ ہم نے اسی پر جنگ کی''۔

اس کی سند منقطع ہے کیونکہ حضرت امام محمد الباقر بن علی بن حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مولا علی پاک رضی اللہ عنہ کی جنگ کو نہیں پایا اور اسی مضمون کے کچھ آثار حضرت علی پاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جو اس کو قوت دیتے ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے جو مروزی نے تعظیم قدر الصلاۃ 363 پر محمد بن راشد کے طریق سے روایت کیا وہ مکحول سے راوی ہیں کہ حضرت علی پاک کے ساتھیوں نے آپ سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا جو جناب معاویہ کے ساتھیوں میں سے قتل ہوئے تھے کہ وہ کیا ہیں؟ جناب علی پاک نے فرمایا: وہ مومن ہیں۔

مکحول کا سماع جناب علی سے نہیں ہے لہذا یہ سند منقطع ہے۔

مروزی نے تعظیم قدر الصلاۃ 363 پر یہ بھی روایت کیا عبدالعزیز بن الماجشون کے طریق سے وہ عبدالواحد بن ابی عون سے راوی، آپ نے کہا: جناب حضرت علی، اشتر پر سہارا لگائے ہوئے جنگ صفین کے مقتولین کے پاس سے گزرے تو دیکھا جناب حابس الیمانی مقتول ہیں چنانچہ جناب اشتر نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون، اے امیر المؤمنین! حابس یمانی ان کیساتھ ہے، اس پر معاویہ کی علامت ہے، میں نے اس سے ایمان پر رہنے کا عہد لیا تھا تو جناب مولا علی نے فرمایا: اب بھی وہ مؤمن ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جناب حابس یمن کے ایک آدمی ہیں جو اہل عبادت واجتہاد میں سے تھے۔

عبدالواحد بن ابوعون کا سماع جناب علی پاک رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے لہذا یہ سند بھی منقطع ہے۔

خوارج جو کہ گمراہی اور دین سے جدائی پر قائم تھے اور انہوں نے جناب مولا علی سے جنگ بھی کی تھی جناب علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے انہیں کافر قرار نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ جس نے آپ پر بغاوت کی بدرجہ اولی آپ اسے کافر نہیں مانتے ہوں گے۔

محمد بن نصر نے کتاب تعظیم قدر الصلاۃ ص 361 پر کہا: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ باغیوں کے قتال پر والی ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ان کے متعلق روایت کی جو روایت کی اور آپ نے انہیں مؤمن قرار دیا ہے اور ان کے بارے میں مومنوں کے احکام والا حکم لگایا اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا۔

تعظیم قدر الصلاۃ ص 361 پر قیس بن مسلم کے طریق سے روایت کی وہ طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: جب اہل نہروان کی جنگ سے فارغ ہوئے تو میں حضرت علی کے پاس تھا تو آپ سے کہا گیا: کیا وہ مشرک ہیں؟ آپ نے فرمایا: شرک سے تو وہ بھاگے ہیں، پھر آپ سے کہا گیا: کیا وہ منافق ہیں؟ آپ نے فرمایا: منافقین اللہ کا بہت تھوڑا ذکر کرتے ہیں، آپ سے کہا گیا: پھر وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس قوم نے ہم سے بغاوت کی تو ہم نے ان سے جنگ کی۔

اس کی سند صحیح ہے۔

ابن ابی شیبہ رقم: 37854، عبداللہ بن احمد نے السنہ رقم: 1283 پر بلاذری نے انساب الاشراف ج5 ص 58 پر ابن عساکر نے اپنی تاریخ ج59 ص61 پر مجالد کے طریق سے روایت کی وہ شعبی سے وہ حارث سے وہ مولا علی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، آپ نے فرمایا: معاویہ کی امارت کو مکروہ نہ جانو!۔

امام قرطبی نے کہا: ہمارے ذکر کردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض کیساتھ جس نے بغض رکھا-

مذکورہ جہتوں کے بغیر بعد میں پیدا ہونے والے کسی امر کے لیے کسی غرض کی مخالفت کی وجہ سے یا کسی نقصان حاصل ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے تو ایسا آدمی اس وجہ سے نہ تو کافر ہوگا اور نہ ہی منافق ہوگا کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین بہت سے بڑے بڑے اختلافات ہوئے اور سخت جنگیں ہوئیں اس کے باوجود انہوں نے ایک دوسرے کو کافر قرار نہیں دیا اور نہ ہی ان پر نفاق کا حکم لگایا ان کے درمیان جو معاملات ہوئے ان کی وجہ سے، ان معاملات میں ان کا حال ایسا ہی ہے جیسے احکام میں مجتہدین کا ہوتا ہے یا تو وہ اپنے ظاہر شدہ مسئلے میں وہ سارے کے سارے مصیب ہوں گے یا ایک مصیب ہوگا اور خطا کار معذور ہوگا بلکہ اپنی رائے کے مطابق عمل کرنے کا اسے خطاب کیا گیا ہے یعنی حکم دیا گیا ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ اس پر اسے اجر دیا جائے گا۔

پس ان میں سے کسی بات کی وجہ سے جس کے دل میں کسی بھی صحابی کا بغض پیدا ہوا ہو وہ گناہگار ہے اس پر اس گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے اور جو اس کے دل میں یہ بیماری پیدا ہوئی اس کے دور کرنے میں وہ اپنے نفس کیساتھ مجاہدہ کرے وہ ایسے کہ ان کے فضائل یاد کرے اور ان کی سابقہ نیکیوں کی طرف ذہن لے کے جائے اور ان کے ان دینی و دنیاوی حقوق کو یاد کرے جو بعد والوں پر لازم ہیں کیونکہ بعد والوں میں سے کسی کے پاس بھی دین و دنیا میں سے جو بھی پہنچا ہے وہ انہی کے واسطہ وسیلہ سے پہنچا ہے اور انہی کی وجہ سے ہم تک ساری نعمتیں پہنچی ہیں اور ہم سے جہالتیں اور عذاب دور ہوا ہے اور جن کے ذریعے سے دین و دنیا کی بھلائیاں حاصل ہوئی ہوں ان کا بغض قابل فخر نعمتوں کا کفران ہے اور یہ خسارے کا سودا ہے۔

(دیکھئے: عمدۃ القاری ج1 ص152)

ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ج4 ص394 پر کہا: اسی وجہ سے اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ (صحابہ کرام علیہم الرضوان کے) دونوں گروہوں میں سے کسی کو بھی فاسق قرار نہیں دیا جائے گا اگرچہ ان دونوں میں سے ایک گروہ نے کہا دوسرے گروہ والے باغی ہیں (فاسق اس لیے نہیں کہا جائے گا) کیونکہ وہ تاویل کرنے والے مجتہدین تھے اور خطا کرنے والے مجتہد کو نہ تو کافر قرار دیا جاتا ہے نہ ہی فاسق، اور اگر عمداً بغاوت کرے تو یہ بھی گناہوں میں سے ایک گناہ ہے، متعدد اسباب کی وجہ سے جس کا عذاب اٹھ جاتا ہے۔

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ج12 ص510 پر اس حدیث کے بارے میں کہا: "بے شک مجھ سے نبی امی حضرت محمد ﷺ نے عہد لیا ہے کہ مجھ سے صرف مؤمن ہی محبت کرتا ہے اور صرف منافق ہی بغض رکھتا ہے" آپ نے کہا: اس کا معنی ہے کہ مولا علی پاک رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان سے اور آپ کا بغض نفاق سے ہے

پس ایمان کئی شاخوں والا ہے اور نفاق کی بھی کئی شاخیں ہیں پس عقلمند یہ نہیں کہے گا کہ محض مولا علی کی محبت سے آدمی مطلقاً مؤمن ہو جاتا ہے اور نہ ہی یہ کہے گا کہ محض آپ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی وجہ سے مؤحد پکا منافق ہو جائے گا پس جس نے آپ رضی اللہ عنہ سے محبت کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت کی لہذا ان دونوں کا بغض گمراہی اور نفاق ہے اور ان دونوں کی محبت ہدایت اور ایمان ہے۔

امام ذہبی نے اپنی کتاب "الکبائر" ص 413 پر کہا: جب اس بات کو نبی کریم ﷺ نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے فرمایا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بات بدرجہ اُولیٰ ثابت ہوگی کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ (اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام) کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کسی کو افضل قرار دے گا اسے حدِ مفتری لگائی جائے گی یعنی اسی کوڑے ایسے آدمی کو مارے جائیں گے اس جرم کی وجہ سے۔



فصل: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ضعیف قرار دی گئی احادیث کا جواب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کچھ احادیث بخاری و مسلم میں موجود ہیں جنہیں ضعیف قرار دیا گیا اور ان احادیث کو جس نے رد کیا اس نے تکلفات کا اظہار کیا۔

امام اسحاق ابن راہویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول:

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں آئی اور بعض اہل علم نے اس بات میں جناب اسحاق بن راہویہ کی اتباع کی۔

امام اسحاق ابن راہویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا جواب:

اس کے مندرجہ ذیل جوابات ہیں:

پہلا جواب:

اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت میں متعدد آیات واحادیث وآثار وارد ہوئی ہیں۔ ان نصوص کی دو قسمیں ہیں:

1-: عام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضیلت میں جو آیات واحادیث وارد ہوئی ہیں اور کچھ شک نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس فضیلت میں داخل ہیں اور کیونکر داخل نہ ہوں؟! جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے صحابی ہونے کو بیان کیا ہے چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح رقم: 3764 پر جناب عثمان بن الاسود عن ابن ابی ملیکہ کے طریق سے روایت کی:

عن ابن ابی ملیکة قال: اوتر معاویة بعد العشاء برکعة وعنده مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال: دعه فانه قد صحب ﷺ.

''ابن ابی ملیکہ نے کہا: عشاء کے بعد جناب معاویہ نے ایک رکعت وتر پڑھا جبکہ وہاں حضرت ابن عباس کا غلام موجود تھا تو وہ غلام جناب ابن عباس کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے

فرمایا: اسے چھوڑ دو! کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے"۔

اور امام بخاری نے اپنی صحیح رقم:3766 پر حُمران بن ابان سے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

قال: انکم لتصلون صلاۃ لقد صحبنا رسول اللہ ﷺ فما رأیناہ یصلیھا ولقد نھی عنھما یعنی الرکعتین بعد العصر۔

"حضرت معاویہ نے فرمایا: تم ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نماز یعنی عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے منع فرمایا"۔

صحیح مسلم رقم:4037 میں ہے:

ان معاویۃ قال: الا ما بال رجال یتحدثون عن رسول اللہ ﷺ احادیث قد کنا نشھدہ ونصحبہ فلم نسمعھا منہ... الحدیث

"حضرت معاویہ نے فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنی جبکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر رہے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی"۔

کتاب السنہ للخلال ج2 ص432 رقم:653 میں ہے:

عن مھنا قال: سالت احمد عن معاویۃ بن ابی سفیان، فقال: لہ صحبۃ۔ قلت: من این ھو؟ قال: مکی قطن الشام۔

"مھنا سے روایت ہے آپ نے کہا: میں نے امام احمد سے جناب معاویہ بن ابی سفیان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ صحابی ہیں، میں نے کہا: وہ کہاں سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مکہ سے ہیں اور شام میں رہائش اختیار کی ہے"۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

2-: خصوصی طور پر بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضیلت میں احادیث و آثار وارد ہوئی ہیں جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں پس آپ کی فضیلت میں صحیح احادیث اور اسلاف کے آثار آئے ہیں جنہیں میں نے فضائل معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنا ملک کے مبحث کے تحت ذکر کیا اور اس عنوان

کے تحت "حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی شان سلف صالحین کے آثار کی روشنی میں" ذکر کیا ہے۔

دوسرا جواب:

حضرت اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی تو اس کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کو ابن جوزی نے الموضوعات ج2 ص263 رقم:832 روایت کیا:

قال:انبانا زاهر بن طاهر قال انبانا احمد بن الحسين البيهقي قال حدثنا ابوعبدالله محمد بن عبدالله الحاكم قال سمعت اباالعباس محمد بن يعقوب بن يوسف يقول سمعت ابي يقول سمعت اسحاق بن ابراهيم الحنظلي يقول:لا يصح عن النبي ﷺ في فضل معاوية بن ابي سفيان شئ.

"ابن جوزی نے کہا: ہمیں زاہر بن طاہر نے خبر دی کہا ہمیں احمد بن حسین بیہقی نے خبر دی کہا ہم سے ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نے بیان کیا کہا میں نے ابوالعباس محمد بن یعقوب بن یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اسحاق بن ابراہیم حنظلی کو کہتے ہوئے سنا: حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی فضیلت میں نبی کریم ﷺ سے کوئی صحیح روایت نہیں آئی"۔

امام سیوطی نے اللالی المصنوعۃ ج1 ص388، ابن عراق الکنانی نے تنزیہ الشریعۃ ج2 ص7، شوکانی نے الفوائد المجموعۃ ص407 پر اسے بیان کیا ہے۔

بالفرض اگر اسکو صحیح مان لیا جائے تو اس کے درج ذیل جوابات ہیں:

پہلا جواب: ائمہ کرام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں احادیث ذکر کی ہیں اور انہیں صحیح قرار دیا ہے لہٰذا وہ اس سے اختلاف کرتے ہیں جس نے کہا کہ حضرت معاویہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں۔ ان ائمہ میں سے چند درج ذیل ہیں:

1:۔ امام آجری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الشریعۃ ج5 ص1524 میں باب باندھا: ما روی عن النبی ﷺ فی فضائل ابی عبدالرحمن معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔ یعنی ان احادیث کے بیان میں جو ابوعبدالرحمن معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں نبی کریم ﷺ سے آئی ہیں۔

2:۔ ان ائمہ میں سے حافظ ابن عساکر بھی ہیں جیسا کہ تاریخ دمشق ج59 ص79 پر ہے۔

3:۔امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا کہ سیر اعلام النبلاء ج3 ص350 پر ہے چنانچہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں احادیث ذکر کرنے کے بعد کہا: یہ احادیث صحت کے قریب ہیں۔

4:۔حافظ ابن کثیر جیسا کہ البدایہ والنہایہ ج11 ص409 پر ہے۔آپ نے کہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں احادیث ذکر کرنے کے بعد کہا: ہم نے موضوع ومنکر احادیث کو چھوڑ کر صحیح، حسن اور مستجادات احادیث لانے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔

ج11 ص408 پر اس حدیث :"اے اللہ! معاویہ کو ہادی، مہدی بنا اور اس کے ذریعے ہدایت دے" کی تعلیق میں کہا: ابن عساکر نے اس حدیث کا خصوصیت کیساتھ ذکر کیا۔

5:۔ابن حجر ہیتمی نے تطہیر الجنان ص11 پر ذکر کیا۔

دوسرا جواب: وہ ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ جنہوں نے یہ کہا (کہ حضرت معاویہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی) کچھ شک نہیں کہ وہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان عمومی نصوص کے اندر داخل سمجھتے ہیں جو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں لیکن اس آدمی کا معاملہ ان ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے جو بیسیوں صفحات سیاہ کرتا ہے اور خطبے ولیکچر دیتا ہے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں موضوع احادیث کو قوی وصحیح قرار دینے اور آپ کی شان میں صحیح احادیث کو ضعیف قرار دینے میں۔

پس ان کی مراد یہ ہے کہ خصوصیت کیساتھ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں رہا معاملہ عمومی طور پر وارد ہونے والی احادیث سے آپ کی فضیلت کا تو اس کا جواب ہاں میں ہے چنانچہ ابن عبدالبر جن کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ "جناب معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں" اس کے باوجود ہم ابن عبدالبر کو پاتے ہیں کہ عدالتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر اہل سنت وجماعت کا اجماع نقل کرتے ہیں اپنی کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ص23 پر چنانچہ ابن عبدالبر نے کہا:

یہ بات معلوم ہے کہ جو بھی راوی کے قول پر حکم لگائے گا یا اس کی گواہی پر فیصلہ کرے گا اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا نام ونسب، اس کی عدالت اور اس کے حال کو پہچانے اور ہم نے اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال کے متعلق قابل کفایت بیان کیا ہے کیونکہ مسلمانوں میں سے اہل حق وہ اہل سنت وجماعت ہیں کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان عادل ہیں پس ان کے ناموں کی اطلاع ضروری ہے اور ان کی سیرت واحوال کے بارے میں بحث اس لیے لازمی ہے تاکہ ان کی ہدایت سے ہدایت حاصل کی جائے پس جو ان کے راستے پر چلا اور جس نے ان کی پیروی کی وہی بہتر آدمی ہے۔

ابن قیم نے المنار المنیف ص93 پر امام اسحاق بن راہویہ کی روایت ذکر کرنے کے بعد کہا: میں کہتا ہوں امام ابن اسحاق کی مراد اور یہ بات کہنے والے دیگر محدثین کی مراد یہ ہے کہ جناب معاویہ کی فضیلت میں خصوصیت کیساتھ کوئی حدیث صحیح نہیں وگرنہ عمومی طور پر جو صحابہ کرام کے مناقب اور مناقب قریش صحیح طور پر ثابت ہیں ان میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ داخل ہیں۔

شیخ بکر ابوزید نے اپنی کتاب: التحدیث بما قیل لا یصح فیه حدیث ص142 پر ابن قیم کے کلام کی تعلیق میں کہا: تنبیہ: ابن قیم کی یہ قید "خصوصیت کیساتھ" تجھ سے پوشیدہ نہ ہو۔

ابن قیم نے المنار المنیف ص94 پر کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں جو بھی حدیث ہے وہ جھوٹ ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں پہلی حدیث:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما!"۔

اس حدیث کو امام بخاری نے تاریخ کبیر ج5 ص240 پر، امام ترمذی نے جامع الترمذی رقم:3842 پر، ابن سعد نے الطبقات ج7 ص417 پر، امام طبرانی نے مسند الشامیین رقم:2198 پر ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی رقم:3129 پر امام آجری نے الشریعہ رقم:1914، 1915 پر، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج1 ص207 پر روایت کیا، ان سب نے ابومسہر سے وہ سعید بن عبدالعزیز سے وہ ربیعہ بن یزید سے وہ حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اور اس روایت کو امام احمد نے مسند رقم:17829، ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ رقم:1233، ابونعیم نے الحلیہ ج8 ص358 پر ولید بن مسلم عن سعید بن عبدالعزیز کے طریق سے روایت کیا۔

اور امام بخاری نے تاریخ کبیر ج5 ص240 پر ابونعیم نے اخبار اصبہان ج1 ص180 پر، ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی رقم: 3129 پر، بغوی نے معجم الصحابة ج4 ص490 پر مروان بن محمد الطاطری سے وہ سعید بن عبدالعزیز سے یہی روایت کرتے ہیں۔

اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط رقم:656 میں، اور مسند الشامیین رقم:606 پر اور خلال نے السنہ ج1 ص

451رقم:699 پر ولید بن مسلم سے وہ سعید بن عبدالعزیز سے وہ یونس بن میسرہ بن حلبس سے وہ حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے یہی روایت کرتے ہیں۔

امام بغوی نے معجم الصحابہ ج5 ص367 پر ابن عساکر نے اپنی تاریخ ج59 ص86 پر ہشام بن عمار کے طریق سے روایت کیا وہ ابوالسائب عبدالعزیز بن ولید بن سلیمان سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔۔۔اس کی سند منقطع ہے کیونکہ ولید بن سلیمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔(دیکھئے:سیر اعلام النبلاء ج5 ص122،البدایہ والنہایہ ج11 ص409)

امام ترمذی نے اپنی جامع رقم:3847 پر اور ابونعیم نے عمرو بن واقد سے روایت کیا وہ یونس بن میسرہ سے وہ ابوادریس سے وہ عمیر بن سعد سے یہی روایت کرتے ہیں۔امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا:یہ حدیث غریب ہے اور عمرو بن واقد کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور پر وارد کئے جانے والے اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ:

اس حدیث کی کئی مردود علتیں بیان کی گئی ہیں:

حدیث مذکور پر کی گئی پہلی علت:حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ،صحابی نہیں:

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ احادیث میں ثبت نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی صحابیت ثابت ہے وہ مجہول ہیں۔ابن عبدالبر نے کہا:ان کی حدیث مضطرب ہیں،انہیں صحابہ میں درج نہیں کیا جاتا اور وہ شامی ہیں۔

پہلی علت کا جواب:

اس علت کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت ثابت ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا ثبوت:

اس کا ثبوت دو امور سے ہوتا ہے:

ثبوتِ اول:

بعض روایاتِ حدیث میں حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ انہوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے یہ آپ کے صحابی ہونے کی ایک دلیل ہے۔

چنانچہ آپ کی حضور ﷺ سے سماع کی تصریح تاریخ کبیر للبخاری ج5 ص240 پر ہے۔امام بخاری نے آپ کے بارے میں کہا:آپ کو شامیوں میں سے شمار کیا جاتا ہے،ابومسہر نے کہا کہ عبداللہ بن مروان نے

کہاوہ سعید سے راوی وہ ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے عبدالرحمن (ابن ابی عمیرہ) سے سنا اور آپ نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔اور سماع کی تصریح امام آجری کی کتاب الشریعہ رقم:1915 پر ابو مسہر عن سعید بن عبدالعزیز کی اسی روایت میں آئی ہے۔اور ابن عساکر کی تاریخ دمشق ج 59 ص 83 پر محمد بن سلیمان الحرانی عن سعید بن عبدالعزیز کی روایت میں بھی تصریح سماعت موجود ہے۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ سے حدیث سننے کی تصریح کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کے انکار کی کوئی صورت نہیں۔

حافظ ابن حجر نے الاصابہ ج 4 ص 342 پر کہا: غور کر لے کہ یہ حدیث جس کی طرف ابن عبدالبر نے اشارہ کیا کہ جس میں ان کے لیے علتِ انقطاع ظاہر ہوئی تو وہ ان بقیہ احادیث کیساتھ کیا معاملہ کریں گے جن میں نبی کریم ﷺ سے آپ کے سماع کی تصریح کی گئی ہے؟! پس اس سے زائد اور کون سی دلیل ہوگی جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی صحابیت درست قرار پائے!۔انتہی

ثبوتِ ثانی:

اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی صحابیت ثابت ہے بلکہ امام ابن عبدالبر کے سوا کسی کو نہیں پہچانا گیا جس نے آپ کی صحابیت کی نفی کی ہو اور حافظ ابن حجر نے امام ابن عبدالبر پر تعجب کا اظہار کیا ہے جیسا کہ الاصابہ ج 4 ص 342 میں ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ماننے والے ائمہ اعلام:

جن اہل علم نے آپ کی صحابیت ثابت کی ہے ان میں سے کچھ کا تذکرہ درج ذیل ہے:

☆ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔اس کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی مسند رقم:17929 پر یہ حدیث حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے تخریج کی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام احمد کے نزدیک جناب ابن ابی عمیرہ صحابی ہیں ورنہ اس روایت کی تخریج نہ کرتے کیونکہ پھر وہ حدیث مرسل ہوتی نہ کہ مسند!۔

☆ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ۔تاریخ کبیر للبخاری ج 5 ص 240 پر ہے۔امام بخاری نے آپ کے بارے میں کہا: آپ کو شامیوں میں سے شمار کیا جاتا ہے،ابو مسہر نے کہا کہ عبداللہ بن مروان نے کہاوہ سعید سے راوی وہ ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے عبدالرحمن (ابن ابی عمیرہ) سے سنا اور آپ نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔

☆سعید بن عبدالعزیز التنوخی جو اس زیر بحث حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں جیسا کہ جامع الترمذی رقم: 3842، تاریخ ابن ابی خیثمہ ج1 ص350، تاریخ دمشق لابن عساکر ج35 ص230 پر سعید بن عبدالعزیز کے طریق سے ہے کہ وہ ربیعہ بن یزید سے وہ حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے۔

☆ابن سعد۔ ابن سعد نے طبقات ج7 ص417 پر آپ کے بارے میں کہا: آپ مزنی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں، آپ نے شام میں سکونت اختیار کی۔

☆مزی۔ امام مزی نے تہذیب الکمال ج17 ص321 پر آپ کے بارے میں کہا: حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ مزنی، اور کہا جاتا ہے ازدی برنی یہ وہم ہے کیونکہ آپ مزنی ہیں ازدی نہیں ہیں، آپ محمد بن ابی عمیرہ کے بھائی ہیں، آپ صحابی ہیں، حمص میں آپ نے سکونت اختیار کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ نے روایت کی۔

☆ابن عساکر۔ جیسا کہ تاریخ دمشق ج35 ص229 پر ہے: عبدالرحمن بن ابی عمیرہ المزنی اور کہا جاتا ہے الازدی محمد بن ابی عمیرہ کے بھائی ہیں اور آپ صحابی ہیں۔

☆ابن حجر: حافظ ابن حجر نے الاصابہ ج4 ص342 پر کہا: یہ احادیث جن کی اسناد اگرچہ قیل وقال سے خالی نہیں پھر بھی ان کا مجموعہ جناب عبدالرحمن کی صحابیت کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

☆ابوحاتم رازی، ابن السکن، ابن البرقی، ابن حبان، عبدالصمد بن سعید اور ابوالحسن بن سمیع ان سب نے آپ کو صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ اس بات کو حافظ ابن حجر نے الاصابہ ج4 ص342 پر ذکر کیا: ابوحاتم رازی اور ابن السکن نے کہا کہ آپ کی صحابیت ثابت ہے اور بخاری، ابن سعد، ابن البرقی، ابن حبان، عبدالصمد بن سعید اور ابوالحسن بن سمیع نے آپ کو صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

ان کے علاوہ بہت سے علماء نے حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کو صحابی مانا ہے۔

حدیث مذکور پر کی گئی دوسری علت:

ابن ابی حاتم نے العلل ج2 ص363 پر اپنے باپ سے نقل کیا کہ ابن ابی عمیرہ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنی، آپ نے اسے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسے سنا۔

دوسری علت کا جواب:

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحاتم کو وہم ہوا اس بات میں جسے انہوں نے ذکر کیا کہ ابومسہر اور مروان بن محمد دونوں نے اس حدیث کو ابن ابی عمیرہ کے طریق سے روایت کیا اور آپ نے جناب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے راویت کیا (وہم کی دلیل یہ ہے) کیونکہ وہ تمام طرق جنہیں ابومسہر اور مروان نے روایت کیا ان میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

ابومسہر کی کی روایت کو امام بخاری نے تاریخ کبیر ج 5 ص 240 پر ابن سعد نے طبقات ج 7 ص 417 پر امام ترمذی نے جامع میں رقم:3843 پر امام طبرانی نے مسند الشامیین رقم:2198 پر ابن ابی عاصم نے الآحاد والشانی رقم:3129 پر امام آجری نے الشریعہ رقم:1914، 1915 پر خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ج1 ص 207 پر ان سب نے ابومسہر کے طریق سے روایت کیا وہ سعید بن عبدالعزیز سے وہ ربیعہ بن یزید سے وہ حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں اور اس میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

مروان بن محمد الطاطری کی روایت کو ابونعیم نے اخبارِ اصبہان ج1 ص 180 پر ابن ابی عاصم نے الآحاد والشانی رقم:3129 پر دونوں نے مروان بن محمد الطاطری کے طریق سے وہ سعید بن عبدالعزیز سے مذکورہ سند سے ہی روایت کرتے ہیں اور اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

حدیث مذکور پر کی گئی تیسری علت:

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کا شاگرد اور سعید بن عبدالعزیز کا شیخ ربیعہ بن یزید السلمی کے بارے میں احتمال کے طور پر کہا گیا ہے نہ کہ یقینی طور پر کہ یہ بہت زیادہ ضعیف ہے بالخصوص اظہار نَصَب کیساتھ ابن عبدالبر نے یہی بات اس کے بارے میں کہی ہے کہ: وہ نواصب میں سے تھا، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ امام ابوحاتم نے فرمایا: نہ اس سے روایت لی جائے نہ عزت دی جائے۔

تیسری علت کا جواب:

اس علت کا جواب دو طرح سے ہے:

1:۔ کس محدث کا یہ مذہب ہے کہ ربیعہ بن یزید السلمی الناصبی سے سعید بن عبدالعزیز روایت کرتے ہیں؟!

2:۔ جناب ربیعہ بن یزید السلمی کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم نے آپ کو صحابہ کرام علیہم

الرضوان میں سے شمار کیا ہے۔ درج ذیل ائمہ نے اس بات کی تصریح کی ہے:

☆ امام بخاری نے تاریخ کبیر ج3 ص280 پر کہا: ربیعہ بن یزید السلمی صحابی ہیں۔

☆ امام ابن حبان نے کتاب الثقات ج3 ص129 پر کہا: ربیعہ بن یزید السلمی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی صحابیت ثابت ہے۔

☆ امام ابن ابی حاتم رازی نے الجرح والتعدیل ج3 ص472 پر کہا: بعض لوگوں نے کہا کہ ان کی صحابیت ثابت ہے۔ میں نے اپنے باپ کو ایسا کہتے ہوئے سنا۔

☆ امام ابن حجر نے الاصابہ ج2 ص477 پر کہا: عسکری نے کہا: بعض علماء نے کہا کہ ان کی صحابیت ثابت ہے۔۔۔ ابن فتحون، ابوعلی الغسانی اور ابن معوز نے امام بخاری کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے ابوعمر (ابن عبدالبر) پر استدراک کیا ہے۔

حدیث مذکور پر کی گئی چوتھی علت:

سعید بن عبدالعزیز دمشقی اگرچہ ثقہ ہیں اور مسلم وسنن کے رجال میں سے ہیں اور اہل شام کے نزدیک قابل تعظیم ہیں مگر آخری عمر میں وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

چوتھی علت کا جواب:

اس کا جواب دو طرح سے دیا جائے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں:

☆ سعید بن عبدالعزیز دمشقی آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے لیکن اس حدیث کی ایک سند میں آپ سے روایت کرنے والے راوی جناب ابومسہر عبدالاعلیٰ بن مسہر ہیں جیسا کہ تاریخ کبیر للبخاری ج5 ص240، الطبقات لابن سعد ج7 ص417، الجامع للترمذی رقم: 3847، مسند الشامیین للطبرانی رقم: 2198، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم رقم: 3129، الشریعہ للآجری رقم: 1914، 1915 اور التاریخ للخطیب بغدادی ج1 ص207 پر ہے۔

جناب سعید بن عبدالعزیز دمشقی کے قدیم راویوں میں سے جناب ابومسہر ہیں اور ابومسہر کہا کرتے تھے: سعید بن عبدالعزیز امام اوزاعی کے برابر کے ہیں۔ (الجرح والتعدیل ج1 ص287)

اگر آپ اختلاط کے بعد ان سے روایت کرتے تو انہیں امام اوزاعی کے برابر کیسے قرار دیتے؟!

☆ جناب سعید بن عبدالعزیز الدمشقی سے روایت کرنے میں جناب ابومسہر منفرد نہیں ہیں بلکہ ان کی متابعت میں چار دیگر راوی بھی ہیں اور یہ بات بہت بعید ہے کہ ان چاروں نے آپ سے اختلاط کے بعد

روایت کی۔وہ چار درج ذیل ہیں:

1:۔الولید بن مسلم الدمشقی جیسا کہ مسند احمد رقم:17929، الحلیہ لابی نعیم ج8ص358،المعجم الاوسط للطبرانی، مسند الشامیین للطبرانی رقم:606اور السنہ للخلال ج2ص451رقم:699 پر ہے۔

2:۔مروان بن محمد الطاطری جیسا کہ تاریخ کبیر للبخاری ج5ص240،اخبار اصبہان لابی نعیم ج1 ص180اور الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم رقم:3129 پر ہے۔

3:۔عمر بن عبدالواحد جیسا کہ السنہ للخلال ج2ص450رقم:697اور تاریخ دمشق لابن عساکر ج59 ص83 پر ہے۔

4:۔محمد بن سلیمان الحرانی جیسا کہ تاریخ دمشق لابن عساکر ج59ص83 پر ہے۔

حدیث مذکور پر کی گئی پانچویں علت:

سعید بن عبدالعزیز کے شیخ ربیعہ سے جیسا کہ حدیث کے قصہ میں ذکر کیا گیا ہے یہ اس وقت بیان کی جب کہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے جناب عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو حمص کی ولایت سے معزول کیا اور جناب معاویہ کو حمص کا والی مقرر کیا۔حضرت عثمان نے انہیں سنہ 24ھ کے آغاز میں معزول کیا اور اس قصے وحدیث کے راوی جناب ربیعہ کی رفات 120ھ کے بعد ہوئی یعنی ان کے اور اس قصے کے مابین ایک سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا لہذا جناب ربیعہ اور جناب عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہما کے مابین انقطاع واضح ہے۔

پانچویں علت کا جواب:

اس کے کئی درج ذیل جوابات ہیں:

1:۔حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں جناب ربیعہ بن یزید اکیلے نہیں بلکہ ان کی متابعت بھی کی گئی۔یونس بن میسرہ نے آپ کی متابعت کی جیسا کہ المعجم الاوسط للطبرانی رقم:656،مسند الشامیین للطبرانی رقم:606اور السنہ للخلال ج2ص451رقم:699 پر ہے۔

2:۔جناب ربیعہ بن یزید نے حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے کی تصریح کی ہے اور جناب عبدالرحمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حدیث سننے کی تصریح کی ہے جیسا کہ التاریخ الکبیر للامام البخاری ج5ص240 پر ہے لہذا (سماع کی تصریح کے بعد) انقطاع وارسال کہاں ہے؟!۔

3:۔اس قصے کی بنیاد ہی صحیح نہیں جسے امام ترمذی نے رقم:3843 پر روایت کیا اور کہا: یہ روایت غریب

ہے اور اس کے راوی عمرو بن واقد کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

چھٹی علت:

جناب ابن ابی عمیرہ میں اضطراب پایا جاتا ہے کیونکہ کبھی کہتے ہیں: عبدالرحمن بن ابی عمیرہ اور کبھی کہتے ہیں: عبدالرحمن بن عمیرہ اور کبھی المزنی کہتے ہیں اور دوسرے انصاری کہتے ہیں۔۔۔ یہ ان دلائل میں سے جو اس راوی کے مجہول ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔

چھٹی علت کا جواب:

اس علت کا جواب بھی گزر چکا ہے جس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

ساتویں علت:

رواۃ نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا وہ ربیعہ سے راوی ہیں اور کبھی بعض سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں اور وہ سعید بن یونس بن میسرہ سے روایت کرتے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو شاید یہ بھی سعید بن عبدالعزیز کے اختلاط سے ہے۔

آٹھویں علت:

کبھی راوی سعید سے روایت کرتے ہیں وہ ربیعہ سے وہ ابن ابی عمیرہ سے اور کبھی سعید سے وہ ربیعہ سے وہ ابوادریس سے وہ ابن ابی عمیرہ سے، شاید یہ بھی سعید کے اختلاط سے میں سے ہے۔

نویں علت:

کبھی سعید اور ابن ابی عمیرہ کے مابین ایک شیخ کا واسطہ ہوتا ہے کبھی دو شیوخ کا اور کبھی سعید خود ان سے روایت کرتے ہیں شاید یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ جناب سعید بن عبدالعزیز اس حدیث میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

ساتویں، آٹھویں اور نویں تینوں علتوں کا جواب:

میں کہتا ہوں کہ ان علتوں کا مدار اضطراب ہے اور یہ اضطراب مؤثر نہیں ہے اور صحیح سند یہ ہے: سعید بن عبدالعزیز، ربیعہ بن یزید سے راوی وہ جناب حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ اور یہی ایک جماعت کی روایت ہے۔ مندرجہ ذیل رواۃ میں سے ہر ایک نے اسے روایت کیا:

1:۔ الولید بن مسلم الدمشقی جیسا کہ مسند احمد رقم: 17929، حلیہ لابی نعیم ج 8 ص 358، المعجم الاوسط للطبرانی رقم: 656، مسند الشامیین للطبرانی رقم: 606، السنہ للخلال ج 2 ص 451 رقم: 699 پر ہے۔

2:۔ مروان بن محمد الطاطری جیسا کہ تاریخ کبیر للبخاری ج 5 ص 240، اخبار اصبہان لابی نعیم ج 1 ص 180 اور الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم رقم: 3129 پر ہے۔

3:۔ عمر بن عبدالواحد جیسا کہ السنہ للخلال ج 2 ص 450 اور تاریخ دمشق لابن عساکر ج 59 ص 83 پر ہے۔

4:۔ محمد بن سلیمان الحرانی جیسا کہ تاریخ دمشق لابن عساکر ج 59 ص 83 پر ہے۔

5:۔ ابو مسہر جیسا کہ تاریخ کبیر للبخاری ج 5 ص 240، الطبقات لابن سعد ج 7 ص 417، الجامع للترمذی رقم: 3847، مسند الشامیین للطبرانی رقم: 2198، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم رقم: 3129، الشریعہ للآجری رقم: 1914، 1915 اور التاریخ للخطیب بغدادی ج 1 ص 207 پر ہے۔

ان پانچوں نے جناب سعید بن عبدالعزیز سے روایت کی، آپ نے ربیعہ بن یزید سے روایت کی اور آپ نے جناب حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اسی وجہ سے امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج 59 ص 83 پر کہا: جماعت کا قول ہی درست ہے۔ شیخ البانی نے الصحیحہ ج 4 ص 616 پر اس اضطراب کے جواب میں کہا: اضطراب کی یہ قسم اس میں سے نہیں جو حدیث کو ضعیف قرار دے کیونکہ اس اضطراب کا پایا جانا اس کی قوت کے مساوی نہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں دوسری حدیث:

حدیث ام حرام رضی اللہ عنہا:

اخرج البخاری (2766) من طریق ثور بن یزید عن خالد بن معدان ان عمیر بن الاسود العنسی حدثه انه اتی عبادة بن الصامت وهو نازل فی ساحة حمص وهو فی بناء له ومعه ام حرام قال عمیر: فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبی صلی الله علیه واله وسلم یقول: "اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا" قالت ام حرام: قلت یارسول الله! انا فیهم قال: "انت فیهم" ثم قال النبی صلی الله علیه واله وسلم: اول جیش من امتی یغزون مدینه قیصر مغفور لهم فقلت انا فیهم یارسول الله! قال: "لا".

"امام بخاری نے رقم: 2766 پر ثور بن یزید کے طریق سے روایت کیا وہ خالد بن معدان سے راوی ہیں کہ عمیر بن اسود عنسی نے ان سے بیان کیا کہ عمیر بن اسود نے ان سے بیان کیا کہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس وہ آئے جنہوں نے حمص کے ساحل پر پڑاؤ کیا تھا وہ اپنی گھر میں تھے اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔عمیر نے کہا: ہم سے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "سب سے پہلا لشکر میری امت کا جو سمندر میں جنگ کرنے داخل ہوگا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔حضرت ام حرام نے فرمایا: میں نے عرض کی : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان میں ہوگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں ہوگی۔پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا امت پا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرنے کے لیے جائے وہ بخشے ہوئے ہوں گے، تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں"۔

اس حدیث میں جناب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے کیونکہ سب سے پہلا جنگ کرنے والا سمندری لشکر جناب معاویہ کی امارت میں ہوا۔سب سے پہلے سمندر میں جنگ جناب معاویہ نے کی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں۔(دیکھیے: فتح الباری ج11 ص75)

اور ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری ج6 ص120 پر کہا: مہلب نے کہا: اس حدیث میں جناب معاویہ کی فضیلت ہے کیونکہ آپ ہی پہلے ہیں جنہوں نے سمندر میں جنگ کی۔

اور ابن حجر نے فتح الباری ج6 ص121 پر یہ بھی کہا: قد اوجبوا (ان پر واجب ہوگئی): یعنی انہوں نے ایسا فعل کیا جن کے بدلے ان کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

امام مناوی نے فیض القدیر ج3 ص83 پر کہا: یعنی انہوں نے ایسا فعل کیا جس کے بدلے ان کے لیے جنت واجب ہوگئی یا انہوں نے اپنے لیے مغفرت ورحمت واجب کرلی۔

ان سب کے باوجود یہ حدیث صحیح البخاری میں ہونے کے باوجود طعن سے خالی نہیں اور وہ طعن کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس میں جناب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے۔

حدیث مذکور پر وارد کیے گئے شبہات اور ان کے جوابات:

میں تیرے سامنے اس کی علل اور ان کے جوابات ذکر کرتا ہوں:

پہلی علت، شذوذ الحدیث:

محدثین کے نزدیک یہ حدیث شاذ ہے اور صحیح لفظ دوسرے ہیں جو زیادہ قوی ہیں:

وہ حدیث بخاری رقم:2636اور مسلم رقم:5925 پر ہے:

عن انس بن مالك عن خالته ام حرام بنت ملحان قالت نام النبى صلى الله عليه واله وسلم يوما قريبا منى ثم استيقظ يتبسم،فقلت:ما اضحك ؟قال:"اناس من امتى عرضوا على يركبون هذا البحر الاخضر كالملوك على الاسرة "قالت فادع الله ان يجعلنى منهم فدعا لها ثم نام الثانية فقالت مثل قولها فاجابها مثلها فقالت ادع الله ان يجعلنى منهم فقال:"انت من الاولين "فخرجت مع زوجها عبادة بن الصامت غازياً اول ما ركب المسلمون البحر مع معاوية فلما انصرفوا من غزوهم (غزوتهم)قافلين فنزلوا الشام فقربت اليها دابه لتركبها فصرعتها فماتت.

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں،آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن میرے قریب سو گئے،پھر آپ تبسم فرماتے ہوئے بیدار ہوئے تو میں نے عرض کیا:آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟حضور ﷺ نے فرمایا:"مجھ پر میری امت کے لوگ پیش کیے گئے تو اس سبز سمندر ایسے سوار ہیں جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر"آپ نے عرض کی:اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں شامل فرمادے!چنانچہ نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا کی پھر آپ دوبارہ سو گئے (پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا) تو آپ نے پھر اسی کی مثل عرض کیا تو حضور ﷺ نے اسی طرح کا جواب دیا تو انہوں نے عرض کی: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بھی ان میں شامل فرمادے!تو آپ ﷺ نے فرمایا:تو پہلے گروہ میں سے ہے!پس آپ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کیساتھ جہاد کے لیے نکلیں پہلی بار جب مسلمان سمندر پر سوار ہو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیساتھ۔پھر جب وہ اپنے جہاد سے فارغ ہو کر قافلوں کیساتھ میں واپس آئے تو ملک شام میں اترے!پس سیدہ ام حرام کے لیے سواری کا جانور لایا گیا چنانچہ آپ اس پر سے گر پڑیں اور وفات پا گئیں"۔

پہلی علت کا جواب:

اس کے متعدد جوابات ہیں:

پہلا جواب:

کسی نے بھی اس حدیث کو شاذ نہیں کہا! کس محدث نے ایسی بات کہی ہے؟!۔

دوسرا جواب:

بالفرض پہلی حدیث کے الفاظ کو شاذ مان لیا جائے اور دوسری حدیث کے الفاظ کو صحیح تو پھر بھی یہ الفاظ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ امام لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ ج 8 ص 1524 پر اس حدیث کو اس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے: ان احادیث کا بیان جو نبی کریم ﷺ سے حضرت ابو عبدالرحمن معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔

امام ابن عبدالبر المالکی کا مؤقف:

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے التمہید ج 1 ص 235 پر کہا: اس میں جناب معاویہ رحمہ اللہ کی فضیلت کا بیان ہے کیونکہ آپ نے پہلے گروہ کے جھنڈے کے نیچے جہاد کیا اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی کی رائے:

امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری ج 11 ص 73 پر کہا: نبی کریم ﷺ کا فرمان: "میری امت کے لوگ مجھ پر جہاد کرتے پیش کیے گئے" یہ اس بات کی خبر دیتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب ان کے بلندی مرتبہ کو دیکھا تو اس پر تعجب وخوشی کی وجہ سے ہنسا تھا۔

دوسری علت:

اس حدیث کے سارے رجال ناصبی ہیں۔

دوسری علت کا جواب:

میں کہتا ہوں کہ سب سے پہلے ضروری ہے کہ بدعتی کی روایت کا مسئلہ واضح ہو۔ اس مسئلہ میں واللہ اعلم صحیح یہ ہے کہ بدعتی کی روایت مطلقا قابل قبول ہے اگرچہ وہ اپنے مذہب کا داعی ہو جبکہ وہ فی نفسہ ثقہ اور اس کی بدعت، بدعت کفریہ نہ ہو۔

بدعتی سے روایت لینے میں اہل علم کے اقوال:

اس مسئلے میں اہل علم کے کئی اقوال ہیں:

پہلا قول:

بدعتی کی روایت کو مطلقا رد کیا جائے گا۔ یہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے اور قاضی ابوبکر الباقلانی نے بھی یہی کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے روایت لینا اس کی بدعت کو رواج دینا اور اس کے ذکر کو مشہور کرنا ہے۔

خطیب بغدادی نے الکفایہ ص 148 پر کہا: اہل بدعت وخواہش جیسے قدریہ، خوارج اور روافض سے حدیث سماعت کرنے کا اہل علم میں اختلاف ہے۔ جو ان سے روایت لیتے ہیں ان سے دلیل پکڑنے کے بارے میں سلف کے ایک گروہ نے منع کیا ہے یہ بات صحیح اس علت کی وجہ سے ہے کہ جس کا مذہب ہے تاویل کرنے والے بھی کافر ہوتے ہیں ان کے نزدیک یہ بدعتی کافر ہیں اور جن کے مذہب میں تاویل کرنے والوں پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا ان کے نزدیک بدعتی فاسق ہیں اور یہ مذہب جن سے مروی ہے ان میں سے حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان ج1 ص10 پر کہا: وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی وجہ سے کافر نہیں ہیں جیسے روافض وخوارج وغیرہم ان کی روایت قبول نہ کرنے کا مذہب امام مالک اور آپ کے اصحاب، قاضی ابوبکر باقلانی اور آپ کے پیروکاروں کا ہے۔

اس قول کو ابن الصلاح نے اپنی کتاب علوم الحدیث ص 104 پر رد کر دیا چنانچہ کہا: بدعتی کی روایت کو مطلقا رد کرنے کا قول بہت بعید ہے، ائمہ حدیث کے مروجہ طریقے کے بہت دور ہے کیونکہ ان کی کتب ان بدعتیوں کی روایات سے بھری ہوئی ہیں جو اپنے مذہب کے داعی نہیں ہیں۔

اس مذہب کے لوگوں میں سے امام ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی ہیں بالخصوص وہ راوی جس میں تشیع کا وصف پایا جائے پس جو بھی راوی اس تشیع سے موصوف ہو اس کی حدیث رد کر دیتے ہیں مگر راویوں کی ایسی جماعت کو رد نہیں کرتے جو اپنے حفظ وضبط میں مشہور ہوں۔

امام ذہبی نے میزان ج 2 ص 66 پر کہا: ابواسحاق جوزجانی کی عبارت میں کمزوری ہے اور یہ ان کی عادت ہے۔

معلمی نے التنکیل ج1 ص46 پر کہا: جوزجانی میں نصب پایا جاتا ہے اور وہ شیعہ راویوں پر طعن کرنے کا فریفتہ ہے۔

دوسرا قول:

اس میں تفصیل ہے۔جب بدعتی راوی اپنی بدعت کا داعی ہو تو اس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی اور اگر داعی الی البدعہ نہ تو قبول کی جائے گی۔یہی اکثر اہل علم کا قول ہے۔

خطیب بغدادی نے اس قول کو امام احمد کی طرف منسوب کیا اور خطیب نے اپنی روایت سے یہ بات ابن مہدی اور ابن مبارک کے حوالے سے بیان کی۔

امام احمد نے نے شبابہ بن سوار کے بارے میں کہا: میں نے اسے چھوڑ دیا ہے اور اس کے مرجئہ ہونے کی وجہ سے میں اس کے حوالے سے حدیث نہیں لکھتا۔آپ سے کہا گیا: اے ابوعبداللہ! اور ابومعاویہ (سے آپ روایت لیتے ہیں حالانکہ وہ بھی بدعتی ہے) آپ نے کہا: شبابہ اپنی بدعت کا داعی تھا۔

(دیکھئے: میزان الاعتدال ج1 ص301، تہذیب التہذیب ج2 ص147 ترجمہ شبابہ بن سوار)

خطیب بغدادی نے الکفایہ ص 149 پر کہا: بہت سارے علماء نے کہا کہ اہل بدعت جو اپنی بدعت کے داعی نہ ہوں ان کی اخبار قبول کی جائیں گی اور جو اپنی بدعت کے داعی ہیں ان کی اخبار سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی۔جن لوگوں کا یہ مذہب ہے ان میں سے امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ہیں۔

(اسے خطیب بغدادی نے کفایہ رقم: 194 پر روایت کیا)۔

عبدالرحمن بن مہدی نے کہا: جو رائے رکھتا ہے اور اس کی دعوت نہیں دیتا میں اس سے روایت لے لیتا ہوں اور جو رائے رکھتا ہے اور اس کی دعوت بھی دیتا ہے وہ چھوڑ دینے کا مستحق ہے۔

(اسے خطیب بغدادی نے الکفایہ رقم: 155 پر روایت کیا۔)

علی بن حسن بن شقیق نے کہا: میں نے عبداللہ یعنی ابن مبارک سے کہا: آپ نے عمرو بن عبید سے حدیث سماعت کی ہے؟ آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے کہا: ایسی ایسی یعنی بہت زیادہ۔میں نے کہا: آپ اس کا نام نہیں لیتے اور اس کے علاوہ دیگر قدریہ فرقے والوں کا نام لیتے ہو۔آپ نے کہا: یہ اس فرقے کا سردار ہے۔(سیر اعلام النبلاء ج8 ص302)

امام نووی نے تقریب ص 43 پر کہا: یہی قول زیادہ ظاہر، زیادہ درست، کثیر یا اکثر محدثین کا قول ہے۔

ابن الصلاح نے علوم الحدیث ص 104 پر کہا: یہ تمام اقوال میں سے زیادہ درست اور زیادہ بہتر قول ہے۔

ابن کثیر نے اختصار علوم الحدیث ج1 ص 299 پر کہا: اسی مذہب پر اکثر اہل علم ہیں کہ داعی اور غیر داعی

کی تفصیل کی جائے گی۔ بلکہ ابن حبان نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے چنانچہ آپ نے جعفر بن سلیمان الضبعی کے ترجمہ میں الثقات کی ج 6 ص 140 پر کہا: جعفر بن سلیمان اپنی مرویات میں ثقہ واتقان والوں میں سے ہے ہاں اس کا میلان اہل بیت کرام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن وہ اپنے مذہب کا داعی نہیں ہے اور ہمارے ائمہ حدیث کے مابین اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب صدوق، اتقان والے شخص میں بدعت پائی جائے اور وہ اس بدعت کا داعی نہ ہو تو اس کی اخبار سے دلیل پکڑنا جائز ہے پھر جب وہ اپنی بدعت کا داعی ہوا تو اس کی اخبار سے دلیل لینا ساقط ہو گیا اسی علت کی وجہ سے ایک جماعت کی حدیث کو محدثین نے ترک کر دیا جو بدعت کی طرف منسوب کیے جاتے تھے اور وہ اس کے داعی بھی تھے اگرچہ وہ ثقہ تھے اور ہم نے ایسے ثقہ لوگوں کی روایات سے دلیل پکڑی جن کا بدعت کی طرف منسوب ہونا نہ ہونا برابر ہے علاوہ اس کے کہ جس کی طرف وہ منسوب کیے جاتے تھے اس کے داعی نہیں تھے اور بدعتی ہونا یہ بندے اور رب کے مابین معاملہ ہے۔ رب تعالیٰ اگر چاہے گا تو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا ہم پر ان کی روایات قبول کرنا لازم ہے جبکہ وہ ثقہ ہوں اسی قانون کے مطابق جسے ہم نے اپنی کتب کے متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔

(دیکھیے: المجروحین ج 1 ص 18)

اسی امام حاکم نے اس پر محدثین کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (دیکھیے: التنکیل للمعلمی ج 1 ص 43)

امام ذہبی کیا المغنی فی الضعفاء ج 1 س 523 پر کچھ تصرف کیساتھ یوں ہے: بہرحال غالی بدعتی اور بدعت کے داعی راویوں کا معاملہ یہ ہے کہ جمہور سلف ان سے پرہیز کرتے ہیں اور ان سے روایت نہیں لیتے۔

اور میزان الاعتدال ج 2 س 6 میں داؤد بن الحصین کے تعارف میں امام ذہبی نے کہا: اس کا مذہب، شراۃ یعنی خوارج کا مذہب تھا جیسے عکرمہ کی طرح، لیکن یہ اپنی مذہب کا داعی نہیں تھا اور بدعت کی طرف دعوت دینے والے راویوں کی حدیثوں سے اجتناب برتنا واجب ہے۔

حافظ ابن حجر نے نزهۃ النظر ص 137 پر نقل اتفاق کو غریب قرار دیا ہے۔

ایک جماعت یہ اس کیساتھ یہ بھی قید لگائی ہے کہ اس حدیث میں وہ بات نہ ہو جو اس کی بدعت کو قوت دے۔

ابراہیم بن ابراہیم الجوزجانی نے اپنی کتاب الشجرۃ فی معرفۃ الرجال س 32 پر راویوں کے حوالے سے کہا: ان میں سے کچھ وہ راوی ہیں جو (اپنے مذہب میں) حق سے علیحدگی اختیار کرنے والے ہیں اور نقل حدیث میں سچے ہیں ان کے بارے میں حیلہ یہی ہے کہ ان سے حدیث لی جائے گی جب تک کہ وہ منکر نہ ہو

اور جب تک کہ وہ اس کی بدعت کو قوت نہ دیتی ہو (لیکن اگر اس کی روایت، اس کی بدعت کو قوت دیتی ہو تو اسے رد کر دیا جائے گا)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لسان المیزان ج1 ص11 پر کہا: ہمارے قول: "بدعتی جب روایت حدیث میں سچا ہو اور اپنی بدعت کا داعی نہ ہو تو اس کی روایت قبول ہے" اس کیساتھ یہ قید بھی لگائی چاہیے کہ اس شرط کیساتھ اس کی روایت قبول ہے کہ جو وہ روایت بیان کر رہا ہے اس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو اس کی بدعت کی تقویت و پختگی کا باعث ہو کیونکہ اس وقت ہمیں اس پر بدعت کے غلبہ سے امان نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے نخبۃ الفکر ص136 پر کہا: پھر بدعت یا تو کفریہ ہوگی یا فسقیہ۔ پس پہلی بدعت والے کو جمہور قبول نہیں کرتے اور تحقیق یہ ہے کہ ہر کفریہ بدعت والے کو رد نہیں کیا جائے گا کیونکہ ہر گروہ کا دعویٰ ہے کہ اس کا مخالف بدعتی ہے اور کبھی وہ اس میں مبالغہ کرتے ہیں تو اپنے مخالف کو کافر قرار دیتے ہیں لہٰذا قابل اعتماد بات یہ ہے کہ اس کی روایت کو رد کیا جائے گا جو ضروریاتِ دین میں سے کسی امرِ متواتر کا انکار کرے گا یا اس کے خلاف (یعنی ضروریات دین کے خلاف) عقیدہ رکھے گا۔

اور دوسری بدعت والے کی روایت اصح قول کے مطابق قبول کی جائے گی جب تک کہ وہ اپنی بدعت کا داعی نہ ہو ہاں اگر وہ ایسی بات روایت کرے جو اس کی بدعت کو قوت بخشے تو اسے رد کیا جائے گا مختار مذہب کے مطابق۔ امام نسائی کے شیخ جوزقانی کی اس کی تصریح کی ہے۔

ہدی الساری ص549 پر ابن حجر نے کہا: یہی مذہب زیادہ درست ہے اور ائمہ کی جماعتیں اسی طرف گئی ہیں یعنی بدعت کی روایت مقبول ہے جب وہ بدعت کا داعی نہ ہو۔

تیسرا قول:

بدعت راوی پر مؤثر نہیں ہوتی جب ثابت ہو کہ وہ راوی حافظ، ضابط اور صادق ہے، جھوٹ بولنے والا نہیں ہے یہ اس لیے کہ اس کی دیانت داری اور اس کی سچائی اس کے جھوٹ سے رکاوٹ بن جاتی ہے۔

(دیکھیے: التہذیب ج3 ص317، فتح الباری ج10 ص358، فتح المغیث ج2 ص61)

یہ جمہور متقدمین کا قول ہے جیسے امام بخاری، امام مسلم، امام علی بن مدینی، امام یحییٰ بن سعید القطان اور ابن خزیمہ وغیرہم محدثین کا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک مقام پر بطور متابعت عمران بن حطان سے روایت لی

ہے۔ (دیکھئے: بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر للرجال وقدر ما یجوز منہ، رقم:5835)

اور عمران بن حطان، خوارج میں سے تھا۔ ابن حجر نے ہدی الساری ص 432 پر کہا: وہ اپنے مذہب کا داعی تھا۔

اور امام بخاری نے عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی سے بھی حدیث لی اور یہ آدمی مرجئہ مذہب کا داعی تھا یہ بات امام ابوداؤد ( ) نے ایک مقام پر کہی ہے۔

(دیکھئے: سنن لابی داود، کتاب فضائل القرآن، باب حق حسن الصوت بالقراءۃ للقرآن، رقم الحدیث:4761)

اور امام بخاری نے رقم:990 پر اور امام مسلم نے رقم:215 پر روایت کی۔ اور لفظ بخاری کے ہیں۔ اسماعیل بن ابی خالد کے سے وہ قیس سے وہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، آپ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانیہ فرماتے ہوئے سنا نہ کہ پوشیدہ طور پر: خبردار! بے شک آل بنی بیاض یعنی فلاں میرے ولی نہیں، میرا تو ولی اللہ ہے اور نیک مؤمن ہے۔

اور قیس بن ابی حازم پر نصب (اہل بیت کو گالیاں نکالنے) کی بدعت کی تہمت لگائی گئی۔

(دیکھئے: التہذیب ج3 ص444، فتح الباری ج10 ص516)

اس حدیث کا ظاہر اس راوی کی بدعت کی تائید کرتا ہے اس کے باوجود بخاری و مسلم نے اسے تخریج کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج10 ص515 پر کہا: ابوبکر بن العربی نے سراج المریدین میں کہا: عمرو بن العاص کی اصل حدیث میں: ان آل ابی طالب تھا تو راوی نے: "آل ابی فلان" سے بدل دیا۔ ایسا ہی جزم ہے اس بات پر۔ بعض لوگوں نے اس کا تعاقب کیا اور طعن و تشنیع میں مبالغہ کیا اور اسے آل ابی طالب کے خلاف ابھارنے پر اسے منسوب کیا۔ یہ منکر اپنے درستگی کو نہیں پہنچا کیونکہ یہ روایت جس کی طرف ابن العربی نے اشارہ کیا مستخرج ابی نعیم میں موجود ہے الفضل بن الموفق کے طریق سے وہ عنبسہ سے وہ عبدالواحد سے بخاری کی سند کیساتھ وہ بیان بن بشر سے وہ قیس بن ابی حازم سے وہ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے، آپ نے اسے مرفوع کیا: ان لبنی ابی طالب رحما ابلھا ببلاھا اور اس طریق سے اسماعیلی نے بھی اسے تخریج کیا لیکن طالب کے لفظ کو مبہم رکھا۔ شاید اس مقام پر اس کو مبہم رکھنے والے کو ابھارنے والی یہ بھی ہو ان کے گمان کے مطابق کہ یہ بات آل ابی طالب میں تنقیص کا تقاضہ کرتی ہے حالانکہ جیسا انہوں نے گمان کیا ایسی بات نہیں

اور یہ بات بھی ہے امام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ نے رقم: 237 پر عدی بن ثابت کے طریق سے روایت تخریج کی وہ زر بن حبیش سے وہ جناب مولا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: مجھ سے نبی امی ﷺ سے یہ عہد لیا ہے کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرتا ہے اور صرف منافق ہی بغض رکھتا ہے۔

اور عدی بن ثابت شیعہ، قصہ گو ہے!۔

امام ذہبی نے میزان الاعتدال ج 3 ص 61 پر کہا: عدی بن ثابت شیعہ کا عالم تھا اور شیعہ کا سچا آدمی، قصہ اوران کی مسجد کا امام تھا۔ اس کے باوجود امام مسلم نے اس کے طریق سے یہ مذکورہ روایت لی ہے۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند کیساتھ کفایہ ص 157 پر جناب علی بن المدینی سے روایت کی، آپ نے کہا: میں نے یحیی بن سعید القطان سے کہا کہ عبدالرحمن بن مہدی نے کہا: حدیث والا ہر وہ شخص جو بدعتیوں کا سردار ہوتا ہے میں اسے چھوڑ دیتا ہوں (یعنی اس سے حدیث روایت نہیں کرتا) تو یحیی بن سعید ہنس پڑے اور کہا: قتادہ کیساتھ کیا معاملہ کرو گے؟ عمر بن ذر الہمدانی کیساتھ کیسا برتاؤ کرو گے؟! ابن ابی رواد کیساتھ کیا سلوک کرو گے؟! اور یحیی بن سعید نے کئی لوگ گنوائے جن کے ذکر سے میں خاموشی اختیار کرتا ہوں پھر یحیی بن سعید نے کہا: عبدالرحمن نے اس قسم کے بہت سے لوگوں کو چھوڑ دیا۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ج 5 ص 278)

خطیب نے اپنی سند کیساتھ الکفایہ ص 157 پر جناب علی بن مدینی سے روایت کی کہ: اگر میں اہل بصرہ کو قدری ہونے کی وجہ سے چھوڑ دوں اور اہل کوفہ کو رائے یعنی تشیع ہونے کی وجہ سے ترک کردوں تو کتابیں برباد ہوجائیں گی۔ خطیب نے کہا: آپ کا یہ قول: کتابیں برباد ہوجائیں گی اس کا مطلب یہ ہے کہ: یقیناً حدیث چلی جاتی۔

محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے اپنی صحیح ج 2 ص 376 رقم الحدیث: 497 پر کہا: ہم سے عباد بن یعقوب نے بیان کیا جو اپنی رائے میں متہم ہے اور اپنی حدیث میں ثقہ ہے۔۔۔ الخ۔

پس ابن خزیمہ نے عباد بن یعقوب الراوجنی کو حدیث میں ثقہ قرار دیا ہے حالانکہ اس کے دین میں تہمت لگائی گئی اور یہی صحیح قول ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر محدثین کا عمل جاری ہوا ہے پس صحیحین میں بعض بدعتیوں سے روایت موجود ہے جو اپنی بدعت کی طرف بلاتے تھے اور جو ان کے علاوہ تھے یعنی اپنی بدعت کے داعی نہیں تھے جبکہ وہ صدق میں معروف تھے۔

ذہبی نے سیر ج 7 ص 21 پر کہا: ایک جماعت قدریہ مذہب کا شکار ہے اور ان کی حدیثیں بخاری ومسلم

میں ہیں یا ان میں سے ایک میں ہیں کیونکہ وہ صدق واتقان سے متصف ہیں۔

معلمی نے التنکیل ج1 ص50 کہا: حدیث کے ائمہ نے اہل بدعت کی ایک جماعت کی توثیق کی ہے اوران کی احادیث سے احتجاج کیا ہے اور صحاح میں ان کی تخریج کی ہے۔ان کی روایات کا تتبع کیا جائے تو ان میں بہت سی ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جن کا ظاہر ان کے بدعت کی موافقت کرتا ہے اور اہل علم ان احادیث کی تاویل کرتے ہیں، راوی کی بدعت کی وجہ سے ان میں طعن نہیں کرتے اور نہ ہی اس راوی میں طعن کرتے اس کو روایت کرنے کی وجہ سے۔

ذہبی نے سیر ج7 ص154 پر کہا: یہ بڑا مسئلہ ہے وہ یہ ہے: قدری، معتزلی، جہمی اور رافضی جب حدیث میں ان کی صداقت وتقویٰ معلوم ہوجائے اور ہو اپنی بدعت کا داعی نہ ہو تو اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس کی روایت قبول کی جائے گی اوراس کی حدیث پر عمل کیا جائے گا اور بدعت کے داعی راوی کے بارے میں محدثین نے تردد کیا ہے چانچہ کثیر حفاظ حدیث کا مذہب یہ ہے کہ اس کی حدیث اجتناب کیا جائے اور اسے چھوڑ دیا جائے۔

اور بعض محدثین نے کہا: جب ہمیں اس کا صدق معلوم ہوگیا ہے اور وہ داعی تھا اور ہم نے اس کے پاس کوئی ایسی سنت پائی جس کو بیان کرنے میں وہ اکیلا ہے تو ہمارے لیے کیسے جائز ہے کہ ہم اس سنت کو چھوڑ دیں؟ ائمہ حدیث کے تمام تصرفات اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ جب بدعتی کی بدعت اسے دائرہ اسلام سے خارج نہ قرار دے اور نہ ہی اس کا خون مباح قرار دے (یعنی بدعت کفریہ نہ ہو) تو جو اس نے روایت کیا اسے قبول کرنا جائز ہے۔یہ مسئلہ جیسا چاہیے تھا مجھ پر ظاہر نہیں ہوا اور جو مجھ پر واضح ہوا اس میں سے یہ ہے: جو اپنی بدعت میں داخل ہوا اور ان کے سرداروں میں شمار نہیں کیا گیا اور اس میں وہ دور تک نہیں گیا تو اس کی حدیث قبول کی جائے گی۔

ذہبی نے میزان ج1 ص5 پر ابان بن تغلب کے ترجمہ میں کہا: یہ سچا ہے پس ہمارے لئے اس کا صدق لینا ہے اور اس کی بدعت اس کے اپنے کھاتے میں ہے۔

اور سیر ج19 ص368 پر ابراہیم بن ابی داؤد سلیمان بن داؤد الاسدی البرلسی کے ترجمہ میں کہا: اس بارے میں عمدہ بات مسلمان راوی کا سچا ہونا ہے پھر جب وہ بدعتی ہو تو اس سے روایت لی جائے گی لیکن اس سے اعراض کرنا زیادہ بہتر ہے اور جو کبیرہ گناہ کے ارتکاب میں معروف ہو اس سے روایت نہیں لینی چاہیے۔

اور سیر ج13 ص395 پر محمد بن الفرج بن محمود الازرق البغدادی کے ترجمہ میں کہا: اس کی عادات بھی

بہت سارے ان ثقہ راویوں جیسی ہیں جن کی احادیث بخاری مسلم ہیں یا ان میں سے کسی ایک میں ہیں ان لوگوں میں سے جن کی بدعت ہلکی ہے یا سخت، پھر حیلہ کیا ہے؟ ہم اللہ سے معافی کا سوال کرتے ہیں اور چشم پوشی کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیز ان ج1 ص10 پر کہا: وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی وجہ سے کافر نہیں ہیں ان کی روایت سے منع کرنے کا مذہب امام مالک اور آپ کے اصحاب کا ہے اور قاضی ابوبکر الباقلانی اور آپ کے پیروکاروں کا ہے۔ اور بدعتیوں کی روایت کو مطلقا قبول کرنا سوائے اس کے کہ جو اپنی بدعت کی وجہ سے کافر ہو گیا اور سوائے اس کے کہ جو جھوٹ کو حلال جانتا ہو یہ مذہب امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور ایک جماعت کا ہے اور امام شافعی سے یہی روایت کی گئی۔ اور رہا معاملہ تفصیل کا تو یہی اکثر محدثین کا مذہب ہے بلکہ ابن حبان نے اس میں محدثین کا اجماع نقل کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بدعتی جب داعی ہو تو اس پاس یہ چیز ایسی ہے جو اسے ایسی روایت پر ابھارنے والی ہے جس سے اس کی بدعت کو پختگی ملتی ہے۔

میں کہتا ہوں کفریہ بدعت والے کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی بدعت کو رد کیا جائے گا۔ امام نووی نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔ امام نووی نے کہا: جو اپنی بدعت کی وجہ سے کافر ہو گیا اس کی روایت سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔ (تدریب الراوی ج1 ص387، شرح النووی علی مسلم ج1 ص60)

ابن کثیر نے اختصار علوم الحدیث ج1 ص299 پر کہا: بدعتی اگر اپنی بدعت کی وجہ سے کافر ہو جائے تو اس کی روایت کے رد کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر نے نزھۃ النظر ص138 پر کہا: تحقیق یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کی بدعت کی وجہ سے تکفیر کی گئی اس کی روایت کو رد نہیں کیا جائے گا کیونکہ ہر گروہ کا دعوی ہے کہ اس کا مخالف مدعتی ہے اور کبھی وہ اس میں مبالغہ کرتا ہے تو اپنے مخالف کو کافر قرار دے دیتا ہے لہذا قابل اعتماد بات یہ ہے کہ اس کی روایت کو رد کیا جائے گا جو ضروریات دین کے کسی امر متواتر کا انکار کرے اور ایسے ہی وہ جو اس کے الٹ عقیدہ رکھے!۔

(حدی الساری ص549)

معلمی نے التنکیل ج1 ص42 پر کہا: اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بدعتی اگر اپنی بدعت کی وجہ سے اس سے خارج ہو جائے تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ قبول روایت کی شرطوں میں ایک شرط مسلمان ہونا بھی ہے۔

تیسری علت: متن حدیث میں اعتراض:

اس حدیث کے متن کو شاذ قرار دینے کے لیے بہت زیادہ اشکالات وارد کیے گئے ہیں۔ یہ اشکالات واعتراضات مردود ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کچھ اشکالات مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا اشکال:

بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ بے شک سیدہ ام حرام کو جس دن نبی ﷺ نے دیکھا اس وقت وہ حضرت عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھی اور بعض احادیث میں ہے کہ سیدہ ام حرام نے ان کے بعد شادی کی تھی۔

پہلے اشکال کا جواب:

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی روایت: "بے شک سیدہ ام حرام کو جس دن نبی ﷺ نے دیکھا اس وقت وہ حضرت عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھی تو یہ روایت بعد میں ہونے والے یقینی واقعے کی پہلے سے خبر دینے کے باب سے ہے (مایؤول الیہ کے قاعدے کے تحت) اسی بات پر قاضی عیاض مالکی کی اتباع میں امام نووی نے اعتماد کیا۔ (دیکھیے: فتح الباری ج11 ص75)

دوسرا اشکال:

بعض حضرات نے یہ اشکال وارد کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کسی ایسی عورت کے پاس داخل ہونا جو آپ ﷺ کے محارم میں سے نہ ہو کیسے ہوسکتا ہے اور اور کیسے ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ اپنا سر اس کی گود میں رکھیں اور وہ آپ ﷺ کا سر کھجلائے؟!۔

دوسرے اشکال کا جواب:

اس اشکال کے دو جوابات ہیں:

1:۔ سیدہ ام حرام اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان دودھ کا رشتہ تھا۔ بعض نے کہا: سیدہ ام حرام حضور ﷺ کی رضائی ماں ہیں اور بعض نے کہا: وہ حضور ﷺ کی خالہ ہیں اور بعض نے کہا: وہ حضور ﷺ کی رضائی بہن ہیں۔ علماء کی ایک جماعت پر اسی پر جزم ہے جیسے ابن عبدالبر، ابن الجوزی، ابن بطال وغیرہم۔

(دیکھیے: فتح الباری ج11 ص81)

2:۔ یہ بات حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ ابن حجر نے فتح الباری ج11 ص81 پر کہا: خصوصیت کا دعویٰ ہی اس اعتراض کا بہترین جواب ہے۔

تیسرا اشکال:

اس روایت نے سمندر میں دو غزوات قرار دیئے ہیں اور عمیر بن الاسود کی شاذ روایت تو ایک غزوہ سمندر میں اور ایک غزوہ خشکی میں یعنی قیصر کے شہر میں قرار دیتی ہے!۔

تیسرے اشکال کا جواب:

میں کہتا ہوں قیصر کا شہر قسطنطنیہ اس کا ایک کنارہ سمندر سے ملتا ہے اور دوسرا کنارہ خشکی سے ملتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم رقم: 2920 پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے۔

اس پر یہ بھی روایت دلالت کرتی ہے جسے امام طبرانی نے اپنی معجم ج 25 ص 133 پر ہشام بن عمار کے طریق سے روایت کیا، آپ نے کہا:

ثنا يحيى بن حمزة ثنا ثور بن يزيد عن خالد بن معدان عن عمرو بن الاسود انه حدثه انه اتى عبادة بن الصامت وهو في ساحل حمص في بناء له ومعه امراته ام حرام. قال عمرو: فحدثتنا ام حرام انها سمعت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم يقول: اول جيش من امتي يغزون هذا البحر قد اوجبوا فقالت ام حرام: يارسول الله انا منهم؛ فقال: انت منهم. ثم قال رسول الله ﷺ: اول جيش من امتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم. فقالت ام حرام: يارسول الله انا منهم؛ قال: لا.

''ہم سے یحیی بن حمزہ نے بیان کیا کہا ہم سے ثور بن یزید نے بیان کیا وہ خالد بن معدان سے وہ عمرو بن الاسود سے راوی ہیں، آپ نے بیان کیا کہ وہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جبکہ وہ حمص کے ساحل پر اپنے گھر میں تھے اور ان کیساتھ ان کی بیوی سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمرو نے کہا: ہم سے سیدہ ام حرام نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت کا پہلا لشکر جو اس سمندر پر جنگ کرے گا اس نے اپنے اوپر جنت کو واجب کر لیا ہے۔ حضرت ام حرام نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں ان میں سے ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے ہو! پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔ حضرت ام حرام نے کہا: یارسول اللہ کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں''۔

پس ان کا یہ قول کہ ''جزیرہ قیصر'' اسی بات پر دلالت کرتا ہے جس کا میں نے ذکر کیا۔

چوتھا اشکال:

اس روایت کا ظاہر یہ ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا غزوہ جناب معاویہ کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا حالانکہ حضرت ام حرام اس سے پہلے وفات پاگئیں تھیں اسی طرح ان کے شوہر حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت سے پہلے وفات پاگئے تھے۔

چوتھے اشکال کا جواب:

میں کہتا ہوں یہ غزوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وقوع پذیر ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت شام کے امیر تھے، یہ 28ھ کا واقعہ ہے پس قصہ سب سے پہلے سمندری غزوہ کے بارے میں وارد ہوا ہے اور پہلا سمندری غزوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں واقع ہوا ہے۔

ابن حجر نے الفتح ج11 ص78 پر کہا: اس حدیث کے ظاہر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حکومت میں ہوا حالانکہ ایسی بات نہیں۔ اس کے ظاہر سے بعض لوگوں نے دھوکا کھایا تو وہ وہم میں پڑ گئے۔ یہ قصہ تو اس کے حق میں وارد ہوا ہے جو سب سے پہلے سمندر میں جنگ کرنے نکلے گا۔

پانچواں اشکال:

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا شہر قیصر میں سواری سے گری تھیں (اور ان کی وفات ہوگئی تھیں) اور بعض دوسری روایات میں آیا ہے کہ شام میں حمص کے ساحل پر سواری سے گری تھیں۔

پانچویں اشکال کا جواب:

اس کا یہ جواب دیا جائے گا: اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے کہ ساحل حمص میں دفن کی گئیں ہیں تو حضرت ام حرام اور ان کی بہن کا یہ واقعہ ہے اور اس میں متعدد واقعات ہوئے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج11 ص81 پر کہا: اس بنیاد پر حضرت ام حرام اور ان کی بہن کے متعدد واقعات رونما ہوئے ہیں پس شاید ان دونوں میں سے ایک قبرص کے ساحل میں دفن کی گئیں اور دوسری حمص کے ساحل میں دفن کی گئیں۔

اطراف المسند ج9 ص494 پر کہا: یہ قصہ حضرت ام حرام کے قصہ کے مشابہ ہے لیکن یہ، وہ قصہ نہیں بلکہ یقینی طور پر اس کے علاوہ ہے۔

چھٹا اشکال:

اس لشکر کے امیر منذر بن زبیر تھے نہ کہ حضرت معاویہ!۔

اسکی دلیل وہ روایت جو امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف ج 5 ص 285 پر روایت کی۔ اور امام احمد کے طریق سے مسند احمد رقم: 27494 پر معمر سے روایت وہ زید بن اسلم وہ عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں:

ان امراة حدثته قالت :نام رسول الله ثم استيقظ وهو يضحك فقلت :تضحك مني يارسول الله!قال:"لا ولكن من قوم من امتي يخرجون غزاة في البحر مثلهم كمثل الملوك على الاسرة" ثم نام، ثم استيقظ فقال:مثل ذلك سواء لكن قال:"فيرجعون قليلة غنائمهم مغفورا لهم"قالت:فادع الله ان يجعلني منهم فدعا لها .قال عطا:فرايتها في غزاة غزاها المنذر بن الزبير الى ارض الروم فماتت بارض الروم.

''ایک عورت نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے، پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ میری وجہ سے ہنس رہے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں لیکن اپنی امت کے ان لوگوں کی وجہ سے جو سمندر میں جنگ کرنے نکلیں گے ان کی مثال ان بادشاہوں جیسی ہے جو تختوں پر بیٹھے ہوں'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر سو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو اسی کی مثل فرمایا لیکن اس بار یہ بھی کہا: وہ لوگ مال غنیمت تھوڑا لے کر لیکن بخشے ہوئے لوٹیں گے۔ انہوں نے کہا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں شامل فرما دے! تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ عطاء نے کہا: میں نے اس عورت کو اس جنگ میں دیکھا جو منذر بن زبیر نے روم کی زمین میں لڑی تو وہ عورت روم کی سرزمین میں فوت ہو گئیں''۔

ابن حجر نے فتح الباری ج 11 ص 76 پر کہا: اس کی سند صحیح کی شرط پر ہے۔ اور اطراف المسند ج 9 ص 489 پر کہا: اس کی سند صحیح ہے۔ اور عبدالرزاق کی روایت ج 5 ص 285 پر یہ الفاظ آئے ہیں: وہ عورت حذیفہ کی بیوی تھی۔

چھٹے اشکال کا جواب:

درست یہ ہے کہ وہ عورت جس نے یہ واقعہ بیان کیا جیسا کہ امام احمد کی روایت رقم: 27494 پر آئی ہے اور اسی طرح اطراف المسند ج 9 ص 489 پر آئی ہے جسے عبدالرزاق کے طریق سے روایت کیا ہے اس قصہ میں وہ عورت الرمیصا ام عبداللہ اور ام سلیم کی بہن ہیں نہ کہ ام حرام۔ اس کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

1:۔ امام ابوداؤد نے رقم: 2492 پر سابقہ طریق سے معمر کے طریق سے روایت کی وہ زید بن اسلم سے

وہ عطاء بن یسار سے وہ ام سلیم کی بہن الرمیصاء سے روایت کرتے ہیں، آپ کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے پھر بیدار ہوئے اس وقت وہ اپنا سر دھو رہی تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو آپ نے کہا: یارسول اللہ کیا آپ میرے سر کی وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ امام ابوداؤد نے کمی بیشی کیساتھ یہ روایت چلائی ہے۔ یہ روایت امام بخاری کی شرط پر ہے۔

2:۔عطاء بن یسار نے حضرت ام حرام کو نہیں پایا۔

حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ عطاء بن یسار نے ذکر کیا کہ ان سے اس عورت نے بیان کیا اور ان کا حضرت ام حرام کو پانا بہت بعید ہے کیونکہ یہ غزوہ 28ھ میں ہوا بلکہ 33ھ میں بعد کی وجہ یہ ہے کہ عطاء کی ولادت 29ھ میں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج11 ص79 پر کہا: میرے لیے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ اس شخص کا قول جس نے کہا کہ عطاء بن یسار کی یہ حدیث حضرت ام حرام سے ہے، وہم ہے وہ تو صرف حضرت الرمیصاء ہیں اور ام سلیم نہیں ہیں اگرچہ انہیں بھی الرمیصاء کہا جاتا ہے۔

3:۔جس واقعے میں ذکر کیا گیا ہے کہ امیر لشکر منذر بن زبیر تھے وہ حضرت ام حرام کے واقعے کے کئی وجوہ سے مخالف ہے۔

اول: حدیث ام حرام میں ہے کہ جسوقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک کھجلا رہی تھیں اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ اپنا سر دھو رہی تھیں جیسا کہ اس کا ذکر ابوداؤد کی روایت رقم: 2492 کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

ثانی: روایت ام حرام کا ظاہر یہ ہے کہ دوسری جماعت خشکی میں جنگ کرے گی اور دوسری روایت کا ظاہر یہ ہے کہ وہ سمندر میں جنگ کرے گی۔

ثالث: روایت ام حرام میں ہے کہ وہ پہلی جماعت سے ہوں گی اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ دوسری جماعت سے ہوں گی۔

رابع: حدیث ام حرام میں ہے کہ اس جنگ کے امیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کے امیر منذر بن زبیر تھے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج11 ص79 پر کہا: اس بنیاد پر حضرت ام حرام اور ان کی بہن کے متعدد واقعات رونما ہوئے ہیں پس شاید ان دونوں میں سے ایک قبرص کے ساحل میں دفن کی گئیں اور دوسری حمص کے ساحل میں دفن کی گئیں۔ ایسے ہی اطراف المسند ج9 ص484 پر ہے۔

خامس: منذر بن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اتنی چھوٹی عمر کے تھے ان جیسے جنگ میں شریک نہیں ہوتے چہ جائیکہ وہ لشکر کی قیادت کریں۔ منذر بن زبیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوئے اور پہلا سمندری غزوہ 28ھ میں ہوا۔

ساتواں اشکال:

اجمالی خطاب تمام افراد کو شامل نہیں ہوتا لہٰذا یہ حدیث جناب معاویہ کے فضیلت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ ان کی مذمت میں احادیث آئی ہیں۔

ساتویں اشکال کا جواب:

اجمالی خطاب تمام افراد کو شامل ہوتا ہے مگر جسے خاص دلیل سے استثناء کیا گیا ہو۔

(دیکھئے: فتح الباری ج 6 ص 102)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں خصوصی طور پر احادیث وارد ہوئی ہیں جیسے حدیث: اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما!۔ اس حدیث کی تصحیح گزر چکی اور جس نے اسے ضعیف قرار دیا اس کا رد بھی پیچھے گزر چکا ہے۔ اور ان احادیث کا جواب بھی پیچھے گزر چکا ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں ذکر کی گئی ہیں۔

آٹھواں اشکال:

حضرت ام حرام کو کس نے قتل کیا؟!

کہا گیا ہے کہ قابل ترجیح بات یہ ہے کہ حضرت ام حرام کو جناب معاویہ نے دھوکے سے قتل کیا، اس کی دو دلیلیں ہیں لیکن وہ دونوں ظنی ہیں قطعی نہیں ہیں۔

پہلی دلیل: ان کی روایت میں ہے: "پھر ان کی سواری کے لیے خچر لایا گیا" اے دیکھنے والے! کون ہے وہ جو یہ پاگل خچر لے کر آیا؟! جو ہوا سے باتیں کرنے لگا اسے کوئی نہیں پہچانتا تھا حتیٰ کہ اس نے گردن توڑ دی؟!۔

دوسری دلیل: بعض صحیح روایات میں خچر کے اوصاف میں آیا ہے کہ وہ "شہباء" تھا اور یہ صفت جناب معاویہ کے خچروں میں پائی جاتی ہے۔

آٹھویں اشکال کا جواب:

پہلی دلیل کے دو جواب ہیں:

1:۔اس کی بنیاد گمان پر ہے اور گمان بات میں زیادہ جھوٹا ہوتا ہے اور یہ بات رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے سوء ظن رکھنے سے ہے۔

2:۔ان کی روایت میں ہے:"پھر ان کی سواری کے لیے خچر لایا گیا" اے دیکھنے والے! کون ہے وہ جو یہ پاگل خچر لے کر آیا؟! جو ہوا سے باتیں کرنے لگا اسے کوئی نہیں پہچانتا تھا حتی کہ اس نے گردن توڑ دی؟!۔وہ خچر حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا تھا نہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس پر بخاری کی روایت دلالت کرتی ہے جو فتح الباری ج 11 ص 78 پر ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:"جب وہ سمندر سے نکلی تو اپنی چوپائے سے گر گئیں پس وہ وفات پا گئیں"۔

دوسری دلیل کا جواب:

مسند احمد رقم: 27077 پر ہے:"پس ان (ام حرام) کے خچر نے انہیں گرا دیا۔

معترضین کا یہ کہنا: بعض صحیح روایات میں خچر کے اوصاف میں آیا ہے کہ وہ "شہباء" تھا اور یہ صفت جناب معاویہ کے خچروں میں پائی جاتی ہے۔میں کہتا ہوں ایسی ہی صفت حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے خچر کی ہے!۔پس حماد بن سلمہ کی روایت میں یہ صفت بیان ہوئی ہے جو مسند احمد رقم: 27077 پر ہے: پس ان کے شہباء خچر نے انہیں گرا دیا تو وہ گر گئیں اور وفات پا گئیں۔اور المعجم الکبیر للطبرانی رقم: 233 میں یہ لفظ ہیں: رکضتھا۔

تیسری حدیث: حدیث صلح

ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین.

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا یہ بیٹا حسن سید ہے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے مابین صلح کرائے گا"۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں کئی فوائد بیان ہوئے ہیں:

1:۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

2:۔یہ بیان ہے کہ دونوں گروہ مسلمان ہیں۔

3:۔جو امام حسن نے خلافت حضرت معاویہ کے لیے خلافت چھوڑی اس پر ان کی تعریف کی گئی۔

4:۔اللہ کی پناہ! جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی منافقت یا کفر کے قول سے یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر طعن لازم آتا ہے کہ آپ نے کیسے ایک ایسے آدمی کے لیے خلافت چھوڑ دی جو منافق ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی مذمت بھی کی ہو؟! (اس صورت میں یہ اعتراض حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر لازم

آتا ہے۔)

ابوالعباس ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی ج 4 ص 466 پر کہا: یہ وہ معاملہ ہے جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کیا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تعریف کی جیسا کہ صحیح البخاری وغیرہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا حسن سید ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے (نواسے) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی مدح وثناء اس بات پر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ امام حسن کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے مابین صلح کرائے گا یہ اس وقت معاملہ ہوا جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امر خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف بڑے لشکر لے کر چلے تھے۔

پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن کی صلح کرنے اور قتال ترک کرنے پر تعریف کی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں گروہوں کے مابین صلح کرانا جنگ کرنے کی بنسبت زیادہ پسندیدہ عمل تھا پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جنگ کرنا مامور بہ نہیں تھا۔ اور اگر جناب معاویہ کافر ہوتے تو کافر خلیفہ نہیں ہوسکتا اور ان کی طرف امر خلافت سونپنے کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند نہ فرماتے بلکہ یہ حدیث اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی مومن تھے جیسا کہ امام حسن اور ان کے ساتھ مومن تھے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو کیا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل تعریف تھا اور اس کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ عمل تھا۔ اور یہ بات جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بخاری و مسلم کی حدیث میں ثابت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں کی جدائی کے وقت ایک فرقہ جدا ہوگا تو دونوں گروہوں میں سے وہ جماعت اس سے جنگ کرے گی جو حق کے زیادہ قریب ہوگی پس یہ حدیث صحیح اس بات کی دلیل ہے کہ جنگ کرنے والے دونوں گروہ۔ حضرت علی اور ان کے ساتھی حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی۔ حق پر تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے ساتھی حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کی بنسبت حق کے زیادہ قریب تھے۔

منہاج السنۃ النبویۃ ج 4 ص 529 پر کہا: اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں گروہوں کے مابین صلح کرانا ممدوح ومحبوب تھی جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے اور جو امام حسن رضی اللہ عنہ نے کیا یہ آپ کے ان بڑے فضائل ومناقب میں سے ہے جن کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی ہے اور اگر جنگ کرنا واجب یا مستحب ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایک پر واجب یا مستحب چھوڑنے پر

تعریف نہ فرماتے۔

حافظ ابن کثیر نے اختصار علوم الحدیث ج2 ص499 پر کہا: اس حدیث کا مصداق ظاہر ہوا جب امام حسن نے خلافت حضرت معاویہ کے حوالے کردی اپنے والد حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد۔ پس کلمہ حضرت معاویہ پر جمع ہوگیا اور اس سال کو عام الجماعۃ کا نام دیا گیا اور یہ چالیس ہجری میں واقعہ ہوا۔

پس تمام کا نام حدیث میں مسلمان رکھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلوا بینهما۔ (الحجرات:9)

ترجمہ: اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ!۔

پس اللہ تعالیٰ نے انہیں جنگ کے باوجود مؤمن نام رکھا ہے۔

حدیث مذکور پر کیے گئے اعتراضات اور ان کے جوابات:

پہلا اعتراض:

محدثین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا سماع حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے اور سماع کی تصریح جناب سفیان بن عیینہ کا وہم ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب:

اس کا جواب دو امور سے ہے:

1:۔ حضرت حسن بصری نے حضرت ابوبکرہ سے یہ حدیث سنی ہے اسی وجہ سے بخاری وعلی بن المدینی نے امام حسن بصری کا حضرت ابوبکرہ سے سماع ثابت کیا ہے جیسا کہ صحیح البخاری رقم: 2557، 6692 پر ہے۔

2:۔ اس حدیث کو رُواۃ حدیث کی ایک جماعت نے حضرت سفیان بن عیینہ سے روایت کیا جو سارے کے سارے ثقہ وثبت ہیں اور سفیان بن عیینہ، ابوموسیٰ سے وہ جناب حسن بصری سے انہوں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سن کر یہ حدیث روایت کی۔ یہ بات بہت بعید ہے کہ ان سب حضرات کو جناب سفیان سے سماعت کرتے ہوئے وہم ہوگیا کہ آپ نے ابوموسیٰ سے وہ حسن بصری سے راوی اور حسن بصری جناب ابوبکرہ سے سماع کی تصریح کیساتھ حدیث روایت کر رہے ہیں اور یہ بات بھی بہت بعید ہے کہ ان تمام ثقہ وثبت ائمہ نے جناب سفیان بن عیینہ کے حافظے میں تغیر ہونے کے بعد ان سے یہ حدیث سماعت کی ہو حالانکہ یہ تغیر تھوڑا سا تغیر ہے جو حدیث میں ضرر نہیں دیتا جیسا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو جناب سفیان بن عیینہ کی روایات

وتخریج میں آئے گا۔

تیسری علت:

جناب حسن بصری کا حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سماعت کو امام دارقطنی نے الالزامات کے اندر ضعیف قرار دیا ہے ان میں سے یہ حدیث بھی ہے: ان ابنی ھذا سید۔ امام دارقطنی نے کہا: حسن بصری تو صرف یہ الاحنف سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے۔ اور میرا گمان ہے کہ امام دارقطنی کا کلام جناب حسن بصری کے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سماعت میں مطلقاً ضعیف قرار دینے میں واضح ہے۔

تیسری علت کا جواب:

اس کا جواب متعدد امور سے ہے:

پہلے امر کا جواب: دارقطنی نے یہ حدیث عن الحسن عن الاحنف کے طریق سے تخریج کی جبکہ امام بخاری نے تو ابوموسیٰ کی روایت پر اعتماد کیا جو حسن بصری سے راوی کہ آپ نے حضرت ابوبکرہ سے حدیث سماعت کی ہے اور امام بخاری نے کتاب الصلح میں طویل حدیث تخریج کی ہے اور اس کے آخر میں کہا ہے کہ مجھ سے علی بن مدینی نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس حدیث کا حضرت ابوبکرہ سے حسن بصری کا سماع ثابت ہے۔

(البخاری ج2 ص962، کتاب الصلح، باب الصلح بی الدیۃ، رقم:2557)

حافظ ابن حجر نے ھدی الساری ص386 پر کہا: امام دارقطنی کے اس بات پر یقین "حسن بصری کا حضرت ابوبکرہ سے سماع نہیں" پر میں ہمیشہ متعجب رہا ہوں حالانکہ یہ حدیث بخاری میں موجود ہے۔

دارقطنی کا اس بات سے دلیل پکڑنا کہ امام بخاری نے یہ حدیث دوسرے طریق سے بھی روایت کی ہے جس میں بخاری نے کہا: حسن بصری، احنف سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ان دونوں سندوں میں کوئی منافات نہیں کیونکہ ان کی عن الاحنف عن ابی بکرۃ کی روایت واضح اضافہ ہے جس پر حضرت ابوبکرہ کی حدیث مشتمل نہیں ہے یہ بات ابن حجر نے ھدی الساری ص386 پر کہی ہے۔

تیسری علت:

سفیان بن عیینہ عن ابی موسیٰ عن الحسن تصریح سماعت کیساتھ عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کئی امور کی وجہ سے مردود ہے:

پہلا اعتراض:

1:۔ سفیان بن عیینہ نے دیگر ان ثقہ راویوں کی مخالفت کی جنہوں نے اس حدیث کو بطور مرسل روایت

کیا ہے۔

پہلی روایت: اس روایت کو نعیم بن حماد نے کتاب الفتن 417 پر ہشیم بن بشیر سے روایت کیا وہ یونس بن عبید سے وہ حضرت حسن بصری سے مرسلا روایت کرتے ہیں۔ ص 105۔

دوسری روایت: اس روایت کو امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ 286 پر ہشام بن حسان عن الحسن کے طریق سے مرسلا روایت کیا ہے۔

تیسری روایت: اس روایت کو اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند رقم: 1899 پر سہل بن ابی الصلت عن الحسن کے طریق سے مرسلا روایت کیا ہے۔

چوتھی روایت: اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف رقم: 32178 اور 37362 پر حسین بن علی الجعفی عن ابی موسیٰ عن الحسن کے طریق سے بطور مرسل روایت کیا ہے۔

پانچویں روایت: اسے امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ، 254 پر عوف عن الحسن کے طریق سے مرسلا روایت کیا ہے۔

چھٹی روایت: اسے نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ 255 پر داؤد بن ابی ہند عن الحسن کے طریق سے مرسلا روایت کیا ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب:

اس کے جواب میں، میں کہتا ہوں: نعیم بن حماد کی کتاب الفتن رقم: 417 کی روایت عن ہشیم بن بشیر عن یونس بن عبید عن الحسن مرسلا۔ یہ روایت معلول ہے کیونکہ اگرچہ نعیم بن حماد الخزاعی رحمہ اللہ متصلب سنی تھے مگر حدیث میں ضعیف تھے۔ امام نسائی نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ (الضعفاء والمتروکین رقم: 244)

ابن معین نے کہا: یہ کوئی چیز نہیں۔ (دیکھیے: سؤالات الآجری لابی داؤد ج 1 ص 284)

اور ہشیم بن بشیر الواسطی نے عن کہہ کر یہ روایت کی اور سماعت کی تصریح نہیں کی۔

اور یہ بات بھی ہے کہ امام طبرانی کی معجم الصغیر رقم: 766 اور معجم الکبیر رقم: 2592 پر ہشیم عن یونس بن عبید منصور عن زاذان عن الحسن عن ابی بکرۃ کے طریق سے مرفوعا یہ روایت آئی ہے۔

اور امام نسائی کی عمل الیوم واللیلۃ 256 پر ہشام بن حسان عن الحسن کے طریق سے مرسلا روایت کا لب یہ ہے کہ ہشام بن حسان ثقہ ہیں، جماعت کے رجال میں سے ہیں مگر حسن بصری کی روایت میں ضعیف ہیں۔

اسماعیل بن علیہ نے کہا: ہم حسن بصری کو ہشام بن حسان کے بارے میں کچھ بھی شمار نہیں کرتے۔
(التھذیب ج4 ص268)

اور اسحاق بن راہویہ کی اپنی مسند رقم: 1899 پر سہل بن ابی الصلت عن الحسن کے طریق سے مرسلا روایت کا جواب یہ ہے کہ: سہیل بن ابی الصلت صدوق ہیں اور وہ کئی روایات میں اکیلے ہیں، یحیی بن سعید القطان ان سے راضی نہیں تھے۔

اور ابن ابی شیبہ کی مصنف رقم: 32178 پر: حسین بن علی الجعفی عن ابی موسیٰ عن الحسن کے طریق سے مرسلا روایت۔ اسی طرح نسائی کی عمل الیوم واللیلۃ 254 پر عوف عن الحسن کے طریق سے مرسل روایت اور نسائی کی یہ بھی عمل الیوم واللیلۃ 255 پر داؤد بن ابی ہند عن الحسن کے طریق سے مرسل روایت کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ یہ مرسل روایات دسیوں متصل روایات کے معارض ہیں ان میں سے کچھ روایت تو معنعن ہیں اور کچھ جناب حسن بصری اور حضرت ابوبکرہ کے مابین سماع کی تصریح کیساتھ وارد ہوئی ہیں۔ یہاں پر میں پانچ متصل روایات پر اکتفاء کرتا ہوں جن میں سے تین متصل روایات معنعن ہیں اور دو روایتیں میں جناب حسن و حضرت ابوبکرہ کے مابین سماعت کی تصریح والی ہیں۔

1:۔ حسین بن علی الجعفی سے متصل معنعن روایت:

اسے امام بخاری نے اپنی صحیح رقم: 3430 پر محمد بن عبداللہ المسندی کے طریق سے روایت کیا وہ یحیی بن آدم سے وہ حسین بن علی الجعفی سے وہ ابوموسیٰ سے وہ حضرت حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

2:۔ متصل معنعن روایت: اشعث بن عبدالملک الحمرانی سے روایت ہے وہ حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے راوی۔ اس کو ائمہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے رقم: 3773 پر، ابوداؤد نے رقم: 4662 پر، حاکم نے رقم: 4863 پر، نسائی کی عمل الیوم واللیلۃ رقم: 253 پر، طبرانی کبیر ج3 ص34 پر، ابن عساکر کی تاریخ دمشق ج13 ص235 پر اس حدیث کو نقل کیا اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

3:۔ مبارک بن فضالہ عن الحسن عن ابی بکرۃ کی متصل معنعن روایت۔ اسے ابوداؤد الطیالسی نے رقم: 874 پر اور طبرانی کبیر رقم: 2591 پر روایت کیا۔

4:۔ جناب حسن اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے مابین تصریح سماعت والی متصل روایت:

اسے امام بخاری نے اپنی صحیح رقم:2557 پر سفیان بن عیینہ سے وہ ابوموسیٰ سے وہ حضرت حسن بصری سے وہ حضرت ابوبکرہ سے سنتے ہوئے یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ اور جناب سفیان سے ان حضرات نے روایت کیا:

☆علی بن مدینی جیسا کہ صحیح البخاری رقم:2557 پر ہے۔

☆عبداللہ بن محمد المسندی جیسا کہ صحیح البخاری رقم:4072 پر ہے۔

5:۔حسن بصری و حضرت ابوبکرہ کے مابین سماعت کی تصریح والی متصل روایت:

اسے ابن حبان نے اپنی صحیح رقم:6964 پر، ابونعیم نے حلیہ ج2 ص35 پر، بزار نے رقم:3656 پر ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج13 ص237 پر ابوالولید الطیالسی سے طریق سے راوی، کہا: ہم سے مبارک بن فضالہ نے بیان کیا وہ حسن بصری سے راوی کہا مجھ سے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔

ایسے ہی مسند احمد رقم:20466 پر ہاشم بن القاسم کے طریق سے راوی کہا ہم سے مبارک بن فضالہ نے بیان کیا کہا ہم سے حضرت حسن بصری نے بیان کیا کہا ہم سے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

ایسے ہی مسند احمد رقم:20535 پر عفان کے طریق سے راوی کہا ہم سے مبارک بن فضالہ نے بیان کیا وہ حضرت حسن بصری سے راوی کہا مجھ سے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

امر دوم کا جواب: یعنی جناب سفیان نے ان حفاظ کی مخالفت کی جنہوں نے اسے معنعن روایت کیا:

اس کا جواب یہ ہے کہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ امام ہیں اور یہ بہت دور کی بات ہے کہ انہیں اس حدیث میں وہم لاحق ہوا ہو کیونکہ بہت سے ثقہ وثبت ائمہ نے آپ سے اس کو روایت کیا جس میں جناب امام حسن بصری اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہما کے درمیان سماع کی تصریح کی گئی۔ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔

امر ثالث کا جواب: یعنی آخری عمر میں سفیان بن عیینہ کے حافظے میں تغیر ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی سندوں میں انہیں وہم لاحق ہو گیا:۔

یہ تغیر جو جناب سفیان بن عیینہ کے حافظے کو لاحق ہوا نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ حافظے میں اختلاط ہو جانے کی دو قسمیں ہیں:

☆:اثر پذیر ہونے والا اختلاط جس کی وجہ سے راوی کی حدیث کو رد کیا جائے گا۔

☆:تھوڑا سا اختلاط جو اثر پذیر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی وجہ سے راوی کی حدیث کو رد کیا جاتا ہے۔

امام ذہبی نے السیر ج 10 ص 84 پر کہا: ہر وہ تغیر جو مرض الموت میں پایا جائے تو وہ اس راوی کے ثقہ ہونے پر قابل اعتراض نہیں ہے کیونکہ اکثر لوگوں کو مرض الموت میں اس جیسا مرض لگ جاتا ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ آدمی کی ثقات کے مانع یہ بات ہے کہ اسے اختلاط واقع ہو اور وہ اپنی اختلاط کے دوران حدیث بیان کرے جس کی وجہ سے اس کی سندوں میں یا اس کے متن میں اضطراب واقع ہو جس میں وہ مخالفت کرے۔اھ

جیسے جناب سفیان بن عیینہ کے حافظے میں تغیر ہوا اور ان سے اس کا ذکر صرف یحیی بن سعید القطان ہی کرتے ہیں اسی وجہ سے امام بخاری اور امام مسلم نے جناب سفیان کی مقدم ومؤخر ہر قسم کی روایات سے دلیل پکڑی ہے۔ اگرچہ ان کی حدیث مقدم اس سے زیادہ قوی ہے۔ آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے تم پر پہلا سماع لازم ہے۔ (دیکھئے: التہذیب ج 2 ص 60)

بالفرض جناب سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے اختلاط کو مان بھی لیا جائے تو بات یہ ہے کہ ائمہ ستہ نے ان سے تغیر سے پہلے احادیث روایت کی ہیں۔

امام ذہبی نے کہا: میرا غالب گمان یہ ہے کہ ائمہ ستہ کے تمام شیوخ نے ان سے احادیث کی ساعت سنہ 7 سے پہلے کی ہے۔ یعنی سنہ 197ھ میں تغیر آنے سے پہلے۔

امر رابع کا جواب: سفیان بن عیینہ کی اس حدیث میں اضطراب ہوا کہ کبھی وہ تصریح سماع سے روایت کرتے ہیں اور کبھی عنعنہ سے یہ ان کے اختلاط کی دلیل ہے:

اس بات کے متعدد جوابات ہیں:

پہلا جواب: جناب سفیان بن عیینہ کے حافظے میں جو تغیر ہوا وہ ایسا تغیر ہے راوی کے ثقہ ہونے میں اثر پذیر نہیں ہوتا جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے۔

دوسرا جواب: وہ راوی جنہوں نے جناب سفیان سے روایت کیا وہ ابو موسی سے وہ جناب حسن بصری سے متصل سند سے اور اس میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سماعت کی تصریح کیساتھ روایت کیا ہے وہ تعداد میں زیادہ ہیں اور فن حدیث کو زیادہ جانتے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے اسے عنعنہ کے صیغے سے روایت کیا ہے لہذا ان کی روایت دوسروں پر مقدم ہیں اور ثابت کرنے والا نفی کرنے والے سے مقدم ہوتا ہے۔

متصل وسماع کی تصریح کرنے والے اور ماہرین فن حدیث درج ذیل ہیں:

1: علی بن المدینی جیسا کہ صحیح البخاری رقم: 7109 پر اور تاریخ اوسط للبخاری رقم: 387 پر ہے۔

2:۔عبداللہ بن زبیر الحمیدی جیسا کہ مسند الامام احمد رقم:793 ج2 ص348 پر اور السنن الکبریٰ للبیہقی رقم:16486 پر ہے۔

3:۔امام احمد بن حنبل جیسا کہ المسند رقم:20408 پر ہے۔

4:۔عبداللہ بن محمد المسندی جیسا کہ صحیح بخاری رقم:4072 پر ہے۔

5:۔سعید بن منصور جیسا کہ السنن الکبریٰ للبیہقی رقم:16486 پر ہے۔

6:۔محمد بن عباد جیسا کہ السنن الکبریٰ للبیہقی رقم:11705 پر ہے۔

7:۔محمد بن منصور جیسا کہ السنن الصغریٰ للنسائی رقم:1410 پر ہے۔اور عمل الیوم واللیلۃ رقم:252، المحلی لابن حزم ج4 ص227 پر ہے۔

8:۔ابراہیم بن بشار الرمادی جیسا کہ زوائد المسند ج3 ص33 پر اور معجم الکبیر للطبرانی رقم:2590 پر ہے۔

9:۔الصلت بن مسعود جیسا کہ مستخرج الاسماعیلی میں ہے۔حافظ ابن حجر نے اس کی تصریح کی ہے۔جیسا کہ فتح الباری ج13 ص66 پر ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ جس نے کہا:"حضرت ابوبکرہ سے حضرت حسن بصری کی سماع والی حدیث تمام روایات موصولہ میں ثابت نہیں" یہ قول باطل ہے۔

چوتھی علت:

اس روایت میں اپنی طرف سے الفاظ کی دخل اندازی کا احتمال پایا جاتا ہے:

چوتھی علت کا جواب:

اس کے کئی جوابات ہیں:

پہلا جواب:

متقدمین ومتاخرین محدثین میں سے کسی نے بھی اس حدیث کے الفاظ میں دخل اندازی کا قول نہیں کیا۔

دوسرا جواب:

فقط انہ لسیدں والی روایت جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔امام نسائی نے عمل الیوم واللیلہ رقم:250 پر اسے محمد بن صالح المدنی عن مسلم بن ابی مریم عن سعید المقبری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

محمد بن صالح المدنی کو ابن حبان نے الثقات میں ذکر کیا ہے۔(الثقات ج7 ص385)

اوران کو ضعفاء میں بھی ذکر کیا ہے۔اور ابن حبان نے کہا: وہ منکر روایات بیان کرتا ہے۔
(المجروحین ج2 ص260 اور ابن حبان نے کہا: جب وہ اپنی روایت میں اکیلا ہو تو اس سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی)

ابو حاتم نے کہا: وہ شیخ ہے۔ (الجرح والتعدیل ج7 ص287)

ابن حجر نے تقریب التقریب رقم:5964 پر کہا: یہ مقبول ہے۔

بالفرض اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ روایت: وانی لارجو ان یصلح اللہ به بین فئتین من المسلمین مدرج ہو۔



فصل: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے گے باطل اقوال کا جائزہ

میں اب ان باطل اقوال کا ذکر کرتا ہوں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیے گئے ہیں جنہیں اخباریوں نے اور بعض مؤرخین نے تحقیق کی رسی ومہار تھامے بغیر روایت کیا ہے۔ان روایات کے جمع کرنے اوران کی نشرواشاعت کرنے میں روافض اور ان کے طریقے پر چلنے والے اہل بدعت نے خاص اہتمام وتکبر کا مظاہرہ کیا ہے۔

ان روایات کے راویوں میں سے بعض وہ ہیں جو متروک الحدیث ہیں جیسے ابومخنف لوط بن یحیی اخباری یہ قابل اعتماد نہیں ہے۔ (اس کے حالات زندگی کے لیے دیکھئے: الکامل لابن عدی ج6 ص93، الضعفاء للعقیلی ج4 ص190، لسان المیزان لابن حجر ج2 ص430)

امام ابوحاتم اورامام ابن معین نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ (الجرح والتعدیل ج7 ص182)

امام دارقطنی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (الضعفاء للدارقطنی 33)

اورضمن میں دوسرا راوی: نصر بن مزاحم ہے جو کتاب صفین کا مصنف ہے۔اس کے متعلق ائمہ جرح والتعدیل کے اقوال گزر چکے ہیں اور یہ کہ وہ متروک الحدیث ہے۔

تیسرا راوی: محمد بن السائب الکلبی مفسر، اخباری ہے۔یہ بھی متروک الحدیث ہے۔

دیکھئے: التہذیب ج3 ص569، المیزان ج3 ص556۔

چوتھا: احمد بن یحیی بن جابر بن داؤد البلاذری متوفی سنہ 279ھ کتاب: انساب الاشراف کا مصنف ہے۔ وہ اگرچہ بذات خود صدوق ہیں لیکن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف آثار وقصص ذکر کرنے میں اکیلے ہیں جن کا کوئی متابع نہیں۔انہوں نے سیدنا معاویہ کے بہت طویل حالات زندگی بیان کیے ہیں۔اہل علم نے ان کی احادیث کا انکار کیا ہے بلکہ بلاذری نے خود انساب الاشراف ج5 ص81 پر نقل کیا ہے کہ مجھے ہشام بن عمار نے کہا: تمہارے پاس جو سیدنا معاویہ کے متعلق جو احادیث ہیں میں نے ان میں غور وفکر کیا تو ان میں سے اکثر کو میں نے من گھڑت پایا ہے۔اوراس کی مثال بھی ذکر کی۔

ہشام بن عمار رحمہ اللہ نے 245ھ میں وفات پائی، آپ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں اور بذات خود بلاذری کے بھی شیوخ میں سے ہیں۔

ابن خلدون نے اپنی تاریخ ج2 ص188 پر کہا: مؤرخین کے کلام میں بہت زیادہ ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن میں صحابہ کرام کے حق میں اعتراض وشبہات پائے جاتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ یہ اکثر خواہش پرست لوگوں کی کارستانیاں ہیں لہذا ایسی روایات سے صفحات سیاہ کرنا مناسب نہیں ہے۔

اعتراض: سیدنا معاویہ شرابوں کو بیچ کر اجرت لیتے تھے:

اعتراض کا جواب:

اس اعتراض کے جواب میں، میں کہتا ہوں:

امام شاشی نے اپنی مسند رقم: 1196 پر اور ابن عساکر نے تاریخ مدینہ دمشق ج26 ص198 پر یحیی بن سلیم کے طریق سے روایت کی وہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے وہ اسماعیل بن عبید بن رفاعہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس سے شام میں ایک قافلہ شراب اٹھائے ہوئے گزرا تو آپ نے فرمایا: کیا یہ تیل ہے؟ آپ سے کہا گیا: نہیں، بلکہ یہ شراب ہے جو فلاں آدمی کے لیے خریدی گئی ہے چنانچہ آپ نے بازار سے تلوار لی اور راستے میں کھڑے ہوگئے چنانچہ جو بھی شراب اٹھائے ہوئے تھا آپ نے سب کو توڑ دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت شام میں تھے تو اس فلاں آدمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور کہا: تو ہم سے اپنے بھائی عبادہ بن صامت کو کیوں نہیں روکتا کہ وہ صبح سویرے بازار میں چلے جاتے ہیں تو ذمیوں کی اجرت پر لی گئی چیزوں کو خراب کر دیتے ہیں اور شام ہوتی ہے تو وہ مسجد میں بیٹھ جاتے ہیں جہاں ان کا کام صرف یہی ہے کہ وہ ہمارے سامان اور ہمارے عیوب کو برا بھلا کہتے ہیں لہذا آپ اپنے بھائی کو ہم سے روکیے!۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: تیرا اور جناب معاویہ کا معاملہ کیا ہے؟ وہ جو کرتے ہیں انہیں چھوڑ دے! کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اسی کے لیے ہے جو اس نے کمایا اور تمہارے لیے ہے جو تم نے کمایا۔ (البقرۃ: 134)۔ حضرت عبادہ بن الصامت نے فرمایا: اے ابوہریرہ! آپ ہمارے ساتھ نہیں تھے جب ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیعت کی تھی تو ہم نے خوشی وسستی میں اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی بیعت کی تھی اور تنگی وآسانی میں خرچ کرنے کی بیعت کی تھی اور نیکی کے حکم دینے اور برائی سے روکنے کی بیعت کی تھی۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کہیں گے

کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت ہمیں روک نہیں سکتی اور اس بات پر بیعت کی تھی کہ جب آپ ہمارے پاس یثرب میں تشریف لائیں گے تو ہم ان کی مدد کریں گے پس ہم نے آپ سے ہر اس کو روکا جس سے ہم اپنے آپ، اپنی ازواج اور گھر والوں کو روکتے ہیں اور ہمارے لیے جنت ہے اور جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا وعدہ پورا کرے گا اس کے صلے میں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی اور جس نے عہد توڑا تو اس نے اپنے لیے عہد توڑا۔ پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان سے کوئی بات نہیں کی۔ پھر اس فلاں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مدینہ میں خط لکھا کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے شام اور اہل شام کو برباد کر دیا ہے لہذا آپ یا تو جناب عبادہ کو روکیے یا ان کے اور شام کے درمیان مجھے علیحدہ کر دیجئے!۔ حضرت عثمان نے فلاں کی طرف لکھا کہ جناب عبادہ کو مدینہ میں ان کے گھر کی طرف بھیج دیجئے! چنانچہ فلاں نے ان کو واپس بھیج دیا حتیٰ کہ وہ مدینہ آگئے تو حضرت عثمان کے پاس ان کے گھر میں آئے، وہاں پر سابقین اولین میں سے صرف ایک صحابی تھے اور تابعین جنہوں نے صحابہ کو پایا وہ بہت سے لوگ تھے۔ حضرت عثمان نے ان کے لیے جگہ کشادہ نہیں کی مگر وہ گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئے چنانچہ حضرت عثمان ان کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا: اے عبادہ! ہمارے اور تیرے درمیان کیا بات ہے؟ چنانچہ حضرت عبادہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ابوالقاسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: عنقریب میرے بعد تمہارے امور کے والی ایسے آدمی ہوں گے جنہیں تم برا جانتے ہو وہ تمہیں پہچانیں گے اور جو تم پہچانتے ہو وہ تمہارے اوپر یہ بات ناپسند کریں گے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کی جائے! لہذا تم اپنے رب کی نافرمانی میں ان کی اطاعت نہ کرنا۔ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں عبادہ کی جان ہے کچھ شک نہیں کہ فلاں بھی انہی لوگوں میں سے ہے۔ حضرت عثمان نے اس بات کے جواب میں ایک حرف بھی نہیں کہا۔

یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کے ضعف کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔ پس یہ حدیث اضطراب کی وجہ سے معلول ہے۔ اسے امام احمد نے مسند ج 37 ص 430 پر اسماعیل بن عیاش کے طریق سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے وہ اسماعیل بن عبید بن رفاعہ سے وہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ پس اس کو اسماعیل بن عباد نے جناب عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور اپنے باپ کا ذکر نہیں کیا۔

اور اسے عبداللہ بن امام احمد نے مسند ج 37 ص 450 پر روایت کیا اور امام طبرانی الاوسط رقم: 2894 پر

(شراب بیچنے والے واقعے کو ذکر کیے بغیر) اور الشاشی نے اپنی مسند رقم: 1196 پر یحیی بن سلیم کے طریق سے روایت کیا وہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے وہ اسماعیل بن عبید بن رفاعہ سے وہ اپنے باپ سے وہ جناب عبادہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

امام ہیثمی نے مجمع الزوائد ج 5 ص 408 پر کہا: اسے امام احمد نے طوالت کیساتھ روایت کیا اور عن اسماعیل عن ابیہ نہیں کہا اور اس کو عبداللہ نے روایت کیا اور عن ابیہ کہا اور ایسے ہی طبرانی نے روایت کیا اور ان دونوں کے رجال ثقہ ہیں۔

اس میں یہ معلوم نہیں کہ اسماعیل بن عبید کون ہے؟ اور کہا جاتا ہے کہ وہ ابن عبید اللہ بن رفاعہ الزرقی ہے۔ اس کے متعلق پیچھے کلام گزر چکا ہے۔

امام ذہبی نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اس سے سوائے عبداللہ بن عثمان بن خثیم نے کسی نے روایت کیا ہو۔ (المیزان ج 1 ص 283)

ابن حجر نے التقریب میں کہا: یہ مقبول ہے یعنی جب اس کی متابعت کی جائے ورنہ یہ ضعیف الحدیث ہے۔

اور اسماعیل بن عبید کا اس حدیث پر کوئی متابع نہیں ہے۔

رہا معاملہ متن کا تو بالفرض اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ اس بارے میں صریح نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے شراب تھی بلکہ اس روایت میں تو یہ الفاظ آئے ہیں: "تم ہم سے اپنے بھائی عبادہ بن صامت کو کیوں نہیں روکتا کہ وہ صبح سویرے بازار میں چلے جاتے ہیں تو ذمیوں کی اجرت پر لی گئی چیزوں کو خراب کر دیتے ہیں" اس میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ وہ شراب جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہ تھی بلکہ ذمی کافروں کی تھی۔

ایسے ہی اگر یہ روایت صحیح مانی جائے تو اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اعتراض ہوتا ہے کہ ان تک جناب معاویہ کی شرابوں کی تجارت کی بات پہنچی لیکن آپ نے ان کا تعاقب نہ کیا بلکہ شام والوں پر انہیں حکمران بنایا بلکہ آپ نے تو حضرت عبادہ بن صامت کو عتاب کیا کہ انہوں نے اس کا انکار کیوں کیا۔ (لہذا درایۃً بھی یہ روایت درست نہیں)

اسی کی مثل ابن عائشہ کا وہ اثر جو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں جسے ابن عراق الکنانی نے تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ المرفوعۃ ج 2 ص 9 نقل کیا: یزید نوعمری میں ہی شرابی ہو گیا تو اس بات کو

جناب معاویہ نے محسوس کیا تو آپ نے چاہا کہ اسے نصیحت کریں تو آپ نے کچھ اشعار لکھے جن میں رات کے وقت اسے شراب پینے کی رخصت دی! ان اشعار میں کہتے ہیں:

ابن عراق نے کہا: یہ روایت منقطع ہونے کے باوجود جھوٹ ہے اس کی ساری آفت الغلابی ہے۔ یہ شعر تو یحیی بن خالد البرمکی کے ہیں، اس نے ان اشعار کو اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف لکھا تھا اور وہ گانوں کو پسند کرتا تھا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سود کے لین دین کا شبہ:

اس طعن کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ امام مسلم نے اپنی صحیح رقم: 4047 ج5 ص43 پر ایوب کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ابو قلابہ سے راوی کہ آپ نے کہا: میں شام میں ایک جماعت میں تھا جس میں مسلم بن یسار بھی تھے کہ ابوالاشعث آگئے۔ کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: ابوالاشعث آگئے! تو وہ بیٹھ گئے، میں نے ان سے کہا: حضرت عبادہ بن الصامت کی بات ہمارے بھائیوں سے بیان کیجئے! آپ نے کہا: ٹھیک ہے، ہم ایک جنگ میں شریک ہوئے، لوگوں کے امیر جناب معاویہ تھے۔ ہم نے اس میں بہت زیادہ مال غنیمت حاصل کیا۔ ہمارے مال غنیمت میں چاندی کا ایک برتن تھا چنانچہ جناب معاویہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اسے لوگوں کی تنخواہوں میں فروخت کردو!۔ لوگوں نے اس کو لینے میں جلدی کی۔ جب یہ بات جناب عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ سونے کی سونے کے بدلے، چاندی کی چاندی کے بدلے، گندم کی گندم کے بدلے، جو کی جو کے بدلے، کھجور کی کھجور کے بدلے، نمک کی نمک کے بدلے خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ وہ برابر برابر ہو اور نقد بہ نقد ہو پس جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اس نے سود کا معاملہ کیا۔ لوگوں نے جو لیا تھا انسے واپس کردیا۔ جب یہ بات جناب معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرتے ہیں حالانکہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے ہیں اور آپ ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں ہم نے تو ایسی بات آپ ﷺ سے نہیں سنی۔

حضرت عبادہ بن الصامت کھڑے ہوئے اور پوری بات دوبارہ بیان کی پھر کہا: ہم نے جو رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ ضرور بضرور بیان کریں گے اگرچہ معاویہ کو برا لگے یا کہا- اگرچہ اس کی ناک خاک آلود ہو۔ مجھے پرواہ نہیں کہ میں اس کے لشکر کی تاریک راتوں میں اس کے ساتھ نہ رہوں۔

سودی لین دین والے اعتراض کا جواب:

کئی امور سے اس کا جواب دیا جائے گا:

اول: کمی بیشی کا اضافہ جائز ہے اور صرف ادھار میں سود وحرام ہے اس قول میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ تنہا نہیں ہیں بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت سے ایسا ہی معاملہ مروی ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم۔ پھر کیا وجہ ہے ان بقیہ حضرات کو چھوڑ کر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کو کیوں اس اعتراض کیساتھ خاص کرا گیا ہے؟!۔

صحیح مسلم رقم:4062 پر ابونضرہ کے طریق سے روایت ہے، آپ نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بیع صرف کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کیا نقد بہ نقد؟ میں نے کہا: ہاں تو آپ نے فرمایا: پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابونضرہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوسعید خدری کو یہ خبر دی تو میں نے کہا: میں نے جناب ابن عباس سے بیع صرف کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: کیا نقد بہ نقد؟ میں نے کہا: ہاں تو آپ نے فرمایا: پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔ جناب ابوسعید خدری نے فرمایا: کیا ایسا ہی انہوں نے کہا ہے؟ میں ان کی طرف لکھتا ہوں کہ وہ تمہیں یہ فتویٰ نہیں دیں گے۔۔۔الحدیث۔

اور ابونضرہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے جیسا کہ صحیح مسلم رقم:4063 پر ہے کہ ابونضرہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے بارے میں سوال کیا تو ان دونوں حضرات نے اس میں کوئی حرج نہیں دیکھی پس میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس (ایک بار) بیٹھا ہوا تھا تو میں نے ان سے بیع صرف کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جو اس میں زیادتی ہے وہ سود ہے۔۔۔۔۔الحدیث۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج4ص482 پر کہا: صرف، صاد کے فتحہ کیساتھ کہتے ہیں: سونا دے کر چاندی لینا یا اس کے برعکس!، اس کی دو شرطیں ہیں: ادھار منع ہے دونوں ایک ہی قسم کے ہوں یا مختلف قسم کے، اس پر اجماع ہے۔ اور ان دونوں میں ایک قسم میں زیادتی (اضافہ) منع ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا پھر رجوع کر لیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی اختلاف ہے اور آپ نے رجوع کیا یا نہیں اس بارے میں بھی اختلاف ہے۔۔۔الخ۔

امام نووی نے شرح مسلم ج11ص26 پر کہا: پھر حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس نے اس سے رجوع کر لیا تھا، دونوں کو جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث پہنچی تو دونوں نے کہا: جنس کی جنس

سے بیع اضافہ کیساتھ حرام ہے جیسا کہ امام مسلم نے دونوں کے رجوع کو صراحتاً ذکر کیا۔

ثانی: حضرت معاویہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے ربا الفضل کے جواز کی بات کی انہوں نے یہ بات اس تاویل میں کی کہ سود صرف ادہار میں ہوتا ہے۔

ابن تیمیہ نے الفتاوی ج 32 ص 238 پر کہا: یہ بات معلوم ہے کہ اسلاف کے وہ لوگ جنہوں نے متنازع فیہ نبیذ کو حلال جانا اور اسلاف کے وہ لوگ جنہوں نے ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے خریدنے کو حلال جانا وہ ان سے زیادہ ہیں اور بڑے مرتبے والے ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ وغیرہما نے ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے خرید وفروخت میں انہوں نے رخصت دی ہے۔ اور وہ یہ تاویل کرتے تھے کہ اضافہ صرف ادہار میں حرام ہے نہ کہ نقد بہ نقد میں۔

ثالث: جن صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ربا الفضل کے جواز کی بات کی ہے ان کے قول کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ سے ربا الفضل کی ممانعت کی حدیث ان تک نہیں پہنچی تھی۔

صحیح مسلم رقم: 4037 پر ہے کہ ربا الفضل کی ممانعت کی حدیث عبادہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک جب پہنچی تو آپ نے کہا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرتے ہیں حالانکہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے ہیں اور آپ ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں ہم نے تو ایسی بات آپ ﷺ سے نہیں سنی۔

امام نووی نے اپنی شرح مسلم ج 11 ص 26 پر کہا: امام مسلم کی ذکر کردہ یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک ادہار کے علاوہ تفاضل (اضافہ) کی ممانعت کی حدیث نہیں پہنچی تھی پھر جب ان دونوں تک یہ حدیث پہنچی تو انہوں نے رجوع کر لیا۔

میں کہتا ہوں: ایسا ہی معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہندوستان والوں کو بتوں کے بیچنے کا اعتراض:

اس جھوٹ کو بلاذری نے انساب الاشراف ج 5 ص 137 پر جریر عن الاعمش عن ابی وائل کے طریق سے روایت کیا کہ ابو وائل کا بیان ہے کہ میں مسروق کیساتھ سلسلہ کے مقام میں تھا کہ وہاں سے کشتیاں گزریں جن میں مردوں کی صورتوں والے پیتل کے بت تھے تو آپ نے ان لوگوں سے ان بتوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: جناب معاویہ نے انہیں سرزمین سندھ اور ہند کی طرف بیچنے کے لیے بھیجا ہے۔ مسروق نے کہا: اگر میں جانتا کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے تو میں انہیں غرق کر دیتا لیکن مجھے خوف ہوا کہ وہ مجھے عذاب دیں گے پھر مجھے پر

آزمائشیں ڈالیں گے۔ اللہ کی قسم میں نے جانتا ہے لوگوں میں سے معاویہ کون ہے کیا وہ ایسا ہے جو آخرت سے مایوس ہوگیا ہے تو وہ دنیا سے فائدہ حاصل کرتا ہے وہ ایسا آدمی ہے جس کے لیے برے عمل آراستہ کردیئے گئے۔

اسے ابن ابی شیبہ نے مصنف ج5 ص 267 پر ابو معاویہ عن الاعمش عن ابی وائل کے طریق سے اسی طرح کا واقعہ روایت کیا لیکن اس میں جناب معاویہ کا ذکر نہیں ہے۔! اور طبری نے تہذیب الآثار ج4 ص399 پر سفیان عن الاعمش عن ابی وائل کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اس اثر کا جھوٹ واضح ہے۔ کیا یہ صحیح مرفوع حدیث: "اللھم اھدہ واھد بہ" کے معارض نہیں ہے؟ اللہ اس کے ذریعے کیسے ہدایت دے گا جو بتوں کو بیچے؟!۔

اسی وجہ سے محدثین نے اس جھوٹ کو مردود قرار دیا ہے۔ اعمش نے سماع کی تصریح نہیں کی یہ غالباً ان کی تدلیس کا ثبوت ہے حدیث کی نکارت کی وجہ سے۔

معلمی نے التنکیل ج1 ص 51 پر کہا: اعمش کی روایت کردہ احادیث ایسی ہی ہیں جنہیں اہل علم نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ان کی بعض روایات بعض کو ضعیف قرار دیتی ہیں اعمش کے اوپر سند سے اور بعض کو منقطع ہونے کی وجہ سے اور بعض کو اس وجہ سے کہ اعمش نے سماع کی تصریح نہیں کی اور وہ مدلس ہے اس آخری قسم کی حدیث جناب معاویہ کے بارے میں ہے جسے امام بخاری نے اپنی تاریخ صغیر ص 68 پر ذکر کیا ہے اور اسے اعمش کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

معلمی نے مقدمۃ الفوائد المجموعۃ ص8 پر کہا: محققین ائمہ جب متن کو منکر قرار دیں اور ظاہری سند صحیح ہو کیونکہ وہ اس کی علت تلاش کرتے ہیں جب مطلقاً کوئی علت قادحہ نہ پائیں لیکن وہ اس منکر میں اعتراض کے لیے اسے کافی جانتے ہیں ان کی اس علت کی وجہ سے کہ اس کے راوی نے سماع کی تصریح نہیں کی یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب راوی غیر مدلس ہو۔ امام بخاری نے ایک روایت کی یہی علت بیان کی جسے عمرو بن ابو عمرو مولی المطلب نے عکرمہ سے روایت کیا۔ تو اس کو کتاب التہذیب میں عمرو کے ترجمہ میں دیکھ لے!۔

(تہذیب التہذیب ج8 ص72 میں کہا: امام بخاری نے کہا: چوپائے کے قصے میں عکرمہ سے روایت کیا گئی ہے (جو چوپائے سے وطی کرے اسے قتل کردو!) میں نہیں جانتا کہ عکرمہ نے یہ بات سنی بھی ہے یا نہیں؟۔)

پھر کئی مثالیں بیان کیں اور کہا: اس بارے میں ان کی حجت یہ ہے کہ مطلقاً علت قادحہ کا نہ ہونا اس بنیاد

پر ہے کہ اس وجہ سے خلل کا داخل ہونا نادر ہے پھر جب اس بات پر اتفاق ہو جائے کہ متن منکر ہو تو تنقید کرنے والے کا غالب گمان اس کے بطلان ہوتا ہے پس کبھی خلل کا موجود ہونا متحقق ہوتا ہے۔ اور جب اس کا اس علت کے علاوہ کوئی سبب نہ پایا جائے تو ظاہر یہ ہے کہ یہی اس کا سبب ہے۔ اور یہ بات بہت کم ہوتی ہے کہ اس طریقے سے اس میں خلل وارد ہو۔

منتخب من العلل 227 پر خلال نے کہا: مہنا نے کہا میں نے امام احمد سے اعمش کی حدیث کے متعلق سوال کیا کہ وہ ابو وائل سے روایت کرتے ہیں کہ جناب معاویہ نے بتوں کیساتھ کھیلا؟ تو آپ نے فرمایا: اہل کوفہ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر کتنی سختی کی ہے۔ اور اس حدیث کو صحیح نہیں قرار دیا اور کہا: شیعہ کے ایک آدمی نے ایسی بات کی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حق میں یہ بات کہی ہے جس نے یہ کہا تھا کہ جناب معاویہ بتوں کیساتھ کھیلے ہیں۔ امام احمد کا معاملہ اس شخص کے بارے میں کیا ہوگا جس نے کہا جناب معاویہ بتوں کو بیچتے تھے؟!۔

اعتراض: معاویہ رضی اللہ عنہ نے جھوٹی قسم کھائی اور نبی ﷺ نے انہیں جھوٹا قرار دیا۔

الرویانی نے اپنی مسند ج1 ص290 پر اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ ج59 ص204 پر سلمہ بن الفضل کے طریق سے راوی وہ محمد بن اسحاق سے وہ عاصم بن عمر بن قتادہ سے وہ محمد بن کعب سے راوی ہیں کہ محمد بن کعب نے کہا کہ ہم کوفہ کی مسجد میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کیساتھ بیٹھے تھے کہ ایک قصہ گو آیا اور بیٹھ گیا اس نے قصہ گوئی کی پھر اس نے خاص وعام کو بلایا پھر خلیفہ کو بلایا، اور اس وقت جناب معاویہ بن ابوسفیان خلیفہ تھے تو ہم نے حضرت براء سے کہا: اے ابو ابراہیم! یہ آدمی آیا تو اس نے خاص وعام کو بلایا پھر جناب معاویہ کو بلایا، جو آپ نے کہا ہے انہوں نے اس سے کچھ نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا: ہم حاضر تھے تم غائب تھے، ہم نے جانا اور تم نے نہ جانا ہمارے سامنے کی بات ہے جب ہم رسول اللہ ﷺ کیساتھ حنین میں تھے کہ اچانک ایک عورت آئی حتی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑی ہوگئی اس نے کہا: ابوسفیان اور ان کے بیٹے معاویہ نے میرا اونٹ لیا اور مجھے سے چھپا لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو ابوسفیان اور معاویہ کی طرف بھیجا کہ اس عورت کا اونٹ واپس کرو! تو ان دونوں نے واپس یہ جواب بھیجا کہ اللہ کی قسم ہم نے اس کا اونٹ نہیں لیا اور نہ ہی ہم جانتے ہیں کہ وہ کہاں ہے؟ نبی کریم ﷺ نے دوبارہ ان کی طرف آدمی بھیجا تو ان دونوں نے کہا: اللہ کی قسم ہم نے اونٹ نہیں لیا اور نہ ہی ہم جانتے ہیں کہ وہ کہاں ہے؟۔

پس رسول اللہ ﷺ غصہ ہو گئے حتی کہ ہم نے آپ ﷺ کے چہرے کی رنگت تبدیل ہوتے دیکھی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کی طرف چل! اور انہیں کہہ! کیوں نہیں اللہ کی قسم! تم دونوں ہی اونٹ والے ہو! لہذا تو اس عورت کا وانٹ اسے واپس کرو! پس رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے تو انہوں نے اونٹ بٹھایا تھا اور اسے باندھا تھا۔ تو وہ دونوں کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم نے اسے نہیں لیا لیکن ہم نے اسے تلاش کیا تو اسے پالیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: تم دونوں جاؤ!۔

یہ روایت نہ ہی سنداً صحیح ہے نہ ہی متناً!۔

اس کی سند میں سلمہ بن الفضل الابرش ہے اس پر کلام پیچھے گزر چکا ہے کہ یہ ضعیف الحدیث ہے۔ یہ منکر وغریب روایتیں بیان کرتا ہے۔ جو یہ ابن اسحاق سے صرف مغازی میں روایات بیان کرے وہ دوسری روایات سے زیادہ قوی ہیں اگرچہ اس کی حدیث مطلقاً ضعیف ہیں۔ (دیکھئے: الکامل لابن عدی ج2 ص210)

اور محمد ابن اسحاق کی یہ روایت معنعن ہے سماع کی تصریح نہیں ہے۔

امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج59 ص205 پر اس کی نکارت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے کہا: محمد بن اسحاق اور سلمہ بن الفضل دونوں شیعہ ہیں۔

متن کی بابت سوال یہ ہے کہ کیا جناب ابوسفیان اور ان کے بیٹے جناب معاویہ کو اس عورت کے اونٹ کی ضرورت تھی؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں سے ہر ایک کو حنین کے دن سو سو اونٹ اور چالیس چالیس اوقیہ سونا عطا کیا تھا!۔ (دیکھئے: الروض الانف للسہیلی ج3 ص408)

اعتراض:

جناب معاویہ نے جنگ صفین میں پچیس بدری صحابہ کو شہید کیا۔

جواب:

جنگ صفین میں بدری صحابہ رضی اللہ عنہم بہت تھوڑے حاضر ہوئے بلکہ کہا گیا ہے کہ صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ شریک ہوئے۔

امام احمد نے العلل ومعرفۃ الرجال ج1 ص287 پر، ابن عدی نے الکامل رقم: 239 پر، عقیلی نے الضعفاء ج1 ص59 پر، الخلال نے السنۃ ج2 ص465 رقم: 726 پر اور خطیب نے تاریخ بغداد ج6 ص113 پر امیہ بن خالد کے طریق سے روایت کیا، آپ نے کہا کہ شعبہ سے کہا گیا: ابوشیبہ نے حکم سے روایت کی وہ عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: جنگ صفین میں ستر بدری صحابی شریک ہوئے۔ شعبہ نے

کہا: اللہ کی قسم اس نے جھوٹ بولا۔ میں نے حکم سے اس کا تذکرہ کیا اور ہم نے اس کے گھر میں ذکر کیا تو ہم نے نہیں پایا کہ جنگ صفین میں حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی دوسری بدری صحابی شریک ہوا ہو!۔

اس کی سند جید ہے۔

امام احمد نے العلل ومعرفۃ الرجال ج1 ص431 پر روح سے روایت کی، آپ نے کہا: ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے حکم سے اس کا تذکرہ کیا اور ہم نے اس کے گھر میں ذکر کیا تو ہم نے نہیں پایا کہ جنگ صفین میں حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی دوسرا بدری صحابی شریک ہوا ہو!۔ جناب شعبہ، ابوالہیثم بن التیہان کا جنگ صفین میں شریک ہونے کا انکار کرتے تھے۔

امام ذہبی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شریک ہوئے اور امام علی رضی اللہ عنہ بھی۔ (السیر ج7 ص221)

حافظ ابن کثیر نے کہا: کہا گیا ہے کہ: اس جنگ میں اہل بدر میں سے حضرت سہل بن حنیف شریک ہوئے اور ایسے ہی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی۔ یہ بات ہمارے شیخ علامہ ابن تیمیہ نے کتاب: "الرد علی الرافضۃ" میں کہی ہے۔ (البدایۃ والنھایۃ ج11 ص491)

اس کی شاہد یہ بھی روایت ہے جسے ابن ابی الدنیا نے العزلۃ والانفراد رقم 9، پر ابن بطہ نے الابانۃ الکبری ج2 ص596 پر اور ابن عبدالبر نے التمہید ج17 ص442 پر ابن لہیعہ کے طریق سے روایت کیا وہ سیار بن عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: مجھے بکیر بن الاشج نے کہا: تیرے ماموں نے کیا کیا؟ کہتے ہیں: میں نے کہا: اتنے عرصے سے انہوں نے گھر کو لازم کرلیا ہے، تو آپ نے کہا: کیا بدری صحابہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لازم نہیں پکڑ لیا تھا پھر وہ اپنے گھروں سے صرف قبروں کے لیے ہی نکلے۔ (دیکھئے: البدایۃ والنھایۃ ج7 ص179)

اس کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ ہے (جو کہ ضعیف ہے)۔

امام احمد نے العلل ج3 ص182 رقم: 4787 پر، خلال نے السنہ ج2 ص446 رقم: 728 پر اور ابن شبہ نے اخبار مدینہ رقم: 2286 پر اسماعیل بن علیہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: ہم سے ایوب نے بیان کیا وہ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے راوی، آپ نے کہا: جس وقت فتنہ برپا ہوا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے دس ہزار صحابہ موجود تھے تو جنگوں میں سو بھی موجود نہیں تھے بلکہ ان کی تعداد تیس کے عدد

تک بھی نہیں پہنچتی۔

ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ج6 ص236 پر کہا: زمین کے اوپر یہ سب سے زیادہ صحیح سند ہے۔

اور ج6 ص237 پر یہ بھی کہا ہے: یہ نص جنگ میں صحابہ کی قلت پر دلالت کرتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت سہل بن حنیف اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہما اس جنگ میں حاضر ہوئے تھے۔ امام ابن سیرین کا کلام اس کے قریب ہے کہ وہ ایک سو کے قریب کا ذکر کرتے ہیں۔

معمر نے اپنی جامع رقم: 20735 پر ایوب سے وہ ابن سیرین سے راوی، آپ نے کہا: فتنہ برپا ہو گیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے دس ہزار صحابہ موجود تھے تو ان میں سے چالیس آدمی بھی کھڑے نہیں ہوئے۔

معمر نے کہا: ابن سیرین کے علاوہ نے کہا: جنگ صفین میں دو سو چالیس سے زیادہ بدری صحابہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیساتھ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے حضرت ابوایوب انصاری، حضرت سہل بن حنیف اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

اسے حاکم نے اپنی مستدرک ج5 ص627 رقم: 8407 پر روایت کیا مگر اس کو ابن سیرین کے کلام کے آخر میں ذکر کیا وہ معمر بن راشد البصری کا کلام ہے (نہ کہ ابن سیرین کا)۔

میں کہتا ہوں: جس نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کیساتھ دو سو چالیس سے زائد بدری صحابہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کیساتھ کھڑے ہوئے۔ یہ قول کئی وجوہ سے مردود ہے:

1:۔ کچھ معلوم نہیں کہ یہ بات کس نے کہی ہے اور امام حاکم کا مستدرک میں اسے ابن سیرین کی طرف منسوب کرنا وہم ہے۔ آپ نے بذات خود معمر کے طریق سے اسے روایت کیا اور وہ جو جامع معمر میں ہے: ابن سیرین کے علاوہ نے کہا: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کیساتھ کھڑے ہوئے۔۔۔الخ۔

2:۔ یہ قول ان آثار صحیحہ کے خلاف ہے جن میں یہ بات ہے کہ جنگ صفین میں بہت تھوڑی تعداد میں صحابہ کرام شریک ہوئے بالخصوص اہل بدر۔ ان آثار کو میں نے ذکر کر دیا ہے۔

جنگ صفین بہت کم بدری صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پائی ہے۔ معمر نے اپنے جامع رقم: 20739 پر اور امام احمد نے العلل رقم: 4331 پر یحیی بن سعید سے روایت کیا وہ جناب ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے راوی ہیں، آپ نے کہا: جب پہلا فتنہ برپا ہوا تو بدری صحابہ میں سے کوئی باقی نہیں تھا پھر جب دوسرا فتنہ برپا ہوا تو صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والے صحابہ میں سے کوئی ایک بھی نہیں تھا اور میرا خیال ہے کہ اگر تیسرا فتنہ برپا ہوتا

تو وہ نہ اٹھتا اور لوگوں میں وہ گھر کر جاتا۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح رقم: 3800 پر اسے معلقا لیکن جزم کیساتھ لیث عن یحیی بن سعید کے طریق سے ذکر کیا۔ اور اس کی تفسیر یہ کی کہ پہلے فتنے سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے اور دوسرے فتنے سے مراد واقعہ حرہ ہے۔

ابن حجر نے فتح الباری ج 7 ص 325 پر کہا: یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت قائم ہونے والے فتنے سے لے کر واقعہ حرہ کی صورت میں دوسرے فتنے کے برپا ہونے تک وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان وفات پا چکے تھے۔

ابن شبہ نے اخبار المدینہ رقم: 2284 پر سعید بن عامر سے روایت کیا، کہا: ہم سے ہشام نے بیان کیا وہ جناب محمد سے راوی کہا: جس وقت فتنہ واقع ہوا تو مدینہ پاک میں دس ہزار صحابہ کرام موجود تھے۔ یا کہا: دس ہزار سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب موجود تھے تو ان تمام میں سے فتنے میں صرف تیس صحابہ کرام داخل ہوئے۔

بلکہ جنگ جمل میں قلیل تعداد میں صحابہ کرام علیہم الرضوان حاضر ہوئے۔ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج 11 ص 474 پر کہا: فریقین میں صحابہ کی تعداد قلیل تھی۔

ابن ابی شیبہ نے نے اپنی مصنف ج 7 ص 538 پر کہا:

ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا وہ منصور بن عبدالرحمن سے وہ حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: جنگ جمل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے صرف حضرت علی، حضرت عمار، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم شریک ہوئے پھر اگر ان کی تعداد پانچویں تک تجاوز کر جائے تو میں جھوٹا ہوں گا۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

اسے خلال نے السنہ ج 2 ص 466 رقم: 729 پر اور امام احمد نے العلل ج 3 ص 45 پر سفیان کے طریق سے روایت کرتے ہیں وہ منصور سے وہ شعبی سے روایت کرتے ہیں۔ اس کی سند بھی صحیح ہے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج 11 ص 474 پر کہا: اس جنگ میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت ابن زبیر، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محمد بن ابی بکر، حضرت سہل بن حنیف اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شریک ہوئے۔

اختصار علوم الحدیث ج2 ص500 پر کہا: کہا جاتا ہے کہ فریقین میں سو صحابہ کرام نہیں تھے۔ امام احمد سے روایت ہے کہ تیس صحابہ بھی نہیں تھے۔ واللہ اعلم۔

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو زہر دینے کا اعتراض

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی گئی جھوٹی باتوں میں سے ایک بات یہ بھی کہ جناب معاویہ نے امام حسن کو زہر دلوایا ہے معاذ اللہ!۔

جواب:

میں کہتا ہوں کہ ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج13 ص284 پر محمد بن خلف بن المرزبان کے طریق سے روایت کیا کہا مجھ سے ابو عبداللہ الشامی نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن سلام الجمحی نے بیان کیا وہ ابن جعدبہ سے راوی، کہا: حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی زوجیت میں جعدہ بنت اشعث بن قیس تھی۔ یزید نے اسے یہ فریب دیا کہ اگر تو حضرت امام حسن کو زہر دے تو میں تجھ سے شادی کروں گا تو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو عدت کے بعد جعدہ بنت اشعث نے یزید کی طرف پیغام لے جانے والے کو بھیجا کہ وہ یزید سے اپنے وعدے کو پورا کرنے کے متعلق سوال کرے تو یزید نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تمہیں (امام) حسن (رضی اللہ عنہ) کے لیے پسند نہیں کرتے تھے تو تجھے اپنے لیے کیسے پسند کریں گے۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال ج6 ص253)

اسے ابن جوزی نے المنتظم ج5 ص226 پر روایت کیا۔ دیکھئے: الوافی بالوفیات للصفدی ج4 ص162، تاریخ الخلفاء للسیوطی ص169 اسے بغیر سند کے امام سیوطی نے ذکر کیا۔ ابن عبدالبر نے الاستیعاب ص389 پر، ابن خلکان نے وفیات الاعیان رقم: 6612 پر، ابن اثیر نے الکامل ج3 ص315 پر اور سیر اعلام النبلاء ج5 ص267 پر ذکر کیا ہے کہ امام حسن کی زوجہ جعدہ بنت اشعث نے ہی امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا۔

اس جھوٹ کے جواب میں، میں کہتا ہوں:

اولاً: یہ روایت اگر یزید بن معاویہ کے متعلق صحیح ہے تو اس میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر موجود نہیں ہے۔

ثانیاً: امام حسن رضی اللہ عنہ کا جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے بادشاہت کا جھگڑا نہیں تھا بلکہ امام حسن نے امر خلافت جناب معاویہ کو سونپ دیا تھا پھر کس وجہ سے جناب معاویہ انہیں زہر دیں گے جب کہ آپ کو امام

سے کسی تنگی کا خوف دامن گیر نہیں تھا؟!۔

ابن العربی نے العواصم من القواصم ص 214 پر کہا: اگر کہا جائے کہ امام حسن کو خفیہ طور پر انہوں نے زہر دیا تھا تو میں کہوں گا: یہ دو وجہ سے محال ہے:

پہلی وجہ: امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے لیے کوئی پریشانی نہیں تھی جس سے بچنے کے لیے وہ ایسا کرتے جبکہ امر خلافت بھی جناب معاویہ کے حوالے کر دیا تھا۔

دوسری وجہ: یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن العربی نے العواصم من القواصم ص 214 پر اس کے متعلق: کیا حضرت معاویہ نے امام حسن کو زہر دیا کہا: یہ غیبی امر ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ابن العربی نے العواصم من القواصم ص 214 پر اس کے متعلق: کیا حضرت معاویہ نے امام حسن کو زہر دیا کہا: یہ غیبی امر ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پس تم اتنا وقت گزرنے کے بعد اللہ کی مخلوق میں سے کسی ایک پر اس کا بوجھ کیسے ڈالتے ہو بغیر دلیل کے۔

ابن خلدون نے اپنی تاریخ ج 2 ص 187 پر کہا: جو نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کیساتھ مل کر خفیہ طور پر امام حسن کو زہر دیا تو یہ شیعہ کی روایات میں سے ہے اور حضرت معاویہ اس سے بری ہیں۔

محمد بن ابی بکر البری نے کتاب الجوہرہ 282 پر کہا: اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جناب معاویہ اس سے بری ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یزید نے خفیہ طور پر جعدہ کے ذریعے یہ معاملہ کروایا۔ دونوں روایات کو مؤرخین نے ذکر کیا ہے۔

ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ج 4 ص 469 پر ابن مطہر رافضی کے رد میں کہا: اس کا یہ کہنا کہ حضرت معاویہ نے امام حسن کو زہر دیا یہ ان باتوں میں سے ہے جنہیں بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے اور یہ بات نہ تو شرعی دلیل سے ثابت ہے یا قابل اعتبار اقرار سے اور نہ ہی کسی ایسی نقل سے جس پر یقین کیا جا سکے۔ یہ ان امور میں سے ہے جس کا علم نہیں ہو سکتا لہذا ایسی بات کہنا بغیر علم کے ہے۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح کی باتوں پر شریعت حکم نہیں لگاتی اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

بلاذری نے انساب الاشراف ج 3 ص 295 پر صیغہ تمریض سے اسے ذکر کیا۔ اسے سند کے بغیر ذکر کر کے کہا: کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے جعدہ بنت اشعث بن قیس۔ جو امام حسن کی بیوی تھی کی طرف امام حسن کو زہر دینے کا خفیہ پیغام بھیجا اور انہیں راغب کیا یہاں تک کہ جعدہ نے امام حسن کو زہر دے دیا اور وہ امام

حسن کے خلاف تھی۔

امام ذہبی نے تاریخ الاسلام میں ذکر کیا: میں کہتا ہوں: یہ چیز صحیح نہیں ہے پس کون ہے جو اس پر مطلع ہوا ہے۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج 11 ص 208 پر کہا: بعض نے روایت کیا کہ یزید بن معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر تو امام حسن کو زہر دے تو ان کے بعد میں تجھ سے شادی کرلوں گا، چانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب امام حسن وفات پاگئے تو جعدہ نے یزید کی طرف پیغام بھیجا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تجھے امام حسن کے لیے پسند نہیں کرتے تھے تو اپنے لیے کیسے پسند کریں گے؟۔

حافظ ابن کثیر نے کہا: میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے اور بدرجہ اولی ثابت ہوا کہ اس کے والد حضرت معاویہ کے متعلق روایت درست نہیں ہے۔

اعتراض:

جناب معاویہ نے جناب عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو شہید کیا۔

جواب:

اس جھوٹ کے جواب میں، میں کہتا ہوں:

طبری نے اپنی تاریخ ج 3 ص 202 پر عمر بن شبہ سے روایت کی وہ علی بن محمد المدائنی سے وہ مسلمہ بن محارب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید کا مقام ومرتبہ شام میں بلند تھا اور اہل شام ان کی طرف مائل ہوتے تھے کیونکہ ان کے پاس اپنے والد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے آثار موجود تھے اور آپ روم کی زمین اور جنگ میں مسلمانوں کی طرف سے کفایت کرتے تھے حتی کہ جناب معاویہ کو ان کی طرف سے اپنے آپ پر خوف طاری ہوا لوگوں کے ان کی طرف میلان کرنے کی وجہ سے چانچہ آپ نے ابن اثال کو حکم دیا کہ ان کے قتل کا کوئی حیلہ کریں اور اس بات کی ضمانت دی کہ جو ایسا کرے گا جب تک زندہ رہے گا اس کا خرچ جناب معاویہ ادا کریں گے اور اسے حمص کے خراج جبایہ کا نگران مقرر کریں گے۔ جب حضرت عبدالرحمن بن خالد بلادِ روم سے واپس حمص میں تشریف لائے تو ابن اثال نے ان کی طرف ان کے بعض غلاموں کے ذریعے ایک مشروب بھیجا جس میں زہر ملا ہوا تھا چنانچہ آپ نے وہ مشروب پیا تو اس کی وجہ سے آپ حمص میں وفات پاگئے۔ جناب معاویہ نے جو ضمانت دی تھی وہ دیا اور خراج حمص کا نگران بھی ابن اثال کو مقرر کیا اور خرچ بھی اسے دیا۔ (دیکھئے: الامثال للقاسم بن سلام 36، اسد الغابہ 693، الکامل لابن اثیر ج 3 ص 309)

یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں مسلمہ بن محارب الزیادی ہے۔اس میں جہالت پائی جاتی ہے اس نے اپنے باپ اور ابن جریج سے روایت کی اور اس سے مدائنی نے روایت کی۔ابن حبان کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔(الثقات ج7ص490)

امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے اس کا ذکر کیا تو اس کے متعلق نہ جرح ذکر کی نہ تعدیل!۔

پھر مسلمہ بن محارب نے اس واقعہ کو پایا ہی نہیں کیونکہ وہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں کرتے مگر اپنے باپ کے واسطے سے،یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس واقعے کی سند منقطع ہے۔

(دیکھئے:التاریخ الکبیر ج7ص387،الجرح والتعدیل ج8ص266،الثقات ج7ص490)

اور یہ بات بھی ہے کہ علی بن محمد ابو سیف المدائنی الانباری کے متعلق کلام کیا گیا ہے۔ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ذہبی نے السیر ج10ص401 پر کہا:سیر،مغازی،انساب اور ایام عرب میں قابل تعجب ہے اور اس سے جو نقل کیا جاتا ہے اس میں وہ سچا ہے۔

ابن عدی نے الکامل ج5ص213 پر کہا:حدیث میں وہ قوی نہیں ہے۔وہ اخباری ہے۔اس کی مسند روایات قلیل ہیں۔

اسی وجہ سے طبری نے اپنی تاریخ ج3ص202 پر صیغہ تمریض سے کہا:اس بارے میں جو کہا گیا۔

اس کو ابوالفرج الاصفہانی نے الاغانی میں اور بلاذری نے انساب الاشراف ج5ص118،ج16ص209 پر روایت کیا۔اور یہ بھی صحیح نہیں۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج11ص174 پر کہا:بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ یہ معاملہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوا حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔

اعتراض:

حضرت معاویہ نے حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

جواب:

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے ثبوت میں اختلاف واقع ہوا ہے۔محمد بن سعد نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طبقہ رابعہ میں آپ کو ذکر کیا ہے۔آپ کی امارت کا ذکر کیا۔پھر اہل کوفہ کے تابعین کے پہلے طبقہ میں آپ کا ذکر کیا۔امام بخاری،ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے،خلیفہ بن خیاط اور ابن حبان نے آپ کو تابعین میں ذکر کیا ہے۔ابو احمد العسکری نے کہا:اکثر محدثین ان کے لیے صحبت کو صحیح قرار نہیں

دیتے۔(دیکھئے: الطبقات الکبری لابن سعد ج6ص217، البدایہ والنہایہ ج11ص228، الاصابہ ج1ص313)

جناب حجر بن عدی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالفین میں سے تھے جیسا کہ طبقات ابن سعد ج6ص151، استیعاب 174، سیر اعلام النبلاء ج3ص462، البدایہ والنہایہ ج11ص229 اورالاصابہ ج2ص37 پر ہے۔

حضرت معاویہ نے ان کے قتل کا عذر بھی بیان کیا ہے چنانچہ بلاذری نے انساب الاشراف ج2ص169 پراور ابن عساکر نے اپنی تاریخ ج12ص230 پر اپنی سند کیساتھ ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں،آپ نے بیان کیا کہ جناب معاویہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو اندر آنے کی اجازت مانگنے لگے تو سیدہ عائشہ نے اجازت دینے سے انکار کردیا۔سیدہ کا غلام جسے ذکوان کہا جاتا تھا وہ باہر آیا اس نے کہا: آپ پر افسوس ہے آپ مجھے سیدہ عائشہ کے پاس جانے کے لیے کہتے ہیں جبکہ وہ مجھ پر غصہ ہوئی ہیں۔آپ بار بار غلام کے ذریعے اجازت مانگتے رہے یہاں تک کہ حضرت عائشہ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔غلام نے کہا: حجر بن عدی مجھ سے زیادہ سیدہ عائشہ کے فرمانبردار تھے اس کے باوجود آپ سیدہ کے پاس کیوں تشریف لے کے جارہے ہیں؟۔(حضرت معاویہ اندر تشریف لائے اورسیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہا: اے امی جان! کس بارے میں آپ مجھ پر غصہ ہیں ؟! آپ نے فرمایا: جناب حجر اور ان کے ساتھیوں کے معاملے میں، میں تجھ پر غصہ ہوں کہ تو نے انہیں قتل کردیا!۔جناب معاویہ نے ان سے کہا: حجر اوراس کے ساتھیوں کا معاملہ اس لیے پیش آیا کہ مجھ ایک امر میں خوف لاحق ہوا اور ایک ایسے فتنے کا ڈر مجھے پیدا ہوا کہ ان کی وجہ سے اگر وہ ظاہر ہوجاتا تو اس میں خون بہتا اور محرمات کو حلال جانا جاتا اور آپ مجھ سے خوف زدہ ہیں ! آپ مجھے چھوڑ دیں !اللہ تعالیٰ جو چاہے گا میرے ساتھ معاملہ فرمائے گا!سیدہ عائشہ نے فرمایا: میں نے تجھے چھوڑ دیا اللہ کی قسم!میں نے تجھے چھوڑ دیا اللہ کی قسم!میں نے تجھے چھوڑ دیا اللہ کی قسم!۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ ج12ص229 پر امام احمد کے طریق سے راوی وہ عفان سے وہ اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ سے وہ ایوب سے وہ عبدالرحمن بن ابی ملیکہ سے راوی ہیں کہ جب حضرت معاویہ سیدہ عائشہ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: کیا تو نے جناب حجر کو قتل کیا؟ آپ نے کہا: اے ام المومنین! میں نے ایک آدمی کے قتل کو لوگوں کے معاملات میں درستگی کے پیش نظر بہتر جانا اس آدمی کے زندہ رہنے سے لوگوں کے معاملات میں فساد پیدا ہونے سے۔

اعتراض:

جناب اشتر بن مالک بن حارث نخعی کو جناب معاویہ نے قتل کروایا۔

جواب:

یہ بھی ان اباطیل میں سے ہے جو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے کہی گئی ہیں۔

طبقات ابن سعد ج 6 ص 213 میں ہے کہ جناب اشتر حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے اور آپ ہی کی معیت میں جنگ جمل، جنگ صفین اور تمام جنگوں میں لڑے اور حضرت علی علیہ السلام نے انہیں مصر کا حکمران مقرر کیا تھا چنانچہ آپ مصر کی طرف نکلے جب عریش میں پہنچے تو آپ نے شہد پیا جس کی وجہ سے آپ فوت ہو گئے۔

ذہبی نے سیر ج 4 ص 34 پر کہا: جب حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین سے واپس تشریف لائے تو جناب اشتر کو دیارِ مصر کا والی بنا کر روانہ کیا تو آپ راستے میں زہر پینے کی وجہ سے فوت ہو گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عثمان نامی ایک آدمی ان کی مقابل آیا تو اس نے شہد میں زہر ملا کر انہیں دیا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے۔

ابن حجر نے الاصابہ ج 6 ص 162 پر کہا: جناب اشتر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابوذر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت کی اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صحبت اختیار کی اور ان کے ساتھ جنگ جمل میں شرکت کی اور ان کے اس کے متعلق کئی آثار ہیں اور ایسے ہیں جنگ صفین کے متعلق بھی کئی آثار ہیں۔ قیس بن عبادہ کے لوٹنے کے بعد حضرت علی نے آپ کو مصر کا والی مقرر فرمایا چنانچہ جب آپ قلزم تک پہنچے تو آپ نے شہد پیا جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔ کہا گیا ہے کہ وہ شہد زہر کی ملاوٹ والا تھا اور یہ 38ھ ہجری کا واقعہ ہے۔

ان حوالہ جات میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے کہ آپ نے انہیں شہید کیا یا کروایا!۔

طبری نے اپنی تاریخ ج 3 ص 127 پر ایک روایت بیان کی جس میں یہ بھی ہے: جناب معاویہ نے جابستار جو ایک خراج دینے والا آدمی تھا کی طرف پیغام بھیجا اور اس سے کہا: اشتر مصر کا والی مقرر کیا گیا ہے اگر تو اس کا کام تمام کر دے تو جب تک تو زندہ رہے گا میں تجھ سے خراج نہیں لوں گا لہذا اس پر قدرت پا کر حیلہ کر! چنانچہ وہ جابستار نکلا حتی کہ قلزم آ گیا اور یہاں پر اس نے قیام کیا۔ جناب اشتر عراق سے مصر کی جانب روانہ ہوئے، جب قلزم میں پہنچے تو جابستار ان کے سامنے آیا اور کہا: یہ گھر ہے! اور یہ کھانا اور چارا ہے اور میں

اہل خراج میں سے ایک آدمی ہوں، پس جناب اشتر وہاں اترے تو ان کے پاس دہقان چارا اور کھانا لے آیا، جب آپ کھانا کھا چکے تو شہد کا مشروب لے آیا جس میں زہر ملایا تھا، آپ نے اسے پیا، جب آپ نے اسے پیا تو آپ کو موت آ گئی۔

میں کہتا ہوں: یہ قصہ ابو مخنف لوط بن ابی یحیی اخباری کی روایت سے ہے اور اس کے متعلق کلام پیچھے گزر چکا ہے یہی وجہ ہے کہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ ج56 ص376 پر اسے ضعیف صیغے کیساتھ ذکر کیا۔

بلاذری نے انساب الاشراف ج3 ص168 پر بغیر سند کے اس واقعے کو ذکر کیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ: جناب معاویہ کو ان کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ کہنے لگے: کچھ شک نہیں کہ شہد بھی اللہ تعالیٰ کا ایک لشکر ہے۔

بلاذری نے انساب الاشراف ج3 ص168 پر اسی کے ہم معنی ایک دوسرا قصہ وہب بن جریر کے طریق سے چلایا وہ ابن جعدبہ سے وہ صالح بن کیسان سے روایت کرتے ہیں اور اس میں یہ ہے کہ جب عین شمس میں پہنچے تو شہد کا ایک مشروب پیا، کہا جاتا ہے کہ اس میں زہر تھا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہنے لگے: شہد بھی اللہ کا ایک لشکر ہے۔ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

اعتراض:

جناب معاویہ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ پر لعنت کی اور انہیں گالی دی۔ معاذ اللہ!۔

جواب:

یہ جھوٹ ہے۔

اس بارے میں کوئی چیز صحیح نہیں ہے کہ جناب معاویہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔ امام قرطبی اور حافظ ابن کثیر نے اس بات کی تصریح کی ہے۔

امام قرطبی نے المفہم ج6 ص278 پر کہا: یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر لعنت و سب کریں کیونکہ آپ عقل، دین، حلم اور اخلاق سے موصوف تھے اور جو اس بارے میں مرویات ہیں وہ اکثر جھوٹ ہے، صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج10 ص576 پر کہا: ان رضی اللہ عنہم سے یہ بات صحیح نہیں ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح رقم: 2404 پر حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت سعد سے کہا: جناب ابو تراب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) پر سَبّ کرنے سے تجھے کون سے چیز مانع ہے؟ آپ نے کہا: رسول

اللہ ﷺ نے ان کے متعلق تین باتیں ایسی فرمائی ہیں جن کی وجہ سے میں ہرگز ان پر سَبّ نہیں کروں گا، اگر ان میں سے ایک بھی میرے لیے ہوتو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پیاری ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب کسی جنگ میں آپ ﷺ حضرت علی کو نائب بنا کر جانے لگے تو ان سے حضرت علی نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کے جارہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے حضرت ہارون تھے مگر میرے بعد نبوت نہیں، اور میں نے خیبر کے دن حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میں ضرور بضرور جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں چنانچہ ہم اس کی خواہش کرنے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت علی کو بلاؤ! چنانچہ حضرت علی کو لایا تو آپ کو آشوب چشم تھا تو حضور ﷺ نے آپ کی آنکھ میں لعاب دہن لگایا اور جھنڈا انہیں عطا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی اور جب یہ آیت نازل ہوئی: (اے محبوب ان نجران کے عیسائیوں سے) فرماؤ! آؤ ہم اپنے اور تمہارے بیٹوں کو بلائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت سیدہ فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا تو کہا: اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔

حدیث مذکور کا جواب:

اولاً: جناب معاویہ کا حضرت سعد سے قول: جناب ابوتراب پر سَبّ کرنے سے تجھے کون سی چیز مانع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کو ان کی رائے واجتہاد میں خطا کار کیوں نہیں ٹھہراتے اور میرا اجتہاد اور میری رائے کو اچھا ظاہر کیوں نہیں کرتے۔ حضرت سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے تھے جو فتنے سے الگ تھے یعنی جو جنگ جمل وصفین میں فریقین میں سے کسی کی طرف سے شریک نہیں ہوئے تھے۔

ثانیاً: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت مولا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مؤقف جانتے تھے تو آپ نے سَبّ سے مانع سبب کے متعلق سوال کیا کہ کیا آپ کا یہ عمل مولا علی کی تعظیم کے لیے ہے یا خوف کی وجہ سے یا تقوی کی بنیاد پر۔

ثالثاً: اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے کا ارادہ کرتے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اس کا مطالبہ نہ کرتے کیونکہ وہ تو اس فتنے سے جدا تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے اسانید صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایک آدمی نے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو گالی دی (معاذ اللہ!) تو آپ

نے اس کے خلاف دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔

(دیکھیے: سیر اعلام النبلاء ج1 ص116، امام ذہبی نے واقعہ ذکر کیا کہ ایک آدمی نے مولا علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی تو حضرت سعد نے اسے منع کیا تو وہ باز نہ آیا تو آپ نے اس کے خلاف دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک بڑبڑاتا ہوا اونٹ آیا تو اس آدمی کو اس نے دھکا دے کر گرا دیا حتی کہ وہ مر گیا۔ ذہبی نے کہا: اس واقعہ کی کئی سندیں جنہیں ابن ابی الدنیا نے مجابی الدعوۃ کے اندر جمع کیا ہے)

جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا معاملہ ایسا ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے کیسے مطالبہ کر سکتے تھے کہ وہ معاذ اللہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیں!۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم ج15 ص175 پر کہا: جناب معاویہ کے اس قول میں تصریح نہیں ہے کہ آپ نے حضرت سعد کو گالی دینے کا حکم دیا ہو، آپ نے تو سَبّ سے مانع سبب کے متعلق سوال کیا، گویا آپ کہتے ہیں: کیا آپ تقویٰ کی وجہ سے گالی سے رکے ہیں، یا خوف کی وجہ سے، یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ ہے؟ اگر سبب تقویٰ و تعظیم ہے تو آپ درستگی والے نیکی کرنے والے ہیں اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور وجہ ہے تو اس کا جواب بھی اور ہوگا، شاید حضرت سعد اس گروہ میں سے تھے جو معاذ اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو گالیاں دیتے تھے اور جناب سعد گالی نہیں دیتے تھے اور انکار سے عاجز آ گئے اور آپ دیگر لوگوں پر انکار کرتے تھے تو جناب معاویہ نے ان سے یہ سوال کیا۔ علماء نے کہا: اس میں ایک اور تاویل کا احتمال ہے کہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو کون سی چیز مانع ہے اس بات سے کہ آپ مولا علی کی رائے واجتہاد کو خطا کار قرار دیں اور لوگوں کے لیے ہماری رائے واجتہاد کے حسن کو ظاہر کریں اور اس بات کا اظہار کریں کہ انہوں نے خطا کی؟ (تو آپ نے فرمایا کہ تین باتیں رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمائی ہیں۔۔۔الخ)

قرطبی نے المفہم ج6 ص276 پر کہا: یہ قول گالی میں صراحت نہیں ہے، یہ تو گالی سے رکنے کے سبب کے متعلق سوال ہے تاکہ وہ وہی سبب بیان کرتے ہیں جو ان کے پاس ہے یا اس کے مخالف، جیسا کہ حضرت سعد کے جواب سے ظاہر ہے اور جب یہ سبب جناب معاویہ سے سنا تو خاموش ہو گئے اور یقین کر لیا اور حقدار کا حق پہچان لیا۔

بلاذری نے بھی انساب الاشراف ج5 ص124 پر بغیر سند کے ذکر کیا اور کہا: مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ جناب معاویہ نے ایک دن لوگوں کو خطبہ دیا تو اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی۔۔۔الخ۔

اور اسے ج5 ص30 پر سند کیساتھ روایت کیا کہا: مجھے سے مدائنی نے بیان کیا وہ عبداللہ بن فائد وحیم

بن حفص سے روایت کرتے ہیں، دونوں نے کہا: حضرت معاویہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کی طرف لکھا: حضرت علی کی گالی وتنقیص کا اظہار کرا تو انہوں نے جواب میں لکھا: اے امیر المؤمنین! میں آپ کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتا کہ جب کبھی آپ عیب نکالیں تو تنقیص کریں اور جب کبھی غصے میں ہوں تو ماریں، آپ کے اور اس بات کے درمیان آپ کے حلم کی آڑ ہونی چاہیے اور آپ اپنی معافی سے تجاوز نہ فرمائیں!۔

وسحیم بن فائد وہ ابوالیقظان العجیلی ہے میں نے اس کے متعلق نہ جرح پائی ہے نہ تعدیل مگر حافظ مزی کا ایک قول پایا جو تہذیب الکمال ج 8 ص 216 پر ہے کہ وہ اخباری ہے وسحیم اس کا لقب ہے اور اس کا نام عامر ہے۔

ابن ندیم نے فہرست 138 پر کہا: وہ اخبار وانساب، مآثر اور عیوب کا عالم ہے اور ثقہ ہے۔

اور عبداللہ بن فائد مذکورہ سند میں وہ خود سحیم بن حفص ہے۔

خطیب بغدادی نے موضح اوھام الجمع والتفریق ج 2 ص 165 پر زبیر بن بکار کے طریق سے روایت کی کہا مجھ سے ایک ثقہ آدمی نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوالحسن المدائنی ابوالیقظان نے کہا جو سحیم بن حفص ہے اور وسحیم اس کا لقب ہے اور وہ عامر بن حفص ہے اور حفص کا ایک بیٹا تھا جسے محمد کہا جاتا تھا اور وہ اس کا سب سے بڑا بیٹا تھا اور حفص انتہائی سیاہ رنگت والا تھا اور اسود سے ہی پہچانا جاتا تھا۔ اور مجھ سے ابوالیقظان نے کہا: جب میں پندرہ دن کا تھا تو میری ماں نے میرا نام عبداللہ رکھا، جب میں کہوں مجھ سے ابوالیقظان نے بیان کیا تو وہ ابوالیقظان ہی ہوتا ہے اور جب میں کہوں سحیم بن حفص اور عامر بن حفص اور عامر بن ابی محمد اور عامر بن الاسود اور سحیم بن الاسود اور عبداللہ بن فائد اور ابواسحاق المالکی تو وہ بھی ابوالیقظان ہی ہوتا ہے۔

(دیکھیے: الکفایۃ فی علم الروایۃ ص 366، فتح المغیث ج 3 ص 212)

امام سخاوی نے فتح المغیث ج 3 ص 212 پر ان کو ان راویوں میں ذکر کیا جو متعدد ناموں سے بلائے جاتے ہیں، پھر سحیم بن حفص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا بلکہ وہ ان کے اور ان کی خلافت کے بہت بعد ہوا ہے اور سحیم کی وفات 190ھ میں ہوئی ہے۔

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات ثابت بھی ہو جائے تو اس کو ایک گناہ یا خطا والا اجتہاد ہی شمار کیا جائے گا جس کی بخشش توبہ سے یا گناہ مٹانے والی نیکیوں سے ہو سکتی ہے۔

اعتراض:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری اور حضرت اسود بن یزید رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کی ہے۔

اثر حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج62 ص217 پر اور مزی نے تہذیب الکمال ج30 ص7 پر ہوذہ بن خلیفہ کے طریق سے روایت کیا کہا: ہم سے عوف نے بیان کیا وہ ابوعثمان النہدی سے راوی، کہا: میں حضرت ابوبکرہ کا دوست تھا تو ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا لوگوں کا یہ خیال ہے کہ میں نے ان لوگوں پر عتاب دنیا کے معاملے کی وجہ سے کیا ہے کہ انہوں نے عبیداللہ کو یعنی اپنے بیٹے کو فارس کا حکمران بنادیا اور رواد کو یعنی اپنے بیٹے کو دارالرزق کا گورنر بنادیا اور عبدالرحمن کو جوان کا بیٹا ہے دیوان اور بیت المال کا انچارج بنادیا، کیا ان میں دنیا نہیں ہے، ہرگز نہیں، اللہ کی قسم میں نے ان پر عتاب صرف اس لیے کیا ہے کہ انہوں نے اعلانیہ کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال ج30 ص7)

اگر اس اثر کی صحت فرض کی جائے تو اس کا جواب کئی امور سے ہوگا:

1:۔ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بیان فرمائی ہے بلکہ آپ نے یہ بات زیاد کے متعلق فرمائی ہے نہ کہ جناب معاویہ کے متعلق!۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج62 ص217 پر ابوبکر بن خیثمہ کے طریق سے روایت کی وہ ہوذہ بن خلیفہ سے راوی کہا ہم سے ہشام بن حسان نے بیان کیا وہ جناب امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے راوی، آپ نے فرمایا: میرے پاس سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ گزرے، زیاد نے ان (حضرت انس) کو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا کہ جناب ابوبکرہ، زیاد کو عتاب کرتے تھے، (حضرت حسن بصری فرماتے ہیں) پس میں بھی آپ کیساتھ ہوگیا تو ہم شیخ کے پاس آئے جبکہ وہ بیمار تھے، اس معاملے کے متعلق انہیں بات پہنچائی گئی تو آپ نے کہا: وہ (زیاد) کہتا ہے: کیا میں نے عبداللہ کو فارس کا حکمران نہیں بنایا، کیا میں نے رواد کو دارالرزق کا گورنر نہیں بنایا، کیا میں نے عبدالرحمن کو دیوان اور بیت المال کا نگران مقرر نہیں کیا؟ حضرت ابوبکرہ نے فرمایا: کیا اس نے انہیں جہنم میں داخل کرنے کا اضافہ نہیں کیا؟۔ حضرت انس نے کہا: میں تو اسے صرف مجتہد جانتا ہوں تو شیخ نے فرمایا: تم کہتے ہو کہ میں اسے صرف مجتہد جانتا ہوں اور حرور والوں (خوارج) نے بھی اجتہاد کیا تھا تو انہوں نے اجتہاد درست کیا تھا یا غلطی کھائی تھی؟۔ حضرت انس کہتے ہیں: ہم مغلوب ہوکر واپس لوٹ آئے۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال ج30 ص7)

ایسے ہی صالح نے مسائل ابیہ الامام احمد ج2 ص432 پر روایت کیا۔

اس کی سند میں ہشام بن حسان الازدی مولی القرادیس ہے، اس سے ایک جماعت نے روایت کی، یہ

بذات خود ثقہ ہے مگر امام حسن بصری سے اس کی روایت مرسل ہوتی ہے۔

اسماعیل بن علیہ نے کہا: ہم ہشام بن حسان کو جناب حسن بصری کے معاملے میں کچھ بھی شمار نہیں کیا کرتے تھے۔ (دیکھئے: تہذیب التہذیب ج4 ص268)

عباد بن منصور نے کہا: جناب حسن بصری کے پاس میں نے ہشام کو کبھی نہیں دیکھا۔

جریر بن حازم نے کہا: میں جناب حسن بصری کے پاس سات سال تک بیٹھا رہا لیکن میں نے ہشام کو ان کے پاس کبھی نہیں دیکھا۔

جریر بن حازم نے کہا: حضرت حسن بصری کے پاس میں سات سال تک بیٹھا رہا، ایک دن بھی ان سے جدا نہیں ہوا، میں روزہ رکھتا اور ان کے پاس چلا جاتا لیکن میں نے ہشام کو آپ کے پاس کبھی نہیں دیکھا۔

معاذ بن معاذ نے کہا: امام شعبہ ہشام کی عطاء، محمد اور حسن بصری کی روایت سے بچتے تھے۔

عمرو بن عبید نے کہا: میں نے امام حسن بصری کے پاس ہشام کو کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ کبھی ہمارے ساتھ جناب حسن بصری کے پاس آئے۔

2:۔ بالفرض اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات جناب معاویہ کے بارے میں کہی ہے تو پھر جناب ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اس فتنے سے جدا کیوں رہے؟ جب ان کی رائے اِن کے کفر کی تھی تو کیا وجہ ہے کہ آپ نے اِن سے جنگ نہیں کی؟۔

صحیح البخاری 31 پر حسن کے طریق سے وہ احنف بن قیس سے راوی ہیں کہتے ہیں کہ میں اس آدمی کی مدد کے لیے گیا تو مجھے حضرت ابوبکرہ ملے تو آپ نے فرمایا: تیرا ارادہ کہاں کا ہے؟ میں نے کہا: اس آدمی کی مدد کے لیے جانے کا ارادہ ہے، آپ نے فرمایا: واپس چلا جا! کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب دو مسلمان اپنی تلواروں کیساتھ ایک دوسرے سے لڑیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ قاتل کا معاملہ تو سمجھ میں آتا ہے تو مقتول کا کیا حال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے ساتھی کے قتل کا حریص تھا۔

3:۔ کیا حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ پر یہ بات مخفی رہ گئی تھی کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی مسلمانوں کے خون کی حفاظت کرنے اور بادشاہت جناب معاویہ کو سونپنے کی وجہ سے تعریف کی تھی جبکہ آپ نے خود ہی یہ روایت کی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا حسن سید ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ پھر اس کے بعد بھی وہ جناب معاویہ کے

کفر کا قول کریں؟!۔

ابوالعباس ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی ج4 ص466 پر کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امام حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف اصلاح اور ترک قتال کی وجہ سے فرمائی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں گروہوں کے مابین صلح کرانا یہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند تھا قتال کی بنسبت، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جنگ وقتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور اگر حضرت معاویہ کافر ہوتے تو کافر مسلمانوں کا بادشاہ نہیں ہوتا اور اور انہیں امر خلافت دینا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہو کیسے ہوسکتا ہے بلکہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی مومن تھے جیسے امام حسن اور ان کے ساتھی مومن تھے۔امام حسن نے جو کام کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ، محمود ومحبوب تھا۔

4:۔جلیل القدر بڑے بڑے صحابہ کرام علیہم الرضوان جنہوں نے جناب معاویہ سے جنگ کی صفین کے مقام پر انہوں نے جناب معاویہ کی تکفیر کا قول نہیں کیا؟ جیسے حضرت مولا علی ابن ابی طالب اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما۔

مروزی نے تعظیم قدر الصلاۃ 361 پر قیس بن مسلم کے طریق سے روایت کی وہ طارق بن شہاب سے راوی، کہا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جب آپ اہل نہروان (خوارج) کی جنگ سے فارغ ہوئے تو آپ سے کہا گیا: کیا وہ مشرک ہیں؟ آپ نے فرمایا: شرک سے تو وہ بھاگے ہیں، کہا گیا: وہ منافق ہیں؟ آپ نے فرمایا: منافق تو اللہ تعالیٰ کا بہت تھوڑا ذکر کرتے ہیں، کہا گیا: وہ کیا ہیں؟ فرمایا: اس قوم نے ہم پر بغاوت کی تو ہم نے ان سے جنگ کی۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف رقم: 29687 پر محمد بن حکم النخعی کے طریق سے روایت کی وہ ریاح بن حارث سے راویت کرتے ہیں، آپ نے کہا: میں وادی الظبی میں تھا، قریب تھا کہ میرا گھٹنا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے سے مس کر جائے تو ایک آدمی آیا اس نے کہا: اللہ کی قسم! اہل شام کافر ہو گئے، حضرت عمار نے فرمایا: ایسی بات نہ کر! ہمارا قبلہ ایک ہے، ہمارا نبی ایک ہے، لیکن وہ قوم فتنے میں مبتلا ہوگئی تو ہم پر لازم ہوگیا تھا کہ جب تک وہ حق کی طرف لوٹ کر نہ آئیں ان سے جنگ کریں!

محمد بن نصر نے کتاب تعظیم قدر الصلاۃ 426 پر کہا: جنگ جمل اور جنگ صفین کے دن مسلمانوں نے جنگ کی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کثیر تعداد میں موجود تھے تو ان کے درمیان خلق کثیر قتل کی گئی، ان میں

سے کسی نے ایک دوسرے پر کفر کی گواہی نہیں دی نہ ہی انہوں نے ایک دوسرے کا مال حلال جانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت دونوں جماعتوں سے الگ تھی ان جدا ہونے والوں نے ان پر کفر کی گواہی نہیں دی اور نہ ہی انہوں نے جدا ہونے والوں پر کفر کی گواہی دی۔

جہاں تک بات ہے حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی کہ آپ نے جناب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کی ہے تو اس بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح روایت نہیں آئی۔

طبری نے اپنی تاریخ ج 3 ص 232 پر اس روایت کو ابومخنف سے روایت کیا وہ صقعب بن زہیر سے وہ جناب حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جناب معاویہ میں چار خصلتیں پائی جاتیں ہیں ان میں سے اگر ایک بھی ان میں پائی جائے تو وہ بھی ان کے لیے ہلاک کرنے والی ہے: انہوں نے امر خلافت بغیر مشاورت کے لیا حالانکہ ان میں باقی صحابہ اور نور فضیلت موجود تھا، انہوں نے اپنے بعد اپنے بیٹے کو خلیفہ بنایا جو شرابی کبابی تھا، ریشم پہنتا تھا اور طنبورے بجاتا تھا، انہوں نے زیاد کا دعوی کیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ بستر والے کا ہوتا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہوتے ہیں، انہوں نے حضرت حجر اور ان کے ساتھیوں کو شہید کیا، ہائے افسوس حضرت حجر کا، ہائے افسوس حضرت حجر کا، ہائے افسوس حضرت حجر اور ان کے ساتھیوں کا!۔

اس کی سند ساقط ہے، اس میں لوط بن یحیی اخباری ہے جس پر کلام پیچھے گزر چکا ہے۔ ابن کثیر نے اس کو ضعیف صیغے کیساتھ البدایہ والنہایہ ج 8 ص 90 پر ذکر کیا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے خلاف صحیح روایت آئی ہے:

امام آجری نے الشریعہ ج 5 ص 2467 پر، ابن عساکر نے ج 59 ص 206 پر قتادہ کے طریق سے روایت کی وہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں جہنمی ہونے کی گواہی دیتے ہیں! آپ نے فرمایا: ان پر اللہ کی لعنت ہو، وہ کیا جانتے ہیں کہ جہنم میں کون ہے؟۔

ابن عساکر نے ج 59 ص 206 پر محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب کے طریق سے روایت کی کہا ہم سے بشر بن الفضل نے بیان کیا وہ ابوالاشہب سے راوی، آپ نے کہا: حضرت حسن بصری سے کہا گیا: اے ابوسعید! یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو حضرت معاویہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیتے ہیں یا کہا لعنت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: ان لعنت کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو!۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

جناب اسود بن یزید کے اثر کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج59 ص145 پر ابوداؤد الطیالسی کے طریق سے روایت کیا، کہا: ہم سے ایوب بن جابر نے بیان کیا وہ ابواسحاق سے وہ اسود بن یزید سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا آپ طلقاء میں سے ایک آدمی سے تعجب نہیں کرتی جو جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے خلافت کے معاملے میں جھگڑا کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے وہ نیک اور فاجر کو بادشاہی عطا کرتا ہے، اس نے فرعون کو اہل مصر پر چار سو سال تک بادشاہی عطا کی تھی۔

یہ اثر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ایوب بن جابر ابوسلیمان الیمامی ہے جو اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام ابن معین، ابن مدینی، نسائی، ابوزرعہ، ابوحاتم، یعقوب بن سفیان اور معاویہ بن صالح نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: التہذیب ج1 ص201)

ابن حبان نے کہا: یہ غلطی کیا کرتا ہے حتی کہ وہ کثرت وہم کی وجہ سے حد احتجاج سے خارج ہو گیا۔

(دیکھئے: المجروحین ج1 ص167)

امام احمد نے فرمایا: اس کی حدیث اہل صدق کی حدیث کے مشابہ ہے۔

ابن عدی نے کہا: ایوب بن جابر کی تمام احادیث صالح ومتقارب ہیں، بعض بعض کو قوت دیتی ہیں، یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔ (دیکھئے: الکامل ج1 ص355)

اس میں عبدالرحمن بن محمد بن یحیی بن جابر الجوبری مجہول ہے جس نے سنہ 425ھ میں وفات پائی۔

ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ج17 ص415 پر اس کا ذکر کیا لیکن اس میں نہ جرح ذکر کی نہ ہی تعدیل!۔

(دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ج3 ص1076)

ابوالعباس ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی ج4 ص453 پر کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایمان نقل متواتر اور اہل علم کے اجماع سے ثابت ہے ان کے ہم مثل جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے کے ایمان جیسا، جیسے ان کے بھائی یزید بن ابوسفیان اور جیسے سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل، حارث بن ہشام ابواسد بن ابوالعباس بن امیہ اور ان جیسے دیگر لوگ، ان لوگوں کا نام "طلقاء" رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ اس سال ایمان لائے جس سال نبی کریم ﷺ نے غلبہ کے طور پر مکہ فتح کیا اور انہیں آزاد کیا، ان پر احسان کیا، انہیں عطا کیا اور ان کی تالیف قلوب کی اور روایت کی گئی ہے کہ جناب معاویہ بن ابوسفیان اس سے پہلے ایمان لائے

اور ہجرت کی جیسے حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عثمان بن طلحہ حجبی فتح مکہ سے ماقبل ایمان لائے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی، پھر اگر یہ بات صحیح ہو تو یہ مہاجرین میں سے ہوں گے، بہرحال فتح مکہ کے سال مذکورہ لوگوں کیساتھ ان کا اسلام قبول کرنا علماء کے درمیان متفق علیہ ہے برابر ہے کہ آپ نے اس سے پہلے اسلام قبول کیا ہو یا فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا ہو لیکن بعض کذاب لوگوں کا یہ گمان ہے کہ آپ نے اپنے والد کو اسلام قبول کرنے پر عار دلائی، محدثین نے نزدیک یہ بالاتفاق جھوٹ ہے۔ یہ مذکورہ حضرات بہترین مسلمان اور قابل ستائش سیرت والے تھے نہ تو ان پر برائی کی تہمت لگی نہ ہی کسی اہل علم نے ان پر نفاق کی تہمت لگائی جیسا کہ ان کے علاوہ کو تہمت لگائی گئی، بلکہ ان سے تو حسن اسلام، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، جہاد فی سبیل اللہ اور حدود اللہ کی حفاظت ہی ظاہر ہوئی ہے جو ان کے باطنی ایمان کی خوبی اور ان کے حسن اسلام کی دلیل ہے، ان میں سے کچھ کو نبی کریم ﷺ نے اپنی نیابت میں کسی علاقے کا عامل مقرر کیا جیسے حضرت عتاب بن اسید کو اپنی نیابت میں مکہ کا امیر بنایا، آپ مسلمانوں کے بہترین لوگوں میں سے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے: اے اہل مکہ! اللہ کی قسم! تم میں سے جس کسی کی بھی بات مجھ تک پہنچی کہ وہ نماز سے پیچھے رہ گیا ہے تو میں اس کی گردن ماردوں گا!۔

نبی کریم ﷺ نے جناب معاویہ کے والد ابوسفیان بن حرب کو اپنی نیابت میں نجران کا امیر مقرر فرمایا، نبی کریم ﷺ وصال فرما گئے تو جناب ابوسفیان نجران کے امیر ہی تھے۔ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جناب معاویہ حسن اسلام میں اپنے باپ سے زیادہ اچھے تھے جیسا کہ ان کے بھائی یزید بن ابوسفیان، جناب معاویہ اور اپنے والد سے افضل تھے۔

ج 4 ص 457 پر کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب معاویہ کو ان کے بھائی حضرت یزید بن ابوسفیان کی جگہ امیر مقرر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پورے دور خلافت میں جناب معاویہ اپنی ولایت پر برقرار رہے، آپ کی رعایا آپ سے اور آپ کی سیرت وکردار سے خوش تھی، جب انہوں نے آپ کا حلم وعدل دیکھا تو وہ آپ سے محبت کرنے لگے حتیٰ کہ ان میں سے کسی کو کوئی شکایت نہیں ہوئی اور کسی ظالم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔

یزید بن معاویہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے نہیں تھا، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوا، جناب معاویہ نے اس کا نام اس کے چچا جو صحابی تھے جناب معاویہ کے بھائی تھے کے نام پر یزید رکھا۔

حضرت معاویہ اور ان کے بھائی حضرت یزید، حضرت سہیل بن عمرو، حضرت حارث بن ہشام اور دیگر فتح مکہ کے دن ایمان لانے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان غزوہ حنین میں نبی کریم ﷺ کیساتھ شریک ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

ثم انزل الله سکینته علی رسوله وعلی المؤمنین وانزل جنودا لم تروها عذب الذین کفروا وذلك جزاء الکافرین۔ (التوبہ:26)

یہ صحابہ ان مؤمنوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کیساتھ سکینہ اتارا ہے۔

ان صحابہ کرام نے غزوہ طائف میں بھی شرکت کی جب طائف کا محاصرہ ہوا اور منجنیق سے حملہ کیا۔

ج4 ص466 پر کہا: پس طلقاء جو فتح مکہ کے سال اسلام لائے جیسے جناب معاویہ، ان کے بھائی جناب یزید، جناب عکرمہ بن ابی جہل، جناب صفوان بن امیہ، جناب حارث بن ہشام اور جناب سہیل بن عمرو، تواتر سے ان کا اسلام قبول کرنا اور مرنے تک اسلام پر ان کا باقی ثابت ہے۔ حضرت معاویہ کا اسلام دوسروں کی بنسبت زیادہ ظاہر تھا کیونکہ آپ نے چالیس سال حکمرانی کی۔



فصل: حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے فضائل

جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں متعدد دلائل آئے ہیں جن کی دو قسمیں ہیں:

1:۔ عام دلائل:

یہ وہ دلائل ہیں جو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضیلت میں آئے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس فضیلت میں داخل ہیں، پس ان عمومی دلائل سے نکالنے والی کون سی دلیل ہے؟!۔

ابن تیمیہ نے الفتاویٰ ج4 ص459 پر کہا: سب سے بڑا لشکر جس نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں جنگ کی وہ تبوک کا لشکر تھا، اس میں بے شمار صحابہ تھے، علاوہ ازیں اس میں جنگ نہیں ہوئی۔ اس لشکر میں شرکت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہیں:

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ۔ (الحدید:10)

ترجمہ: ''تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا''۔

یہ طلقاء جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے حسنیٰ (جنت) کا وعدہ فرمایا ہے کیونکہ انہوں نے حنین وطائف میں خرچ بھی کیا اور جنگ بھی کی۔ رضی اللہ عنہم۔

یہ حضرات اس آیت میں بھی داخل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔ (التوبۃ:100)

ترجمہ: ''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی''۔

ابن قیم نے المنار المنیف ص93 پر کہا: جو صحیح مناقب صحابہ ہیں عمومی طور پر اور مناقب قریش ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان میں داخل ہیں۔

2:۔ خاص دلائل:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں خصوصی طور پر دلائل وارد ہوئے ہیں۔ہم آپ کے سامنے ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں اور بعض سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے آثار بھی پیش کرتے ہیں:

دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

قال عمیر بن سعد رضی الله عنه :لاتذکروا معاویة الابخیر فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم یقول:اللهم اجعله هادیاً مهدیاً واهدبه.

''حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا صرف ذکر خیر ہی کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: اے اللہ! اس (معاویہ) کو ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا! اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما!''۔

اس حدیث کو امام بخاری نے التاریخ الکبیر ج5 ص240 پر، امام احمد نے المسند رقم:17929 پر، امام ترمذی نے الجامع رقم:3843 پر، ابن سعد نے الطبقات ج7 ص417 پر، طبرانی نے المعجم الاوسط رقم:656 پر، اور مسند الشامیین رقم:2198 پر، ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی رقم:3129 پر، آجری نے الشریعہ رقم:1914، 1915 پر، خطیب بغدادی نے تاریخ ج1 ص207 پر، ابونعیم نے حلیہ ج8 ص358 پر، اور اخبار اصبہان ج1 ص180 پر اور امام خلال نے السنہ رقم:676 پر روایت کیا۔

یہ حدیث صحیح ہے، اس کی تصحیح کا بیان پیچھے گزر چکا ہے اور اس پر وارد کئے گئے اعتراضات مع جوابات بھی پیچھے گزر چکے ہیں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح رقم:2946 پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں بچوں کیساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔ابن عباس فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو میرے کندے پر تھپکی دی اور فرمایا: جاؤ میرے پاس معاویہ کو بلالاؤ!۔آپ کہتے ہیں: میں (جناب معاویہ کے پاس گیا تو وہ کھانا کھارہے تھے پھر میں واپس نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں، میں) آیا اور عرض کی کہ وہ کھانا کھارہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ معاویہ کو میرے پاس بلالاؤ! آپ کہتے ہیں: میں گیا اور آیا اور عرض کی: وہ کھانا کھارہے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے!۔

حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج59 ص106 پر کہا: حضرت معاویہ کی فضیلت میں یہ صحیح ترین روایت ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح صحیح مسلم ج16 ص156 پر فرمایا: امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث سے یہ سمجھے کہ حضرت معاویہ کے خلاف یہ جو دعا کی گئی آپ اس کے مستحق نہیں تھے اس وجہ سے اس حدیث کو اس باب میں داخل کیا۔ امام مسلم کے علاوہ نے اس حدیث کو جناب معاویہ کے مناقب میں بیان کیا ہے کیونکہ حقیقت میں یہ آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا ہے۔

ذہبی نے تذکرالحفاظ ج2 ص699 پر کہا: شاید کہ یہ دعا جناب معاویہ کی فضیلت ہو نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ: اے اللہ! جسے میں برا بھلا کہوں تو اس کے لیے اسے پاکیزگی ورحمت بنادے!۔

اور سیر اعلام النبلاء ج14 ص130 پر کہا: شاید کہ کہا جائے کہ یہ حدیث جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے نبی کریم ﷺ کی اس دعا کی وجہ سے کہ: اے اللہ! جسے میں برا بھلا کہوں تو اس کے لیے یہ پاکیزگی ورحمت بنادے!۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج11 ص42 پر کہا: جناب معاویہ نے اس دعا کی وجہ سے دنیا وآخرت میں نفع پایا۔

جنتی لشکر:

امام بخاری نے رقم:2636 اور امام مسلم نے رقم:5925 پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، وہ اپنی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ میرے قریب سو گئے پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو میں نے عرض کیا: آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر میری امت کے کچھ لوگ پیش کیے گئے جو اس سبز سمندر پر ایسے سوار ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر سوار ہوتے ہیں۔ ام حرام نے عرض کی: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے بھی ان میں شامل فرمادے! چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ پھر نبی کریم ﷺ دوبارہ سو گئے، اس بار بھی ایسا ہی کیا تو سیدہ ام حرام نے بھی پہلے جیسا سوال کیا تو آپ نے بھی اسی کی مثل جواب ارشاد فرمایا تو آپ عرض گویا ہوئیں: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں مجھے ان میں شامل فرمادے! آپ ﷺ نے فرمایا: تو پہلے گروہ میں سے ہے۔ پس سیدہ ام حرام اپنے خاوند حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی معیت میں جہاد کے لیے نکلی جب مسلمان جناب معاویہ کی قیادت میں پہلی مرتبہ سمندر پر سوار ہوئے پھر جب اس جہاد سے وہ

گروہوں کی صورت میں واپس ہوئے تو شام میں اترے، سیدہ ام حرام کے پاس سواری کا چوپایہ لایا گیا تو اس نے آپ کو گرادیا جس کی وجہ سے آپ فوت ہوگئی۔

امام بخاری نے رقم:2766 پر عمیر بن اسود نے بیان کیا کہ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جنہوں نے حمص کے ساحل پر پڑاؤ کیا تھا وہ اپنی گھر میں تھے اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جناب عمیر نے کہا: ہم سے حضرت ام حرام نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر پر جہاد کرنے نکلے گا انہوں نے اپنے اوپر (جنت کو) واجب کرلیا۔ام حرام کہتی ہیں: میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں ہوں گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تم ان میں ہوگی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جہاد کرنے نکلے گا وہ بخشا ہوا ہوگا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں بھی ہون اس لشکر میں ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔

اس حدیث میں حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے کیونکہ یہ پہلا سمندری لشکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں گیا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ پہلے ہیں جو سمندری جہاد کے لیے نکلے۔ (دیکھئے: فتح الباری ج11 ص75)

ابن حجر نے فتح الباری ج6 ص120 پر کہا: مہلب نے کہا: اس حدیث میں جناب معاویہ کی فضیلت کا بیان ہے کیونکہ آپ ہی نے پہلا سمندری جہاد کیا ہے۔

ابن حجر نے فتح الباری ج6 ص121 پر یہ بھی کہا: قد اوجبوا کا مطلب ہے: انہوں نے ایسا فعل کیا جس کی وجہ سے ان کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

مناوی نے فیض القدیر 3 ص83 پر کہا: یعنی انہوں نے ایسا کام کیا جس کی وجہ سے ان کے لیے جنت واجب ہوگئی یا انہوں نے اپنے لیے مغفرت ورحمت کو واجب کرلیا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ کاتبین وحی میں سے ایک کاتب تھے۔

صحیح مسلم رقم:۲۵۰۱ پر ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسلمان جناب ابوسفیان کی طرف نہیں دیکھتے تھے اور نہ

ہی انہیں اپنے پاس بٹھاتے تھے تو جناب ابوسفیان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: تین چیزیں آپ مجھے عطا فرمائیں! حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ ابوسفیان نے کہا: میرے باپ عرب کی سب سے حسین وجمیل عورت ام حبیبہ بنت ابی سفیان ہے میں اس کی آپ سے شادی کراتا ہوں، نبی ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ کہا: معاویہ کو اپنے لیے کاتب بنا لیں، حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ کہا: کیا آپ مجھے امیر بناتے ہیں تاکہ میں کافروں سے ایسے ہی جنگ کروں جیسے میں مسلمانوں سے جنگ کیا کرتا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

(اس حدیث پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے نکاح تو حبشہ میں ہوگیا تھا تو اب شادی کرانے کی بات فضول ہے؟ اہل علم کی ایک جماعت نے اشکال کا جواب دیا ہے دیکھو! جلاء الافہام لابن قیم ص ۲۷۲، شرح النووی علی مسلم ج ۱۶ ص ۹۱، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۴ ص ۱۴۶ وغیرہم)

مسند ابوداود الطیالسی رقم: ۲۷۴۶ اور مسند امام احمد رقم: ۲۶۵۱ پر ابوعوانہ کے طریق سے روایت ہے وہ ابوحمزہ عمران بن ابی عطاء سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان (حضرت ابن عباس) سے فرمایا: جاؤ میرے پاس معاویہ کو بلالاؤ! حضرت ابن عباس کہتے ہیں: جناب معاویہ حضور ﷺ کے کاتب تھے۔۔۔۔الحدیث۔

(ذہبی نے تاریخ الاسلام کے اندر حضرت معاویہ کے حالات زندگی میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔)

اس حدیث کی سند حسن ہے ابوحمزہ قصاب عمران بن ابی عطاء الاسدی کی وجہ سے یہ صدوق ہے لیکن یہ وہم کا شکار ہوجاتا ہے اور اصل حدیث تو صحیح مسلم رقم: ۲۶۰۴ پر ہے لیکن اس میں کاتبہ کے الفاظ نہیں ہیں علاوازیں وہ شعبہ عن ابی حمزہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت ہے۔

مسند بزار رقم: ۲۴۹۱ پر عبداللہ بن حارث کے طریق سے روایت ہے وہ عبداللہ بن مالک زبیدی سے وہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب معاویہ کی طرف پیغام بھیجا اور جناب معاویہ حضور ﷺ کے کاتب تھے۔

عبداللہ بن مالک زبیدی کی متابعت بھی کی گئی، زہیر بن الاقمر نے ان کی متابعت کی جیسا کہ سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲۳ پر ہے۔

امام احمد نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے کاتب، حضور ﷺ کے صحابی، حضور ﷺ کے سسرالی رشتہ دار اور اللہ عزوجل کی وحی کے امین ہیں۔ (دیکھو!: الشریعہ للآجری ج ۵ ص ۲۴۶۶، شرح اصول اعتقاد اھل السنہ رقم: ۲۷۸۵، تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ج ۱ ص ۲۲۳ اور تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۵۹ ص ۲۰۸)

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۳۹۷ پر کہا: جناب معاویہ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی اور دیگر کاتبوں کیساتھ حضور ﷺ کی بارگاہ میں وحی کی کتابت کی۔

کتاب السنہ للخلال ج ۲ ص ۴۳۴ میں ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں جس نے کہا: میں نہیں کہتا کہ جناب معاویہ کاتب وحی ہیں، میں نہیں کہتا کہ وہ مومنین کے ماموں ہیں کیونکہ انہوں نے بطور غصب تلوار اٹھائی ہے؟ فرمایا: یہ بدترین بات ہے، ان لوگوں سے اجتناب کیا جائے، ان کے پاس نہ بیٹھا جائے اور ہم ان کا معاملہ لوگوں سے واضح کرتے ہیں۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

مومنین کے ماموں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ:

حضرت معاویہ کے مناقب میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ مسلمانوں کے ماموں ہیں۔

ابو یعلی نے تنزیہ خال المومنین ص ۱۰۶ پر کہا: رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کا ماموں نام رکھا جاتا ہے۔ اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ وہ حقیقتاً ماموں ہیں جیسے نسبی ماموں بلکہ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ بعض احکام میں ماموں کے حکم میں ہیں اور وہ ان کی تعظیم کرنا ہے۔

خلال نے السنہ ج ۳ ص ۴۳۴ پر سندِ صحیح کیساتھ ابوبکر مروزی سے روایت کی کہا میں نے ہارون بن عبداللہ سے سنا کہ وہ امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے کہہ رہے تھے کہ میرے پاس رقہ سے ایک خط آیا ہے کہ وہاں پر ایسے لوگ رہتے ہیں جنہوں نے کہا: ہم نہیں کہتے کہ جناب معاویہ مومنوں کے ماموں ہیں، پس امام احمد غصے میں آ گئے اور فرمایا: انہیں اس مقام میں کیا اعتراض ہے؟ جب تک وہ توبہ نہ کریں انہیں سزا دی جائے۔

السنہ ۲ ص ۴۳۳ میں ہے کہ امام احمد نے فرمایا: ان سے کہا گیا: کیا حضرت معاویہ مومنوں کے ماموں ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مومنوں کے ماموں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں، نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان کے بھائی جناب معاویہ ہیں۔ ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو اور نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت سیدہ حفص کے بھائی حضرت ابن عمر ہیں۔ ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

حضرت معاویہ، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے با اعتماد صحابی ہیں

جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں سے یہ بات بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کا گورنر مقرر کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں اپنی ساری مدتِ خلافت میں انہیں اپنے عہدے پر برقرار رکھا۔ تیرے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ جناب معاویہ کو حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے بیس کے قریب سال تک شام کا حکمران بنایا ہے۔ اس مدت میں نہ تو عجز ظاہر ہوا نہ ہی کوئی خیانت۔

(دیکھئے: تنزیہ خال المومنین لابی یعلیٰ ص ۱۰۶)

بہترین بادشاہ:

آپ کے مناقب میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بہترین بادشاہ تھے۔

ابن تیمیہ نے الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۷۸ پر اجماع ذکر کیا ہے۔ دیکھو! سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۵۹، ابن ابی العز الحنفی شرح الطحاویہ ج ۲ ص ۳۰۲ پر کہا: جناب معاویہ مسلمانوں کے بہترین بادشاہ تھے۔ دیکھو! البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۳۹۹ اور تفسیر القرآن لابن کثیر ج ۲ ص ۱۵۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف میں اسلاف رضی اللہ عنہم کے اقوال:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان:

قيل لابن عباس: هل لك في أمير المؤمنين معاوية فإنه ما أوتر إلا بواحدة؛ قال إنه فقيه۔

صحیح البخاری رقم: ۳۷۶۵ پر ہے: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا گیا: حضرت امیر المومنین معاویہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جبکہ وہ صرف ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ شک نہیں کہ وہ فقیہ ہیں''۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا فرمان:

عن إسماعيل بن عبيد الله عن قيس بن الحارث عن الصنابحي عن أبي الدرداء قال: ما رأيت أحدا أشبه صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم من أميركم هذا يعني معاوية قيل لقيس أين صلاته من صلاة عمر قال لا إخالها إلا مثلها۔

امام طبرانی نے مسند الشامیین رقم: ۲۸۳ پر، امام ابونعیم نے حلیہ ج ۸ ص ۲۷۵ پر ''جناب سعید

بن عبدالعزیز کے طریق سے روایت کرتے ہیں وہ اسماعیل بن عبداللہ سے وہ قیس بن حارث سے وہ صنابحی سے وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے امیر جناب معاویہ سے زیادہ کسی کو بھی رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نہیں دیکھا۔ جناب قیس سے کہا گیا: ان کی نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نماز کے مقابلے میں کیسی ہے؟ آپ نے کہا: میں جناب معاویہ کی نماز حضرت عمر کی نماز جیسی ہی پاتا ہوں"۔

اس روایت کے رجال ثقہ ہیں۔

امام ہیثمی نے مجمع الزوائد ج۹ ص ۳۵۷ پر کہا: امام طبرانی نے اسے روایت کیا اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے قیس بن حارث مذحجی ہیں اور یہ بھی ثقہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان: جناب معاویہ بڑے سخی ہیں

لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اھل السنہ رقم: ۲۷۸۱، خلال نے السنۃ ج۲ ص ۴۴۲ رقم: ۶۸۰ اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج۵۹ ص ۱۷۳ پر جبلہ بن سحیم کے طریق سے روایت کی، کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد جناب معاویہ سے زیادہ سخی نہیں دیکھا، آپ سے کہا گیا: نہ ہی آپ کے والد!؟ فرمایا: میرے والد حضرت عمر جناب معاویہ سے افضل ہیں اور حضرت معاویہ ان سے زیادہ سخی تھے۔

اس روایت کی ایک ایسی سند بھی آئی ہے جو اس روایت کو قوت دیتی ہے۔ چنانچہ اسے خلال نے السنہ ج۲ ص ۴۴۲، ۴۴۳ رقم: ۶۷۹، ۶۸۱ پر اسی کی مثل روایت کیا اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ ج۵۹ ص ۱۷۳ پر، امام بخاری نے تاریخ کبیر ج۷ ص ۳۲۷ پر مختصراً نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ج۳ ص ۱۵۳۔ لہذا یہ روایت حسن ہے۔

امام معمر نے اپنی جامع رقم: ۲۰۹۸۵ پر، خلال نے السنہ ج۲ ص ۴۴۰ رقم: ۶۷۷، ابن عساکر نے تاریخ دمشق ۵۹ ص ۱۷۵ پر وہب بن منبہ کے طریق سے روایت کیا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بادشاہی کے مناسب میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

اس کی سند صحیح ہے۔ اس کو بلاذری نے بھی انساب الاشراف ج۵ ص ۵۴ پر ابوعبداللہ الحنفی کے طریق سے روایت کیا وہ ایک آدمی سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ: حضرت معاویہ افضل یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟

ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج۵۹ ص۲۱۱ پر اور اسی کی مثل امام آجری نے کتاب الشریعہ ج۵ ص۲۴۶۶ پر حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ: حضرت معاویہ بن ابی سفیان افضل یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ تھے اس وقت جو غبار حضرت معاویہ کی ناک میں داخل ہوا وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجے افضل ہے۔ حضرت معاویہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سمع اللہ لمن حمدہ (جس نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اللہ تعالیٰ نے اس کی حمد سماعت فرمالی) تو جناب معاویہ نے کہا: اے ہمارے رب! تیرے لیے حمد ہے! اس کے بعد کیا بات رہ گئی فضیلت کی!؟۔

حضرت معافی بن عمران رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

امام آجری نے کتاب الشریعہ ج۵ ص۲۴۶۶، لالکائی نے شرح السنہ رقم: ۲۷۸۵، خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ج۱ ص۲۲۳، ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج۵۹ ص۲۰۸ پر صحیح سند سے الجراح الموصلی سے روایت ہے، آپ نے کہا: میں نے ایک آدمی کو جناب حضرت معافی بن عمران رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کرتے ہوئے سنا: اس نے کہا: اے ابو مسعود! حضرت عمر بن عبدالعزیز کا جناب معاویہ کی بنسبت کیا مقام ہے؟ الجراح الموصلی نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ سخت غصے میں آگئے اور فرمانے لگے: حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو کسی کیساتھ قیاس نہ کیا جائے، حضرت معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں، آپ کے سسرالی رشتہ دار ہیں اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی وحی کے امین ہیں۔۔۔ الحدیث۔

جناب ابو اسامہ حماد بن اسامہ کا قول:

امام آجری نے کتاب الشریعہ ج۵ ص۲۴۶۵ پر اور ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم وفضلہ ج۲ ص۱۸۵ پر اسی کی مثل صحیح سند سے جناب ابو اسامہ حماد بن اسامہ سے روایت ہے کہ آپ سے کہا گیا: حضرت معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کو کسی پر قیاس نہ کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے بہترین میرا زمانہ ہے۔

امام احمد بن حنبل کا فتویٰ:

امام خلال نے السنہ ج۲ ص۴۳۴ رقم: ۶۶۰ پر جناب ابوبکر المروزی سے صحیح سند کیساتھ روایت کیا، آپ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) سے سوال کیا کہ دونوں میں سے کون افضل

ہیں: حضرت معاویہ یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ تو آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیساتھ کسی کو قیاس نہیں کرتے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے جس میں میں مبعوث کیا گیا ہوں۔

عارف باللہ سیدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

امام خلال نے السنہ ج ۲ ص ۴۳۵ رقم: ۶۶۴ پر سند صحیح سے روایت کیا کہ حضرت بشر بن الحارث (المعروف بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: حضرت معافیؒ سے سوال کیا گیا جبکہ میں سن رہا تھا، یا کہا: میں نے ان سے سوال کیا: حضرت معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: حضرت معاویہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے چھ سو ہستیوں سے افضل ہیں۔

امام مجاہد تابعی کی سوچ:

خلال نے کتاب السنہ ج ۲ ص ۴۳۸ رقم: ۶۶۹ پر، آجری نے الشریعہ ج ۵ ص ۲۴۶۵ پر اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج ۵۹ ص ۱۷۲ پر حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، آپ نے فرمایا: اگر تم حضرت معاویہ کو دیکھ لیتے تو یقیناً تم کہتے: یہی مہدی ہیں۔ (دیکھیے: مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷)

امام زہری کا بیان:

خلال نے کتاب السنہ ج ۲ ص ۴۴۴ رقم: ۶۸۳ پر امام زہری سے روایت کی، آپ نے کہا: حضرت معاویہ نے حضرت عمر بن خطاب کی سیرت کے مطابق کئی سال عمل کیا اس سے کچھ بھی کمی بیشی نہیں کی۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

سیدنا معاویہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ قیامت میں بھی نہیں ٹوٹے گا: امام احمد کا فتویٰ:

خلال نے کتاب السنہ ج ۲ ص ۴۳۲ رقم: ۶۵۴ پر، لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ ج ۸ ص ۱۵۳۲ پر عبدالملک بن عبدالحمید المیمونی سے روایت کی، کہا: میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: "ہر سسرالی و نسبی رشتہ قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا مگر میرا سسرالی و نسبی رشتہ (منقطع نہیں ہوگا)"؟ امام احمد نے فرمایا: کیوں نہیں، ایسا ہی فرمایا ہے۔ عبدالملک بن عبدالحمید کہتے ہیں: میں نے کہا: کیا یہ سیدنا معاویہ کے لیے بھی ہے؟، آپ نے فرمایا: ہاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال و نسب کے لیے ہے۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

ابواسحاق کا نظریہ:

خلال نے السنہ ج ۲ ص ۴۳۸ رقم: ۶۷۰ پر ابوبکر بن عیاش کے طریق سے روایت کیا وہ ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: میں نے حضرت معاویہ کے بعد ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

محمد بن سیرین تابعی کا فرمان:

ابوداود الطیالسی نے کہا: ہم سے یزید بن طہمان الرقاشی نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن سیرین نے بیان کیا، آپ نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کریں تو ان پر تہمت نہ لگائی جائے۔ (تاریخ دمشق ج ۵۹ ص ۱۶۷، البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۴۳۷)

امام ابوداود نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی جلود النمور والسباع، رقم: ۴۱۲۹)

امام اوزاعی کا فرمان:

امام ابوزرعہ نے اپنی تاریخ ج ۱ ص ۱۸۹ پر اپنی سند کیساتھ امام اوزاعی سے روایت کیا، آپ نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت متعدد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پایا ان میں سے: حضرت اسامہ، حضرت سعد، حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت مسلمہ بن مخلد، حضرت ابوسعید، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابوامامہ، حضرت انس بن مالک اور جن کا ہم نے نام لیا ہے ان سے کئی گنا زیادہ حضرت صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں، یہ سارے ہدایت کے چراغ اور علم کے برتن تھے، نزول قرآن کے وقت موجود تھے، رسول اللہ ﷺ سے انہوں نے قرآن کی تاویل سیکھی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو بھلائی کیساتھ ان کی پیروی کرنے والوں میں سے یہ حضرات اس وقت موجود تھے: حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت عبدالرحمن بن الاسود بن عبد یغوث، حضرت سعید بن المسیب، حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن محیریز اور ان سے ہم رتبہ دیگر حضرات، ان حضرات نے امتِ محمدیہ کے اجماع سے ہاتھ نہیں کھینچا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کرنے والے کے متعلق سلف صالحین کے اقوال:

میں کہتا ہوں کہ جو کوئی حضرت معاویہ کو برا بھلا کہتا، آپ کو چھوڑ دیتا، آپ کی مذمت کرتا، آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اور آپ کا انکار کرتا تو سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کا سختی سے رد

وانکار فرماتے ہیں۔

اسلاف کے بعض آثار:

اسلاف کے بعض آثار پیش خدمت ہیں:

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا دشمنان سیدنا معاویہ کو جواب:

ابن عساکر نے تاریخ مدینہ دمشق ج۵۹ ص۲۰۶ پر روایت کیا اور آجری نے کتاب الشریعہ ج۵ ص۲۴۶۷ پر اسی کی مثل قتادہ کے طریق سے روایت کیا وہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں نے کہا: اے ابوسعید! یہاں پر کچھ ایسے لوگ رہتے ہیں جو حضرت معاویہ اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ جہنمی ہیں۔ امام حسن بصری نے فرمایا: ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو وہ کیا جانتے ہیں جہنم میں کون ہے؟۔

ابن عساکر کی تاریخ دمشق ج۵۹ ص۲۰۶ پر اسی کی مثل ایک اور سند سے روایت آئی ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: امام حسن بصری سے کہا گیا: اے ابوسعید! یہاں پر ایک قوم ایسی ہے جو حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو گالیاں دیتی ہے اور ان پر لعنت بھیجتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ان لعنت کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو!۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کی آزمائش:

ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج۵۹ ص۲۱۱ پر اپنی سند کیساتھ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے نزدیک امتحان ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو آدمی سیدنا معاویہ کی طرف غصے کی آنکھ سے دیکھتا ہے ہم اس کو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تہمت لگانے والوں میں سے شمار کرتے ہیں۔

حضرت معاویہ پردہ ہیں: جناب ابوتوبہ حلبی کا فتویٰ:

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ج۱ ص۲۰۹ پر، ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج۵۹ ص۲۱۰ پر ابوتوبہ ربیع بن نافع حلبی رحمہ اللہ سے روایت کیا، آپ نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لیے پردہ ہیں، جب کوئی آدمی اس پردے کو کھول دیتا ہے تو جناب معاویہ سے بلند رتبہ صحابہ پر جری ہوجاتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سیدنا معاویہ نے کے گستاخ کو کوڑے مارے:

ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج ۵۹ ص ۲۱۱ پر محمد بن مسلم کے طریق سے روایت کی وہ جناب ابراہیم بن میسرہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو کسی آدمی کو مارتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا مگر ایک ایسے انسان کو دیکھا جس نے حضرت معاویہ کو گالی دی تھی تو آپ نے اسے کئی کوڑے مارے۔ (دیکھو! الاستیعاب ۱۷۶، ترجمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ)

صحابہ کرام کی تکفیر نہ ہوگی:

خلال نے السنہ ج ۲ ص ۴۴۷ رقم: ۶۹۱ پر اپنی سند کیساتھ روایت کی کہ امام احمد سے سوال کیا گیا: اس آدمی سے حدیث لکھی جائے جب وہ کہے: جناب معاویہ نے غیر اسلام پر وفات پائی یا کافر ہو کر مرے ہیں؟ امام احمد نے فرمایا: نہیں، پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔

گستاخ صحابہ کا شرعی حکم:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

قاضی عیاض کی کتاب: الشفاء فی حقوق المصطفیٰ ﷺ ج ۲ ص ۲۶۷ پر ہے:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے اسے قتل کر دیا جائے اور جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو گالی دے اسے (تعزیز لگا کر) ادب سکھایا جائے۔

اور یہ بھی فرمایا: جو نبی کریم ﷺ کے ان صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی گالی دی: حضرت ابوبکر یا حضرت عمر، یا حضرت عثمان، یا حضرت علی یا حضرت معاویہ یا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو، تو اگر وہ گالی میں کہے: وہ گمراہی یا کفر پر تھے تو اسے قتل کیا جائے اور اگر اس کے علاوہ لوگوں کی گالیوں میں سے کوئی گالی دے تو اسے سخت سے سخت تر سزا دی جائے۔

صحابہ کو برا کہنے والوں سے اجتناب کیا جائے گا: امام احمد کا فتویٰ:

خلال نے السنہ ج ۲ ص ۴۳۴ رقم: ۶۵۹ پر کہا:

مجھے محمد بن ابی ہارون اور محمد بن جعفر نے خبر دی کہ ابوالحارث نے ان سے بیان کیا کہ ہم نے ایک خط حضرت ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) کی طرف بھیجا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے! آپ ایسے آدمی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کہتا ہے: میں نہیں کہتا ہے حضرت معاویہ کاتبِ وحی ہیں، نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ وہ مومنوں کے ماموں ہیں کیونکہ انہوں نے غصے میں تلوار اٹھائی تھی؟ امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل نے فرمایا: یہ بہت ہی بری

بات ہے، ان لوگوں سے اجتناب کیا جائے، ان کے ساتھ نہ بیٹھا جائے، ہم لوگوں کے لیے ان کا معاملہ واضح کرتے ہیں۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

گستاخ سیدنا معاویہ کیساتھ کھانا نہ کھاؤ! امام احمد بن حنبل کا فتویٰ:

السنہ للخلال ج ۲ ص ۴۴۸ رقم: ۶۹۳ پر ہے کہ مجھے محمد بن موسیٰ نے خبر دی کہا: میں نے ابوبکر بن سندی جو ابراہیم الحربی کے رشتہ دار ہیں کہا: میں تھا، یا کہا: میں حاضر تھا یا کہا: میں نے ابوعبداللہ سے سنا جبکہ آپ سے ایک آدمی نے سوال کیا: اے ابوعبداللہ! میرا اماموں ہے، پھر اس نے بتایا کہ وہ جناب معاویہ کی تنقیص کرتا ہے، اور بسااوقات میں اس کیساتھ کھالیتا ہوں؟ تو امام ابوعبداللہ احمد نے جلدی سے فرمایا: نہ کھایا کر اس کیساتھ!۔

اس کی سند بھی صحیح ہے۔

خلال نے کتاب السنہ ج ۲ ص ۴۳۲ رقم: ۶۵۴ میں ہے کہ مجھے عبدالملک بن عبدالحمید المیمونی نے خبر دی کہا: میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا: کیا نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: "ہر سسرالی ونسبی رشتہ قیامت کے دن منقطع ہوجائے گا مگر میرا سسرالی ونسبی رشتہ (منقطع نہیں ہوگا)"؟ امام احمد نے فرمایا: کیوں نہیں، ایسا ہی فرمایا ہے۔ عبدالملک بن عبدالحمید کہتے ہیں: میں نے کہا: کیا یہ سیدنا معاویہ کے لیے بھی ہے؟، آپ نے فرمایا: ہاں، حضور ﷺ کے سسرال ونسب کے لیے ہے۔

عبدالملک نے کہا: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ان کے لیے اور حضرت امیر معاویہ کے لیے کیا ہے ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

سیدنا امیر معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص کی تنقیص کرنے کی اصل وجہ: گل وچ ہوراے!

خلال نے السنہ ج ۲ ص ۴۴۷ رقم: ۶۹۰ پر، ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج ۵۹ ص ۲۱۰ پر فضل بن زیاد کے طریق سے روایت کیا، آپ نے کہا: میں نے امام احمد سے سنا جبکہ آپ سے ایک ایسے آدمی کے متعلق سوال کیا گیا جس نے حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی تنقیص کی تھی، کیا ایسے آدمی کو رافضی کہا جائے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ ان دونوں پر جری اسی لیے ہوا کہ اس کے اندر کوئی برائی چھپی ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ کے کسی بھی صحابی کی جو بھی تنقیص کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کے اندر (نفاق کی) برائی چھپی

ہوئی ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے بہترین میرا زمانہ ہے!۔

(دیکھو! البدایہ والنہایہ ج۱۱ ص ۴۵۰)

سیدنا معاویہ کے گستاخ کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے: امام احمد کا فتویٰ:

مسائل ابن ہانی نیشاپوری ج۱ ص ۶۰ پر ہے: کہا: میں نے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے ایسے آدمی کے متعلق سوال کیا جو حضرت معاویہ کو گالیاں دیتا ہے، کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے! اس کی کوئی عزت نہیں ہے۔

(دیکھو! طبقات حنابلہ ج۱ ص ۲۸۵ ترجمہ: اسحاق بن ابراہیم بن ہانی المتوفی ۲۷۵ھ)

حضرت بشر حافی، حضرت معاویہ کے گستاخ سے بات تک نہیں کرتے تھے:

سوالات الآجری لابی داود ج ۲ ص ۵۱ پر ہے: میں نے امام ابوداود کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت بشر بن حارث حافی جو مشہور زاہد ہیں، آپ سلیمان بن حرب سے بات نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ حضرت معاویہ کے بارے میں برا کلام کرتا تھا۔

خلال نے السنہ ج ۲ ص ۴۴۸ رقم: ۶۹۲ پر امام احمد سے روایت کی: آپ سے ایسے آدمی سے سوال کیا گیا جس نے حضرت معاویہ کو گالی دی تھی کیا اسے بادشاہ کے پاس لے جایا جائے؟ آپ نے فرمایا: وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے سخت سزا دی جائے۔

اس کی سند صحیح ہے۔

مجموع الفتاویٰ ج ۳۵ ص ۵۸ پر ابن تیمیہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجتا ہے، ایسے آدمی پر کیا جواب ہے؟ ابن تیمیہ نے جواب دیا: الحمد للہ، جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی صحابی پر لعنت کرے جیسے حضرت معاویہ بن سفیان، حضرت عمرو بن عاص اور ان جیسے دیگر صحابہ پر، یا ان سے افضل صحابہ پر جیسے حضرت ابوموسیٰ الاشعری، حضرت ابوہریرہ اور ان جیسے دوسرے صحابہ، یا ان پر لعنت کرے جو ان سے بھی افضل ہیں جیسے: حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عثمان، حضرت علی بن ابی طالب، یا، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر یا ام المومنین حضرت عائشہ اور ان کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر لعنت کرے وہ سخت سزا کا مستحق ہے۔ اس پر دین کے اماموں کا اتفاق ہے۔ ہاں اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا اسے قتل کی سزا دی جائے یا قتل سے کم سزا دی جائے؟۔

(دیکھو!: الاستیعاب ۴۵۰، تاریخ دمشق ج۱۶ ص ۲۱۳)

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خاموش رہنے کے وجوب پر اہل سنت کا اجماع ہے:

سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ ایسی روایات وتاریخی واقعات پڑھنے سے منع فرماتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک بھی صحابی پر طعن پایا جائے۔

امام خلال نے کتاب السنہ ج ۲ ص ۴۶۴ پر کہا: مجھے عصمہ بن عصام نے خبر دی کہا: حنبل نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ جنگ صفین وجمل کے متعلق خلف بن سالم کی روایت سے کتاب لکھوں، چنانچہ میں اس ارادے کے متعلق کلام وسوال کرنے کی غرض سے حضرت ابوعبداللہ امام احمد کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تو ایسا کیوں کرے گا جبکہ اس میں نہ حلال کا مسئلہ ہے نہ حرام کا؟۔

جلیل القدر سولہ ائمہ کا فتویٰ: مشاجرات صحابہ کے واقعات کو بیان کرنا اور سننا بھی منع ہے:

ابن بطہ نے کتاب الابانہ ص ۲۹۴ پر کہا: کتاب صفین، جمل، واقعہ دار اور وہ تمام منازعات جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین ہوئے ان کو نہ دیکھ! ان واقعات کو تو نہ تو اپنے لیے لکھ نہ دوسروں کے لیے! تو کسی سے ان کو روایت نہ کر! نہ ہی کسی دوسری پر اسے پڑھ! اور جو اسے روایت کرے اس سے تو سماعت نہ کر! اسی مذہب اس امت کے سردار علماء متفق ہیں اس ممانعت پر جو میں نے بیان کیا ان میں سے درج ذیل حضرات ہیں:

حماد بن زید، یونس بن عبید، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن ادریس، مالک بن انس، ابن ابی ذءب، ابن المنکدر، ابن المبارک، شعیب بن حرب، ابواسحاق الفزاری، یوسف بن اسباط، احمد بن حنبل، بشر بن الحارث، عبدالوہاب الوراق۔ ان تمام حضرات کی رائے یہ ہے کہ ان باتوں میں پڑنا اور ان واقعات کو سننا منع ہے اور جو ان کو طلب کرے اور ان واقعات جو جمع کرنے کا اہتما کرے ان حضرات نے ایسے آدمی کو ڈرایا ہے۔

ذہبی نے سیر ج ۱۰ ص ۹۲ پر کہا: جیسا کہ بہت زیادہ علماء سے ثابت ہو چکا ہے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان نزاع وقتال ہوا ہے ان کے متعلق زبان کو بند رکھنا ہے۔ ہمیشہ ہمارے سامنے سے ان معاملات کے متعلق روایات دواوین وکتب واجزاء میں گزری ہیں لیکن ان میں سے اکثر منقطع وضعیف ہیں۔

مشاجرات صحابہ کے متعلق روایات کی اقسام:

جو آثار صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین برپا ہونے والے واقعات کے متعلق مروی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں:

۱:۔ کچھ وہ ہیں جو جھوٹ ہیں۔

۲:۔ کچھ وہ ہیں جن میں کمی یا زیادتی کی گئی اور اصل صورت حال تبدیل کی گئی۔

۳:۔ ان میں سے صحیح روایات میں صحابہ کرام معذور ہیں یا تو مجتہد مصیب ہیں یا مجتہد مخطی۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نیکیاں وفضائل ہیں جو ان کے صادر ہونے والے معاملات کی مغفرت کی موجب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان فرمائی ہے جبکہ وہ اپنے سابقہ علم کے مطابق جانتا تھا کہ عنقریب ان سے کیا کچھ صادر ہونے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فیصلہ:

ابن بطہ نے صحیح سند کیساتھ عبداللہ بن احمد نے روایت کی، کہا: مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہا ہم سے ابومعاویہ نے بیان کیا کہا ہم سے رجاء نے بیان کیا وہ مجاہد سے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو گالیاں نہ دینا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے حالانکہ وہ جانتا تھا کہ عنقریب وہ قتال کریں گے اور منازعات میں مبتلا ہوں گے۔

اہل سنت وجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مشاجرات میں غور وخوض نہ کی جائے اور اس سے زبان بند رکھی جائے۔

حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بہترین فیصلہ:

خطابی نے کتاب العزلۃ ص ۴۴ پر حمزہ بن الحارث الدھان کے طریق سے روایت کی، آپ نے کہا: ہم سے عبداللہ بن روح المداءنی نے بیان کیا کہا: ہم سے یحیی بن صامت نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابواسحاق الفزاری نے بیان کیا وہ اعمش سے وہ ابوراشد سے روایت کرتے ہیں آپ نے کہا: حضرت عبیداللہ بن عمر کے پاس بصرہ کا ایک آدمی آیا، اس نے کہا: اہل بصرہ کے بھائیوں کا فرستادہ آپ کے پاس آیا ہے وہ آپ کو سلام کہتے ہیں اور ان دو ہستیوں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے معاملے کے متعلق آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں آپ کا کیا قول ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا اسکے علاوہ بھی کوئی بات ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے ساتھیوں سے فرمایا: اس کے واپس جانے کا بندوبست کرو، جب وہ اس کام سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: انہیں سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق میرا قول یہ ہے:

وہ ایک امت تھی جو گزر چکی ان کے لیے وہی ہے جو انہوں نے کمائی کی اور ان کے اعمال کے متعلق تم

سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جنگ صفین والوں کے متعلق بیان:

خطابی نے العزلۃ ۴۴ پر، ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج۹ ص ۱۴۴ پر یونس بن عبدالاعلی کے طریق سے روایت کی، آپ کہتے ہیں کہ ہم سے امام شافعی نے بیان کیا، آپ نے فرمایا: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ آپ اہل صفین کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟، آپ نے فرمایا: ان کے خونوں سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ پاک رکھے ہیں میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنی زبان ان کے بارے میں ملوث ہوں۔

اس کی سند منقطع ہے۔

ابن سعد نے الطبقات الکبری ج۵ ص ۳۹۴ پر، ابن عساکر نے تاریخ دمشق ۶۵ ص ۱۳۳ پر خالد بن یزید بن بشر کے طریق سے روایت کی وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق اور جنگ جمل اور جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان خونوں سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو روکے رکھا اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ اپنی زبان ان کے متعلق آلودہ کروں!۔

خلال نے السنہ ج۲ ص ۴۶۰ اور ابن الجوزی نے مناقب الامام احمد ص ۱۶۷ پر روایت کی کہ امام احمد سے کہا گیا کہ آپ حضرت علی اور حضرت معاویہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے آپس کے معاملات کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ امام ابوعبداللہ امام احمد نے فرمایا: میں ان کے متعلق اچھی بات ہی کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

نوے (۹۰) فقہاء کا فیصلہ: مشاجرات صحابہ میں زبان بند رکھی جائے:

طبقات الحنابلہ ج۱ ص ۳۴۹ پر حسن بن اسماعیل الربعی کے حالات زندگی میں ہے: اہل سنت کے امام اور امتحان پر صابر رہنے والے احمد بن حنبل نے مجھے فرمایا: تابعین، اءمۃ المسلمین، اءمہ سلف اور شہروں کے فقہاء کے نوے (۹۰) آدمیوں کا اس بات پر اجماع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مشاجرات کے متعلق زبان بند کی جائے۔ اور اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے افضل حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام، ازواج مطہرات، سسرالی رشتہ دار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے رحمت کی دعا کی جائے۔ یہی سنت ہے، اس کو لازم پکڑو! آگاہ رہو کہ اس کا لینا ہدایت ہے اور اس کا چھوڑنا گمراہی ہے۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج۶ ص ۴۴ پر، ابن عساکر نے تاریخ مدینہ دمشق ج۵۹ ص۱۴۱ پر، ابن ابی یعلی نے طبقات الحنابلہ ج۱ ص۱۵۲ پر حسن بن محمد الخلال کے طریق سے روایت کی، کہا ہم سے عبداللہ بن عثمان الصفار نے بیان کیا کہا ہم سے ابو القاسم اسحاق بن ابراہیم بن آزر الفقیہ نے بیان کیا کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہا: میں امام احمد بن حنبل کے پاس تھا کہ ان سے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو معاملات ہوئے اس کے متعلق ایک آدمی نے سوال کیا تو آپ نے اس سے منہ موڑ لیا تو آپ سے کہا گیا: اے ابو عبداللہ! وہ بنی ہاشم کا ایک آدمی ہے جوان پر چڑ دوڑا تو آپ نے فرمایا: وہ ایک امت تھی جو گزر گئی ان کی کمائی ان کے ذمہ اور تمہاری کمائی تمہارے ذمہ، ان کے اعمال کے متعلق تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج۱۱ ص۴۲۷ پر کہا: ایسے ہی متعدد سلف نے یہی بات کہی ہے۔

تابعین کا مسلک:

ابن عدی نے الکامل ج۴ ص۴۳ پر روایت کی اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج۲۲ ص۲۱۵ پر شہاب بن خراش بن حوشب بن اخی العوام سے روایت کی کہا: میں نے تابعین کو پایا جو یہی کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی خوبیاں بیان کرو! جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں الفت پیدا ہو، اور صحابہ کرام کے آپس کے جھگڑوں کو ذکر نہ کرو کہ ورنہ تم لوگوں کو صحابہ کے خلاف بھڑکانے والے ہو گے۔

خلال نے السنہ ص۵۱۳ پر عوام بن حوشب سے روایت کی کہا: اصحاب سیدنا محمد ﷺ کے محاسن ذکر کرو! دلوں میں الفت پیدا کرو! ان کی برائیاں ذکر نہ کرو کہ اس وجہ سے تم لوگوں کو صحابہ کرام کے خلاف بھڑکاتے ہو!۔

حجاز، عراق، شام اور یمن کے اسلاف علماء کا مشاجرات صحابہ کے متعلق کیا مذہب ہے؟:

لالکائی نے اصول اعتقاد اھل السنہ ص۳۲۱ پر کہا: ہمیں محمد بن المظفر المقری نے بیان کیا کہا ہم سے حسین بن محمد بن حبش المقری نے بیان کیا کہا ہم سے ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد اور امام ابو زرعہ سے اصول دین کے متعلق مذہب اہل سنت دریافت کیا اور تمام شہروں کے علماء کے مذہب واعتقاد کے متعلق پوچھا تو دونوں حضرات نے فرمایا: ہم نے تمام شہروں: حجاز، عراق، شام، یمن کے علماء کو پایا تو ان کا مذہب یہ تھا: ایمان قول وعمل کا نام ہے جس میں زیادتی وکمی ہوتی ہے، قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تمام جہتوں سے غیر مخلوق ہے، اچھی اور بری تقدیر اللہ عزوجل کی طرف سے ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر بن خطاب ہیں پھر حضرت عثمان بن عفان ہیں پھر حضرت مولا علی بن ابی طالب ہیں علیہم السلام، اور یہی ہدایت یافتہ خلفاء راشدین ہیں، اور دس وہ صحابہ افضل ہیں جن کے نام لے کر رسول اللہ ﷺ نے ان کی جنتی ہونے کی گواہی دی، اور حق کہنا اور رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام پر رحمت کی دعا کرنا اور ان کے آپس کے جھگڑوں سے اپنی زبانیں بند رکھنا ہے۔۔۔۔الخ۔

جناب میمون بن مہران کی بہترین نصیحت:

امام احمد نے فضائل الصحابہ رقم: ۱۷۳۹ پر وکیع سے روایت کی، کہا: ہم سے جعفر بن برقان نے بیان کیا وہ جناب میمون بن مہران سے روایت کرتے ہیں، آپ نے کہا: تین چیزوں کو پھینک دو! سیدنا محمد ﷺ کے صحابہ کر گالیاں دینا، ستاروں میں غور وفکر کرنا اور تقدیر میں غور وفکر کرنا۔

اس اثر کی سند صحیح ہے۔

امام ابوزرعہ رازی کا خوبصورت جواب:

ابن عساکر نے اپنی تاریخ ج ۵۹ ص ۱۴۱ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعارف میں ابن مندہ کے طریق سے روایت کی پھر ابوالقاسم بن اخی زرعہ الرازی کے طریق سے روایت کی، کہا: ایک آدمی میرے چچا کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں جناب معاویہ سے بغض رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: کیوں؟ اس نے کہا: کیونکہ انہوں نے حضرت علی سے ناحق جنگ کی تو امام ابوزرعہ نے اسے جواباً کہا: جناب معاویہ کا رب، رحیم رب ہے، جناب معاویہ کا مدمقابل، کریم مدمقابل ہے لہذا ان دونوں کے درمیان تو کیوں داخل ہوتا ہے؟!۔

السنہ للخلال ۵۱۲ پر صحیح سند کیساتھ روایت ہے کہ امام احمد سے کہا گیا: آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عیوب میں گفتگو کرنا مباح ہے؟ امام ابوعبداللہ نے کہا: یہ بدترین گفتگو ہے، ان لوگوں سے اجتناب کیا جائے، ان کی مجلس اختیار نہ کی جائے اور لوگوں کے لیے ان کا معاملہ واضح کیا جائے!۔

امام بربہاری کا بیان:

امام بربہاری نے شرح السنہ ص ۱۰۲ پر کہا: حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے ساتھیوں رحمہم اللہ اجمعین کی جنگ کے متعلق زبانیں بند رکھی جائیں اور ان میں جھگڑا نہ کیا جائے ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سونپ دیا جائے۔

امام صابونی نے عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث ص ۲۹۴ پر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مابین ہونے والے اختلافات سے زبانیں بند رکھی جائیں اور ان کے عیوب ونقصاص سے زبانوں کو پاک رکھا جائے۔

اشاعرہ کے امام، امام ابوالحسن اشعری کا فرمان:

امام ابوالحسن الاشعری نے الابانہ ص ۷۸ پر کہا: حضرت علی اور حضرت زبیر اور حضرت عاءشہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جو جنگ ہوئی وہ تاویل واجتہاد کی بناء پر تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت امام تھے اور وہ سارے کے سارے مجتہد تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے جنت کی گواہی دی اور گواہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سارے کے سارے اپنی اجتہاد میں درست تھے اور ایسا ہی معاملہ ہے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگ ہوئی وہ بھی تاویل واجتہاد کی وجہ سے تھی اور تمام صحابہ امن والے امام ہیں جو دین میں متہم نہیں، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی تعریف کی ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کی عزت وتعظیم کریں، ان سے محبت کریں اور جو صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص کرتا ہو اس سے ہم براءت کا اظہار کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو!۔

ابن ابی زید القیر وانی نے اپنے عقیدہ ص ۲۳ پر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے جس کا بھی تذکرہ کیا جائے تو اچھا ہی ذکر کیا جائے۔ ان کے مشاجرات سے زبانیں روکی جائے۔

خطابی نے الغنیۃ عن الکتاب واھلہ ص ۵۹ پر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مابین ہونے والے اختلافات سے زبانیں بند رکھی جائیں اور ان کے عیوب ونقصاص سے زبانوں کو پاک رکھا جائے، ان سب کے لیے رحمت کی دعا کی جائے اور ان سب سے محبت رکھی جائے!۔

ابن بطہ نے کتاب الابانہ ص ۲۹۴ پر کہا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے مشاجرات کے متعلق ہم زبانیں بند رکھتے ہیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ جنگوں میں شریک ہوئے، وہ فضیلت میں لوگوں سے سبقت کر گئے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش فرمائی اور اسے مخاطب! تجھے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے استغفار کا حکم دیا گیا ہے! اور ان کی محبت کے ذریعے قربتِ الٰہی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے ذریعے فرض کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ عنقریب ان سے کیا ہونے والا ہے اور یہ کہ وہ عنقریب قتال کریں گے۔ اور یہ کہ ان کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اس لیے کہ ان سے جو کچھ غلطی یا عمداً ہوئی اور جو کچھ ان میں مشاجرات ہوئے ان کی معافی کر دی گئی ہے۔

امام قرطبی کا بیان:

امام قرطبی رحمہ اللہ نے الجامع لاحکام القرآن ج۱۶ص۳۲۱ میں فرمایا: کسی بھی صحابی کی طرف یقینی خطا کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ تمام کے تمام اپنے فعل میں مجتہد تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کا ارادہ فرمایا ہے اور وہ تمام کے تمام ہمارے امام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہم ان کے مشاجرات سے زبان روکنے کا حکم دیا ہے اور صحبت نبوی کی عزت کی وجہ سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کو گالی ولوچ کرنے سے منع فرمانے کی وجہ سے ہم ان کا اچھا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش فرمادی اور ان سے راضی ہونے کی خبر دی ہے۔

امام آجری کا خوبصورت، پرمغز اور جامع بیان مع سوالات وجوابات:

امام آجری رحمہ اللہ نے کتاب الشریعہ ج۵ ص۲۴۵۸، ۲۴۹۱ پر اس شخص کا رد کرتے ہوئے فرمایا جو کہتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے باہمی معاملات میں غور وخوض کرنے کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ آپ نے کہا: جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے فضائل اور اہل بیت کرام علیہم الرضوان کے فضائل تحریر کیے ہیں ان میں غور وفکر کرنی چاہیے کہ ان سے محبت کرنی چاہیے، ان کے لیے رحمت کی دعا کرنی چاہیے، ان کے لیے استغفار کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ الکریم سے انہیں وسیلہ بنائے یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے دعا، رحمت، استغفار اور رضی اللہ عنہ کہنا چاہیے اور اللہ العظیم کا شکر ادا کرنے چاہیے کہ اس نے اس بات کی تمہیں توفیق بخشی ہے۔ ان کے مشاجرات کا تذکرہ نہ کیا جائے، ان کی عیب جوئی نہ کی جائے اور نہ ہی اس میں بحث کی جائے پھر اگر جاہل مفتی ہدایت کے راستے سے ہٹنے والا ہم سے معارضہ کرے اور کہے: کیوں فلاں نے فلاں سے جنگ کی، اور کیوں فلاں نے فلاں فلاں کو قتل کیا تو اسے کہا جائے گا: ہمیں اور تمہیں اس بات کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے جس کے علم کا ہمیں نہ نفع ہے نہ نقصان؟

پھر اگر کہنے والا کہے: ایسی بات آپ نے کیوں کی؟ تو اسے جواب دیا جائے گا: کیونکہ یہ آزمائش ہے، ان میں صحابہ کرام علیہم الرضوان موجود تھے۔ وہ ان معاملات میں اپنے علم کے مطابق اپنی اپنی رائے رکھتے تھے، وہ دوسرے سے زیادہ اپنی تاویل جانتے تھے۔ وہ اپنے سے مابعد آنے والے لوگوں کے لیے زیادہ سیدھے راستے کی ہدایت والے تھے کیونکہ وہ جنتی ہیں۔ ان پر قرآن نازل کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ انہوں نے جہاد کیا، اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کے لیے رضوان، مغفرت اور اجرِ عظیم کی شہادت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شہادت دی کہ وہ بہترین زمانے والے ہیں پس وہ

اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ اور قرآن وسنت کو زیادہ پہچانتے تھے۔ انہی سے علم اخذ کیا جاتا ہے، انہی کے قول پر ہم زندگی بسر کرتے ہیں، انہی کے احکام پر ہم حکم کرتے ہیں، انہی کے ادب کی وجہ سے ہم ادب سیکھتے ہیں، ہم ان کی پیروی کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ہم نے یہ حکم دیا ہے۔

پھر اگر کہنے والا کہے: صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آپس کے معاملات کی ہم معرفت حاصل کریں اور ان کے متعلق بحث کریں تو اس میں ہمارا کیا نقصان ہے؟ اسے جواب دیا جائے گا کہ اس میں کوئی شک نہیں، ہماری منع کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عقلیں ہماری عقلوں سے بڑی تھیں اور ہماری عقلیں بہت زیادہ ناقص ہیں اور ہمیں اس بات سے امان نہیں ہے کہ اگر ہم ان کے آپس کے مشاجرات میں بحث کریں گے تو حق کے راستے سے ہٹ جائیں گے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اس سے پیچھے رہ جائیں گے۔

پھر اگر کہنے والا کہے: ان کے متعلق ہمیں ایسا کیوں حکم دیا گیا؟ تو جواباً کہا جائے گا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے استغفار کریں، ان کے لیے رحمت کی دعا کریں، ان سے محبت کریں اور ان کی پیروی کریں، کتاب وسنت اور مسلمانوں کے اماموں کا فرمان دلالت اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔ ان کے آپس کے معاملات کو ذکر کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی، وہ حضور ﷺ کے سسرال ہیں اور حضور ﷺ ان کے سسرال سے ہیں پس ان کی صحبت نبوی کی برکت کی وجہ سے اللہ کریم نے ان کی مغفرت فرمادی ہے اور اللہ کریم عزوجل نے اپنی کتاب میں اس بات کی ضمانت دی ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی وہ رسوا نہیں کرے گا اور ہمارے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ ان کا وصف تورات وانجیل میں بیان ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کا بہترین وصف اور بہترین نعت بیان کی ہے اور ہمیں ہمارے کریم مولا نے اس بات کی خبر دی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی ہے تو ان میں سے کسی ایک کو بھی وہ عذاب نہیں دے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یہ اللہ کی جماعت ہے، خبردار اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔ (المجادلہ: ۲۲)

پھر اگر کہنے والا کہے: اس سے میری مراد یہ ہے کہ ان کے آپس کے معاملات کو میں جان لوں، میں اس مذہب پر نہیں چلوں گا جو ان برے لوگوں کا ہے کیونکہ میں ان سے محبت کرتا ہوں اس سے جاہل نہیں ہوں۔

اسے جواب دیا جائے گا: تو فتنے کا طالب ہے کیونکہ تو ایسی چیز سے بحث کرتا ہے جو تجھے نقصان دے گی

اور نفع نہیں دے گی۔ تجھ پر جو حقوق اللہ تعالیٰ ہیں ان کی اصلاح میں، اس کے فرائض کی ادائیگی اور حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرنے میں مشغول ہوتا تو یہ تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اسی کہا جائے گا کہ بالخصوص ہمارے اس زمانے میں جبکہ گمراہ فرقوں سے جو قباحتیں ظاہر ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے وہ اگر ان پیدا ہونے والے امور کو دیکھے تو وہ کیا کہے گا اور ہمارے اس زمانے کے متعلق کہا جائے گا۔ اسے کہا جائے گا کہ تیرا، اپنے کھانے اور پہنے میں مشغول ہونا کہاں سے ہے؟ وہ تیرے لیے زیادہ بہتر ہے، تیرا درہم لینا کہاں سے ہے؟ اسے تو کیوں خرچ کرتا ہے؟ وہ تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔

اسے کہا جائے گا کہ تو ان کی عیب جوئی کرے اور صحابہ کرام کے آپس کے مشاجرات کے متعلق بحث کرنے سے ہمیں توقع نہیں ہے کہ تیرا دل غیر حق کی طرف مائل ہوجائے گا جس کی وجہ سے تو خواہش پرست ہوجائے گا، تیرے لیے درست نہیں ہے کہ تو خواہش پرست ہوجائے، شیطان تیرے ساتھ کھیلے، جس کے نتیجے میں تو گالی گلوچ کرنے لگے اور جن سے اللہ تعالیٰ نے تجھے محبت واتباع کرنے اور استغفار کرنے کا حکم دیا تو ان سے بغض رکھنے لگے پس تو حق کے راستے سے پھسل جائے گا اور باطل کے راستے پر چلنے لگے گا۔

پھر اگر وہ کہے: اپنے اس قول کی دلیل میں میرے لیے کتاب وسنت اور مسلمانوں کے علماء کے اسلاف کے اقوال ذکر کیجئے تا کہ ہم اپنی جانوں کو مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بحث کرنے سے روکیں۔

تو اسے جواب دیا جائے گا: پیچھے جو دلائل ہم نے ذکر کیے ہیں ان میں عقلمند کے لیے نصیحت وحجت ہے، اور ہم بعض دلائل کو دوبارہ ذکر کرتے ہیں تا کہ حق کے راستے کا طالب مومن اس کے ذریعے بیدار ہو۔

اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: "محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل ورضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں

جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کے بعد مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔

ترجمہ: ''اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

ترجمہ: ''بیشک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا بیشک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ (التوبہ:۱۰۰)

ترجمہ: ''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (التحریم:۸)

ترجمہ: ''جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہوگا

ان کے آگے اور ان کے داہنے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے بیشک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

(آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ: "تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو اُن کا بھلا تھا اُن میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر"۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ (الفتح:۱۸)

ترجمہ: "بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد آنے والوں کی تعریف فرمائی جو صحابہ کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اپنے کریم رب العزت سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ان کے دل میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق کسی قسم کی کھوٹ نہ پیدا ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بہترین تعریف فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (الحشر:۱۰)

ترجمہ: "اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے رب ہمارے بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے"۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔

''لوگوں میں سے بہترین زمانہ میرا ہے پھر وہ ہیں جو ان سے ملے ہوئے ہیں پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہیں''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کی طرف نظر فرمائی تو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو تمام لوگوں کے دلوں سے بہترین پایا تو اسے اپنے لیے چن لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت کیساتھ مبعوث فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کے بعد لوگوں کے دلوں کی طرف نظر فرمائی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے دلوں کو بندوں کے دلوں سے بہترین پایا (انبیاء ومرسلین کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ) چنانچہ انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر بنادیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی وجہ سے جہاد کرتے ہیں۔

پھر امام آجری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے اللہ عزوجل اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرامین سن لیے ہیں اس سے کہا جائے گا کہ اگر تو خیر کی موافقت کرنے والا بندہ ہے تو اس سے نصیحت حاصل کر جس کی اللہ تعالیٰ عزوجل نے تمہیں نصیحت کی ہے اور اگر تو اپنی خواہش نفسانی کا پیروکار ہے تو تجھ پر اس بات کا خوف کہ تو ان لوگوں میں سے ہوجائے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (القصص:۵۰)

ترجمہ: ''اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا''۔

اور تو ان لوگوں میں سے ہوجائے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ. (الانفال:۲۳)

ترجمہ: ''اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر سنا دیتا جب بھی انجام کار منہ پھیر کر پلٹ جاتے''۔

اس سے کہا جائے گا کہ جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف آیا حتیٰ کہ بعض پر طعن وتشنیع کرنے لگا، بعض کی مذمت کرنے لگا اور بعض کی مدح سرائی کرنے لگا تو ایسا آدمی فتنے کا طالب ہے اور وہ فتنے (آزمائش) میں پڑ گیا ہے کیونکہ اس پر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت اور تمام کے لیے استغفار کرنا واجب ہے۔ اور ان سے محبت کرنے میں ہمارا نفع ہے۔

ابوالقاسم اسماعیل الاصبہانی المتوفی: ۵۳۵ھ نے الحجہ فی بیان الحجہ ج۱ ص ۲۵۲ پر کہا:

سنت سے یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے مشاجرات میں سکوت کیا جائے اور ان کے فضائل پھیلائے جائیں اور ان کی پیروی کی جائے کیونکہ وہ روشن ستارے ہیں رضی اللہ عنہم۔

ابن قدامہ مقدسی نے لمعۃ الاعتقاد ص ۱۵۰ پر کہا:

سنت سے یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے محبت وعقیدت رکھی جائے، ان کے محاسن کا تذکرہ کیا جائے، ان کے لیے رحمت کی دعا کی جائے، ان کے لیے استغفار کیا جائے، ان کے عیوب اور باہمی مشاجرات سے زبانیں بند رکھی جائیں، ان کی فضیلت کا اعتراف کیا جائے اور ان کی سابقہ نیکیوں کو پہچانا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمٰنِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (الحشر:۱۰)

ترجمہ: ''اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ!''۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: ''محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل''۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کو گالی نہ دو کیونکہ تم میں سے کوئی احد پہاڑ کی مثل سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ ان کے ایک صاع یا نصف صاع پیمانے کے برابر بھی نہیں پہنچے گا۔

مذہب اہل سنت کی ترجمانی امام نووی کی زبانی:

امام نووی نے شرح صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۲۱۹، ۲۲۰ پر کہا:

اہل سنت، اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے حسن ظن رکھا جائے اور ان کے باہمی مشاجرات سے زبانیں روکی جائیں اور ان کی جنگوں کی تاویل کی جائے۔ وہ تاویل کرنے والے مجتہد تھے، انہوں نے معصیت کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی محض حصول دنیا کا ارادہ کیا بلکہ ہر فریق نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ وہ حق پر ہے اور ان کا مخالف باغی ہے جس کی وجہ سے ان پر جنگ کرنا لازم ہوگیا تھا تاکہ مخالف گروہ اللہ تعالیٰ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔ ان میں سے بعض مجتہد مصیب تھے اور بعض مجتہد خطا کرنے والے لیکن اپنی خطا میں معذور تھے کیونکہ ان پہ یہ معاملات اجتہاد کی وجہ سے پیش آئے اور مجتہد جب خطا کر جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ج ۴ ص ۴۴۸ پر کہا:

مذہب اہل سنت یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ سے رکا جائے کیونکہ ان کے فضائل ثابت ہیں اوران کی عقیدت ومحبت بندوں پر واجب ہے اوران سے جو کچھ سرزد ہوا اس میں ان کے لیے عذر ہے جو انسان پر مخفی ہے اوران میں سے کچھ نے توبہ بھی کی ہے اوران میں سے کچھ بخشے ہوئے ہیں لہذا مشاجرات صحابہ میں غوروخوض بہت سے دلوں کے اندر صحابہ کرام کا بغض ومذمت پیدا کردے گا اوروہ اس معاملے میں خطا پر ہوگا بلکہ گناہگار ہوگا جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اور جو اس کیساتھ غوروخوض کرے گا اسے نقصان پہنچائے گا جیسا کہ اکثر وہ لوگ جنہوں نے اس بارے میں کلام کیا وہ صحابہ پر جری ہوگئے کیونکہ ان کے کلام میں نہ اللہ تعالیٰ کا حیاء ہے نہ اس کے رسول ﷺ کا یا تو اس نے ایسے کی مذمت کی جو مذمت کا مستحق نہیں ہے اور یا تو پھر ایسے امور کی وجہ سے مدح کی جو مستحق مدح نہیں ہیں اسی وجہ فاضل سلف صالحین کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے آپس کے معاملات میں اپنی زبانوں کو روکا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا فیصلہ بھی پڑھیے!:

ابن حجر نے فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۷ پر کہا:

اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے آپس کے معاملات کے سبب کسی بھی صحابی پر طعن سے روکنا واجب ہے اگرچہ وہ ان میں سے حق والے کو پہچان لے کیونکہ انہوں نے ان جنگوں میں جو قتال کیا وہ اجتہاد ہی کی وجہ سے کیا اور اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطا کرنے والے کو معاف فرمادیا ہے، بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ اسے ایک اجر دیا جائے گا اور درست اجتہاد کرنے والے کو دو اجر ملیں گے۔

خاتمہ:

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب میں دو قسم کے دلائل آئے ہیں:

۱:۔ عام دلائل: یہ وہ دلائل ہیں جو کتاب وسنت میں عمومی طور پر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آئے ہیں اور کچھ شک نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس فضیلت میں داخل ہیں۔ وگرنہ کون سی دلیل ہے جو انہیں حدِ صحابیت سے خارج قرار دے؟! اوران دلائل کے عموم سے انہیں خارج کرے؟۔

۲:۔ خاص دلائل: خصوصی طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں دلائل آئے ہیں جنہیں سلف نے آپ کے مناقب میں شمار کیا ہے۔

میں نے فضائلِ معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی

اللہ عنہ کی مذمت میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں ذکر کیے گئے دلائل کی بھی دو قسمیں ہیں:

ا:۔صحیح دلائل جو روافض اوران کے بدعتی بھائیوں کے مذہب پر دلالت نہیں کرتے۔

۲:۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں روافض اوران جیسے لوگوں نے ایسے دلائل ذکر کیے ہیں جن کی تقویت وتصحیح میں انہوں نے تکلف کیا جبکہ وہ منکر وموضوع ہیں ان میں سے کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔

میں نے اس کو اس عنوان کے تحت ذکر کیا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں ذکر کردہ احادیث کا جواب۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کچھ باطل باتیں بھی کہی گئی ہیں اور ایسی باتوں کو کتابوں میں نشر کیا گیا میں نے اس کا جواب اس عنوان کے تحت دیا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی گئی باطل باتیں۔

سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی کا سختی سے انکار کیا ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتا ہے اور اسلاف نے ایسے آدمی کو مارنے، تعزیر لگانے اور سخت سزا دینے کا حکم دیا ہے اور اس سے علیحدگی اختیار کرنے، اس کی مجلس نہ کرنے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے اور اس کی مذمت کا حکم دیا ہے۔

بعض آثار اس عنوان کے تحت ملاحظہ کریں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کرنے والے کے بارے میں اسلاف کے اقوال۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق جو روایات آئی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں:

ا:۔کچھ جھوٹ ہیں۔

۲:۔کچھ میں کمی وبیشی کی گئی اور اسے اصلی صورت حال سے بدل دیا گیا۔

۳:۔ان میں سے کچھ صحیح ہیں جن میں وہ معذور تھے یا تو مجتہد مصیب تھے یا پھر مجتہد خطا کار اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سابقہ نیکیاں وفضائل ہیں جو ان سے سرزد ہونے والے امور کی بخشش کا موجب ہیں۔ (دیکھو!:الابانہ لابن بطہ ص ۲۹۴، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۹۲)

اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے باہمی مشاجرات کے متعلق خاموشی اختیار کرنا واجب ہے۔اس کے متعلق اہل علم کے اقوال اور اسلاف کے آثار حد شمار سے باہر ہیں۔

بعض آثار کو میں نے اس عنوان کے تحت ذکر کیا: مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خاموش رہنے کے وجوب پر اہل سنت کا اجماع ہے۔



امام المحدثین حافظ ابن الملقن کا حیات اولیاء پر عظیم شاہکار

طبقات الاولیاء

(المتوفی ۸۰۴ھ)

تالیف

ابن الملقن سراج الدین ابو حفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری

مترجم

ابوالفرید محمد ضیاء اللہ چشتی

محرک

مولانا عاطف سلیم نقشبندی

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

ترکی میں فکر اسلامی کے نقیب بدیع الزمان سعید نورسی کے

نظم قرآن پر منفرد علمی کام کا پہلا اردو ترجمہ

اشارات الاعجاز

فی

مظان الایجاز

تالیف

بدیع الزمان سعید نورسی

ترجمہ تحقیق

محمد ذاکر ہاشمی

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ○ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۔ (یونس ۱۰،۱۶) میں تو گزار چکا ہوں تمہارے درمیان عمر (کا ایک حصہ) اس سے پہلے

سیرتِ طیبہ پر جامع اور عظیم تحقیقی شاہکار قلمی مخطوطہ پہلی مرتبہ منظرِ عام پر مدلل شرح کے ساتھ

مختصر اور جامع انسائیکلوپیڈیا

الإشارة إلى سيرة

سیدنا محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

المعروف بہ

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(للمغلطائی)

تالیف

قاضی القضاۃ الحافظ علاؤ الدین مغلطائی بن قلیج بن عبد اللہ البکجری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۶۲ھ

ترجمہ و تشریح

ڈاکٹر مفتی محمد عمران انور نظامی

ریسرچ اسکالر (عربی) گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

محرک

مولانا عاطف سلیم نقشبندی

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

الشیخ الحافظ امام الجوزقانی کی شہرہ آفاق کتاب الأباطیل والمناکیر
کی احادیث کا پہلی مرتبہ آسان سلیس اردو ترجمہ مع تخریج

الأباطيل والمناكير

والصحاح والمشاهير

تالیف

الشيخ الحافظ أبي عبد الله الحسين بن ابراهيم بن الحسن بن جعفر الجوزقاني الهمداني
المتوفی سنة ٥٤٣ھ

مترجم

ابو الضیاء حافظ محمد اشرف بندیالوی غفرلہ

محرک

مولانا عاطف سلیم نقشبندی

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795